

# نوجوانوں کی نفسیات

[www.facebook.com/Tibbi.Books/](http://www.facebook.com/Tibbi.Books/)

عالم شباب کی رنگینوں، حیرانیوں اور نقش آرائیوں کا دلکش  
مُرّج، نوجوانوں کی نفسیاتی الجھنوں، جسمانی تبدیلیوں، ذہنی و  
فکری نیرنگیوں اور وجدانی کیفیتوں پر عالمانہ و محققانہ تبصرہ

مصنفہ  
ریاض محمد عسکر

ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ (کولمبیا یونیورسٹی)  
پروفیسر تربیت و علم النفس (برکلم یونیورسٹی انگلینڈ)

مترجمہ  
وجدانی

پروفیسر نظامیہ طبیہ کالج  
حیدرآباد دکن

نفسیہ اکیڈمی

عابد روڈ حیدرآباد دکن

نوجوانوں کی نفسیات

”نوجوان لڑکے اور لڑکیاں کارگاہ شباب میں جن مشکلات و خطرات سے دوچار ہوتے ہیں، اُن پر سیر حاصل بحث و تبصرہ، ان کا نفسیاتی و اجتماعی نقطہ نگاہ سے علاج، اور والدین، معلمین اور سرپرستوں کیلئے مشغل راہ“

150-u

مصنف

32 ڈاکٹر ریاض محمد عسکر

ایم۔ اے۔ ای۔ ڈی۔ ڈی۔ ڈپ (کولمبیا  
یونیورسٹی نیویارک) پروفیسر تربیت و علم نفس  
جامعہ برمنگھم انگلستان

مانزجم

و جدائی

پروفیسر نظامیہ طبی کالج حیدرآباد دکن

ناشیر

نقائس کے پڑائی

بلاس اسٹریٹ، کراچی۔ پاکستان

قیمت : سترن روپے بارہ آنہ

دانش محل "لکھنو"



جملہ حقوق دائمی بحق

نپہ خود دھری محمد اقبال سلیم گاہندری  
مالک نفیس اکیڈمی، بلاکس اسٹریٹ، کراچی  
محفوظ ہیں

ایک ہزار

طبع اول

دسمبر ۱۹۴۹ء



Tibbi Books for  
Atiba Karam

مطبوعہ  
ناظر پرنٹنگ پریس، کراچی

# فہرست مضامین

۱۱	حرف آغاز - چودھری اقبال سلیم گاہندی
	پہلا باب
۱۲	غنغوان شباب
۱۲	غنغوان شباب کا مفہوم
۱۵	نشودنما کے ادوار
۱۷	دور غنغوان شباب کی اہمیت
۱۹	غیر متمدن قوموں میں غنغوان شباب کا موقف
	دوسرا باب
۲۲	وہ تغیرات جو غنغوان شباب میں پیدا ہوتے ہیں
۲۲	۱۔ جسمانی تغیرات
۲۳	جسمانی نشودنما
۲۳	حرکات ادران کا توازن
۲۴	اعضاء و جوارح کے نشودنما کی رفتار



ٹڈیاں

۲۶

جلدی مسامات اور گلٹیاں

۲۷

دراشت کا اثر قد و قامت پر

۲۸

آواز کی تبدیلی

۲۸

لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان موازنہ

۲۹

لڑکیوں کے بلوغت کا منظر

۳۱

حیض کا اثر لڑکی کی ذہنی و جسمانی حالت پر

۳۳

اندرونی اعضاء اور گلٹیوں کا نظام

۳۴

جنسی گلٹیاں

۳۵

معدہ، قلب، شش

۳۶

وماغ

۳۷

لوزجواؤں کے امراض

۳۷

(ب) ذہنی تغیرات

۴۱

قوائے عقلیہ

۴۲

ذہنی امتحانات

۴۳

حواس کا نشو و نما اور خواب ہائے بیداری

۴۴

خوابوں کا علاج

۴۵

فہم و ذکاوت کے پیمانے

۴۶

فہم و ذکاوت کے نشو و نما کی آخری حد

۴۸



۵۰

ذہنی نشوونما کی ہمہ گیری

۵۱

مدرسہ کی انجمنوں میں شرکت کا جذبہ

۵۲

نصابی مسائل میں طریقہ کار

۵۳

نوجوانوں کو علوم و فنون کا شوق

۵۴

سماجی زندگی سے نوجوانوں کی دلچسپی

۵۵

نوجوانوں کے دوزخی اعمال

۵۶

نوجوانوں کے رجحانات

۵۷

(ج) وجدانی تغیرات

۵۸

شعور ذات کا آغاز

۵۹

سماج میں نوجوانوں کا موقف

۶۰

جذبات جنسی کا نشوونما

۶۱

جنسی انحراف

۶۲

صنف مقابل کی جانب نوجوانوں کا میلان

۶۳

دوستوں کے اختیار کرنے کا جذبہ

۶۴

سماجی کاموں سے دلچسپی

۶۵

تیسرا باب

۶۶

صنف قومی اور صنف نازک کے درمیان امتیازی خصوصیات

۶۷

(۱) جسمانی امتیازات

۶۸

وزن اور طول میں فرق



۸۲	دماغ میں فرق
۸۲	عنفوان شباب کی آمد میں فرق
۸۳	اعصابی جہد و جہد
۸۴	(ب) ذہنی خصوصیات
۸۵	نتائج امتحانات
۸۶	اسباب تفوق
۸۸	سیرل برٹ کی تحقیقات
۹۱	فہم و ذکا کے تجربات اور ان کے نتائج
۹۱	ہینسے سیمون کے امتحان کے نتائج
۹۲	سیرل برٹ کے تجربہ کے نتائج
۹۳	ترمان کی تحقیقات کے نتائج
۹۳	نتائج بالاک کی اہمیت
۹۵	ٹورنڈک کی رائے
۹۷	برٹ اور ترمان کا نظریہ
۹۸	ترقی پذیر عملیات میں فرق
۹۸	رجحانات میں فرق
۱۰۳	(ج) وجدانی اختلافات کے چند پھلو
۱۰۳	مزا جی پیمانے
۱۰۵	مدد میں درجہوں جنسوں کے آداب مجلس



۱۰۶	ایک ماہر تربیت کا قول
۱۰۹۰	لڑکیوں کے جرائم
۱۱۱	ویلر کی تحقیق
۱۱۱	عورتوں کی دجہانی زندگی
۱۱۲	شادی کا اثر عورتوں کی زندگی پر
۱۱۴	لڑکے اور لڑکی کے تعلقات اہل خاندان سے
۱۱۸	چوتھا باب
۱۱۸	زوجہ الزوں کے درمیان انفرادی امتیازات
۱۱۸	طریقہ اعداد و شمار
۱۲۳	عقلی امتحانات اور ان کی قسمیں
۱۲۵	امتحانات ذہانت
۱۳۱	ذہانت کے عملی امتحانات
۱۳۳	خصوصی صلاحیتوں کا اثر پیشوں پر
۱۳۴	پیشہ درانہ رہبری
۱۳۵	پیشہ درانہ انتخاب
۱۳۶	زوجہ الزوں کے دجہانی اختلافات
۱۴۱	شخصیات کا تجزیہ
۱۵۳	پانچواں باب
۱۵۳	زوجہ الزوں کے اخلاق و عادات کی اصلاح



نوجوانوں کی عقلی استعداد

۱۵۴

جسمانی تقاضے

۱۵۵

گھریلو ماحول

۱۵۷

طلاق کا اثر

۱۵۹

اقتصادی موقف

۱۶۲

گنجان مکانات

۱۶۳

مدرسہ کا اثر

۱۶۳

نفسیاتی محرکات

۱۶۸

ڈاکٹر برٹ کی تحقیقات

۱۶۹

اخزانی حالات کی قسمیں

۱۷۱

جذبات پر قابو نہ پانے کے نتائج

۱۷۲

بندش جذبات کے نتائج

۱۷۴

جرائم کا سبب

۱۸۲

ایک اہم نتیجہ

۱۸۳

خواہشات کے نفسیاتی پہلو

۱۸۵

یورپ و امریکہ کی مثال

۱۸۸

ایک اہم مشورہ

۱۹۰

سماجی تعلقات کی قدر و قیمت

۱۹۱

ہومر لین کا نظریہ

۱۹۴



## چھٹا باب

۱۹۶

۱۹۶۰

۱۹۶

۱۹۷

۱۹۸

۱۹۹

۲۰۳

۲۰۷

۲۰۸

۲۰۹

۲۱۵

۲۲۹

۲۳۲

۲۳۸

۲۴۱

نوجوانوں کی نفسی آزادی

نفسی آزادی کا مفہوم

جذبات کے نشیب و فراز کے اسباب

والدین کی عادات کا اثر بچوں پر

نوجوانوں اور ان کے والدین کے درمیان کشمکش کے اسباب

نفسی آزادی کے فقدان کی علامات

نوجوانوں کی مشکلات میں تمدن کا اثر

ماں باپ کی ایک غلطی

والدین کے فرائض

بچپن کی عادات اور ان سے رہائی کے طریقے

والدین سے بچوں کی محبت کی بنیاد

نفسی آزادی کے فقدان کی دیگر علامات

نفسی آزادی کی ضرورت و اہمیت کے اسباب

نفسی آزادی اور اس کا اثر نوجوانوں کی کامیابی پر



Tibbi Books for  
Atiba Karam



# حرفِ آغاز

چودھری محمد اقبال سلیم گاہندری

نفس انسانی کا موضوع ہر زمانے میں ہر گروہ کے فکر و خیال کی جولان گاہ بنا رہا ہے۔ نفسیاتی پہلو ہر دور میں کم و بیش اپنے رنگ میں اُجاگر ہوتے رہے ہیں، از آدم تا ابن آدم۔ زندگی کے مختلف گوشوں اور علوم و فنون کے گونا گوں شعبوں میں نفسیاتی آثار بکھرے پڑے رہے ہیں۔ لیکن علم النفس کی تدوین اور اس کی شیرازہ بندی، باقاعدہ فنی صورت میں، موجودہ دور کی پیداوار ہے، اس علم کی تدوین و تہذیب کا اولین سہرا خواہ کسی کے سر باندھا جائے، ہمیں اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ اس فن کی موجودہ ارتقائی شکل و صورت نے زندگی کے اہم ترین مسائل اور روزمرہ کے واقعات پر گہرا اثر ڈالا ہے، اس لئے علم و فن، تہذیب و تمدن، سیاست، اقتصاد، اجتماع اور تعلیم و تربیت کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جو اس سے گہرا ربط و ضبط نہ رکھتا ہو اور کم و بیش اس سے اثر پذیر نہ ہوتا ہو،

ماں باپ کو اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت اور ان کی نگہداشت کے لئے، میاں بیوی کو اپنے ازدواجی تعلقات خوشگوار بنانے اور قائدین کو قوم کی اصلاح و رہنمائی کے فرائض انجام دینے کے لئے نفسیات کے



آگاہ ہونا ضروری ہے۔

اسی طرح نوجوانوں کو اپنی آئندہ زندگی سنوارنے، اپنے مقاصد میں کامیاب ہونے اور اپنی جسمانی و ذہنی تندرستی کو برقرار رکھنے کے لئے اپنی نفسیات سے روشناس ہونا چاہئے، معلمین اور اساتذہ جب تک بچوں کی اور نوجوانوں کی ذہنی و نفسیاتی کیفیات اور ان کے عقلی و جسمانی تغیرات سے واقف نہ ہوں گے، تعلیم و تربیت کے اصولوں اور طریقوں پر عمل درآمد کرنا ان کے لئے دشوار ہو جائے گا،

اسی ضرورت و اہمیت کے مد نظر، مصر کے مشہور محقق ماہر تربیت و علم النفس ڈاکٹر ریاض محمد عسکر نے "نفسیۃ المراهق" کے نام سے عربی زبان میں ایک کتاب لکھی ہے جس کا ترجمہ "نوجوانوں کی نفسیات" کے نام سے قارئین کے سامنے پیش ہے، مصنف نے اس کتاب میں نوجوانوں کے جسمانی، عقلی و وجدانی تغیرات پر بحث کرتے ہوئے صنف نازک و صنف قوی کے مابین امتیازات و فرق کے جو نظریات و امتحانات یورپ و امریکہ کے ماہرین نفسیات اور ماہرین تربیت نے پیش کئے ہیں، ان تمام پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے، یہ کتاب ارباب تربیت، ماہرین تعلیم، اساتذہ، اور ماں باپ کے لئے یکساں طور پر مفید اور ان کی رہنما ہے۔

آج کل موجودہ تعلیم و تربیت کے باب میں اجنبی زبانوں میں بیشمار کتابیں شائع ہو رہی ہیں۔ نفسیات پر بھی گراں قدر کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن اردو زبان کا دامن ایسے انمول موتیوں سے اب تک



خالی ہے۔

نفیس اکیڈمی نے اپنے پروگرام کے مطابق حسب ذیل معلومات آفریں  
 کتابیں اردو زبان میں پیش کی ہیں۔ شعور و لا شعور، قوت ارادی،  
 بچوں کی دیکھ بھال۔ نوجوانوں کی جتنی مشکلات، اب اس سلسلہ  
 کی ایک سنہری کڑی ”نوجوانوں کی نفسیات“ کے نام سے جناب  
 پروفیسر و جدانی کا ترجمہ پیش ہے۔ موصوف کو عربی زبان کے ترجمہ میں خاص  
 مہارت حاصل ہے، موصوف نے اسی مصنف کی ایک اور کتاب  
 ”نوجوانوں کی تربیت“ کا بھی ترجمہ کیا ہے۔ جو ہم بہت جلد شائع کر رہے  
 ہیں۔ ہم موصوف کی ان علمی خدمات کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ قارئین نے اگر  
 ہماری ان حقیر کوششوں کو بار آور ہونے کا موقع دیا تو ہم غیر زبانوں  
 کے علمی ذخیرہ کو اردو میں منتقل کر کے زبان اردو کے دامن کو مالامال کر دینگے،  
 انشاء اللہ۔

فخلص

نصر اقبال سلیم گاندھی

201150



# پہلا باب

## غفوان شباب

### غفوان شباب کا مفہوم

غفوان شباب انسانی زندگی کے ادوار میں سے ایک ایسا دور ہے جو عمر کے دسویں سال سے شروع ہوتا ہے یہ اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ اس میں سرعت کے ساتھ نشوونما ہوتا ہے اور ایسے کثیر تغیرات رونما ہوتے ہیں جو پے در پے انسان کے جسم اور اس کے ذہن پر طاری ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود فرد کی زندگی تمام تر ایک ہم آہنگ اور مربوط وحدت ہے اگرچہ یہ اس طرح محسوس ہوتی ہے کہ گویا یہ پے بہ پے ایسے اجزاء یا حلقوں سے ترکیب پذیر ہے جو خاص خصوصیات اور امتیازات سے ممتاز ہوتے ہیں۔ کیونکہ ان حلقوں میں کوئی ایسے واضح اور نمایاں



امتیازات نہیں ہیں جو ان کو ایک دوسرے سے جدا کر دیں، بلکہ وہ ایک دوسرے میں باہمی داخل ہو جاتے اور اکثر صفات میں متحد ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرد کی زندگی کے تمام ادوار میں ایک نمایاں خصوصیت آشکار ہوتی ہے اور یہ نمایاں خصوصیت ایک نظام دوری میں بندھی ہوئی ہے جو خاص خاص وقفوں اور زمانوں میں یکے بعد دیگرے اس طرح جلوہ گر ہوتی رہتی ہے جیسے کہ نیند کے بعد بیداری، مفتوں کے بعد دوسرے ہفتے آیا کرتے ہیں اور ہر ہفتہ میں ایک دن راحت و آرام کا ہوتا ہے اور ہر موسم اور ہر سال کے بعد دوسرے موسم اور سال باری باری سے آیا کرتے ہیں، یہ تمام وقفے اور زمانے محسوس ہوا کرتے ہیں، لیکن یہاں بعض ایسے وقفے اور درمیانی زمانے یکے بعد دیگرے آنے رہتے ہیں جن کو عام نگاہ میں بہت کم محسوس کرتی ہیں، لیکن خاص خاص لوگ ہی جو ان کو ہمیشہ نگاہ میں رکھتے ہیں مشاہدہ کر سکتے ہیں، مثلاً ذہنی و جسمانی نشوونما کے مراحل ایسے ہیں جن کو اکثر سرپرست اور معلمین بچوں اور لڑکوں کی تربیت میں نظر انداز کر دیتے ہیں، چنانچہ ان کی اس بے توجہی اور غفلت کی وجہ سے ناقابل تلافی نقصان پیدا ہو جاتا ہے۔

### نشوونما کے ادوار

تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ فرد کی زندگی میں پیدائش کے بعد چھ درمیانی زمانے یا ادوار پائے جاتے ہیں۔

(۱) وہ دور جس میں نشوونما سرعت سے ہونے لگتا ہے، چنانچہ فرد کی



جسمانی قد و قامت اور وزن میں اضافہ ہو جاتا ہے اس دور کا سلسلہ ساتویں سال تک دراز رہتا ہے۔

۲۔ وہ دور بچپن میں نشوونما کا سلسلہ جاری رہتا ہے لیکن یہ بہت کم سرلیح رفتار ہوتا ہے یہ سلسلہ گیارہویں یا بارہویں سال تک ہوتا ہے دونوں سابقہ زمانوں کو بچپن (طفولیت) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

(۳) تیسرا دور وہ ہے جو بارہویں سال سے شروع ہوتا ہے اس میں نشوونما سرعت کے ساتھ جاری رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لڑکیوں میں تیسرے سال میں اور لڑکوں میں چودھویں سال میں اپنی انتہائی حد پر پہنچ جاتا ہے (اگرچہ یہ عمر میں ہر قوم اور ہر ملک میں کم و بیش مختلف ہو جاتی ہیں)۔

(۴) چوتھے دور میں نشوونما کا یہ سلسلہ سست پڑ جاتا ہے یہاں تک کہ تیسویں سال کے بعد کے ابتدائی سالوں میں رک جاتا ہے، گیارہویں سال اور سترہویں یا اٹھارہویں سال کے درمیان کا جو وقفہ اور زمانہ ہوتا ہے اس کو دور عنفوان شباب سے نامزد کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ اس دور کے نصف اول میں نشوونما انتہائی سرعت کے ساتھ جاری رہتا ہے پھر دوسرے نصف حصہ میں یہ سست پڑ جاتا ہے نشوونما پانے والے اعضاء اپنے اندر قوت توانائی اور سختی حاصل کر لیتے ہیں۔

۵۔ پانچواں دور پختگی یا مردانگی کا ہے۔



۶۔ چھٹا دور کہولت (ادھیڑ عمر) کا کہلاتا ہے۔

بچپن، عنفوان، شباب، پختگی یا مردانگی پھر اس کے بعد کہولت و شیخوخت (بڑھاپا) یہ تمام ادوار جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے، محض ایسے وقفے اور زمانے ہیں جو انسان کے نشو و نما میں یکے بعد دیگرے پیدا ہوتے ہیں اور یکساں طور پر تمام افراد انسانی میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کے درمیان معمولی سے امتیازات پائے گئے ہیں مثلاً یہ کہ یہ دور بعض افراد میں پہلے ظاہر ہو جاتے ہیں اور دوسروں میں دیر سے۔

### دورِ عنفوان و شباب کی اہمیت

دورِ شباب اور بالخصوص عنفوان شباب کے مرحلہ کو دیگر ادوار کے درمیان جو اہمیت و عظمت حاصل ہے وہ اکثر ماہرین تربیت کی نگاہوں میں آشکارا ہو چکی ہے کیونکہ یہی وہ دور ہے جس میں لوجوان کا قلب و ذہن مختلف خواہشات کی آماجگاہ بن جاتا ہے اور اس کے جذبات اس کے قابو سے باہر ہو جاتے ہیں۔

یورپ اور امریکہ کے ماہرین نفسیات نے اس دور پر سیر حاصل بحث کی ہے لیکن افسوس کہ اس قسم کی بحث و جستجو کی طرف اب تک کوئی توجہ نہیں کی گئی، بلکہ اکثر والدین اور سرپرست تو اس دور کے متعلق یقینی طور سے تقریباً کچھ جانتے ہی نہیں، اگر ان کو اس کے بارے میں کچھ معلومات بھی ہیں تو اس دور کی عظمت و احترام اور اس کی اہمیت کا کچھ خیال نہیں کرتے اور اس کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لئے کوئی اسباب فراہم نہیں کرتے۔



علامہ سٹانلی ہال نے اپنی بیشتر تحقیقات کے ذریعہ حسب ذیل اہم  
 نتیجہ برآورد کیا ہے کہ عہد طفلی کے آخری سالوں میں فرد اپنے مزاج اور اس  
 ماحول کے مزاج کے درمیان ہم آہنگی پیدا کر لیتا ہے جو اس کے گرد و پیش  
 چھایا ہوا ہے۔ آگے چل کر وہ تبصرہ کرتا ہے کہ عنفوان شباب ایک ایسا  
 دور ہے جس میں وہ انسانی خواہشات و میلانات جو سابقہ دور میں تشکیل  
 پا چکے تھے، قیام پذیر ہوتے، ایک اعتدال پر آنے کی کوشش کرتے پھر  
 دوبارہ ہم آہنگ ہو جاتے ہیں۔ گویا عنفوان شباب کا یہ دور بے شمار  
 انسانی میلانات و خصائص کے ظہور پذیر ہونے کا زمانہ ہوتا ہے، یہ خصائص  
 و اوصاف پہلی مرتبہ جن رنگوں میں آشکار ہوئے تھے، دوبارہ انہی رنگوں میں  
 جلوہ گر نہیں ہوتے بلکہ نئی شکل و صورت میں نمودار ہوتے ہیں، جن کو فرد  
 نے اس سے پیشتر مشاہدہ نہ کیا تھا اس لحاظ سے یہ دور وہ ہے جس  
 میں فرد داخل ہوتا اور درحقیقت نوع انسانی کی زندگی کی گہرائیوں میں  
 گھس پڑتا ہے۔

ڈاکٹر سلاٹر کہتا ہے کہ "عنفوان شباب کا زمانہ تہذیب و تمدن  
 کی ترقی کے ساتھ ساتھ دراز ہوتا رہتا ہے، یہ فرق ان اہم امتیازی خصوصیات  
 میں سے ایک ہے جو تمدن یافتہ انسان کو غیر تمدن انسانوں سے ممتاز کرتے ہیں"

اے پروفیسر سٹانلی ہال نے عنفوان شباب پر ایک ضخیم کتاب لکھی ہے اور اس دور پر سیر حاصل  
 پیش کی ہیں اس کتاب کا نام "Adolescence" ہے۔ ۱۲



اس موضوع کے متعلق اکثر ماہرین نے جو تحقیقات کی ہیں ان سے عنفوان شباب کے دور کی اہمیت کی تائید ہوتی ہے، یہ وہ دور ہے جس میں عام طور سے جسم کا امداد خاص طور پر اعضاء جنسی کا نشوونما بڑھ جاتا ہے، عنفوان شباب کے دور کی اہمیت فرد کے اندر ایک نئی روح کے ظہور پذیر ہو جانے سے بڑھ جاتی ہے، یہ روح اس کی زندگی کے مختلف گوشوں میں اپنی ذات کو ابھارنے اور اجاگر کرنے کی کوشش کرتی ہے، اگر وہ فرد کے اندر ایک نظم، ہم آہنگی اور سنجیدگی کے ساتھ ابھرتی ہے تو اس کے نتائج خوشگوار نکلتے اور اس کے ماحول کے ساتھ پوری ہم آہنگی اور مطابقت پیدا کر لیتے ہیں جس طرح عہد طفلی اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ فرد اس دور میں اپنے طبعی یا مادی ماحول کے ساتھ مطابقت پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی طرح عنفوان شباب کا دور بھی اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ فرد اس میں اپنے سماجی و اخلاقی ماحول کے ساتھ ہم آہنگ ہونے کی جدوجہد کرتا ہے۔

## غیر متمدن قوموں میں عنفوان شباب کا موقف

تمام قومیں ان تغیرات کو محسوس کرتی تھیں جو لڑکے اور لڑکی پر دور بلوغت میں یکے بعد دیگرے رونما ہوا کرتے تھے جو ان دونوں کو اس قابل بنادیتے تھے کہ طفولیت کے مرحلہ سے منتقل ہو جائیں اور ان میں سے ایک مرد کے زمرہ میں شامل ہو جائے اور دوسری عورت کی صف میں، چنانچہ وحشی اور غیر مہذب قبیلے خاص خاص مراسم کے ساتھ اس دور کا خیر مقدم کرتے تھے جو اس امر کے اقرار کے قائم مقام



تھے کہ لڑکایا لڑکی طفولیت کے مرحلہ سے گزر چکے ہیں، یہ مراسم بعض قبیلوں کے پاس تھے اور بعض اوقات انتہائی سخت ہو جاتے تھے مثلاً آسٹریلیا کے بعض قبیلے بالغ ہونے والے لڑکے کے ایک دو دانت اکھاڑ دیتے تھے اگرچہ اس کام کے لئے دو چار گھولسنوں تک نوبت آجاتی، شمالی امریکہ کے بعض قبیلوں کے پاس یہ رسم جاری تھی کہ نوجوانوں کو چند نعتیہ قید خانہ میں ڈال دینے اس کو بُری طرح زد و کوب کرتے اور صرف ضروری غذا اُسے دیتے تھے اسی طرح لڑکیوں کے لئے اسی قسم کی سخت تدبیریں استعمال کی جاتی تھیں۔ چنانچہ لڑکی کو ایک مہینہ تک کسی چھوٹے سے گھر میں قید کر دیا جاتا اور کبھی اس قید و بند کی مدت چند ماہ یا اس سے زائد تک جاری رہتی، لڑکی کو رات کی تاریکی کے علاوہ دوسرے وقت گھر سے باہر نکلنے کی اجازت نہ دی جاتی تھی، برازیل کے بعض قبیلوں کی یہ عادت تھی کہ لڑکی جب بالغ ہو جاتی تو اس کو ایک مہینہ تک گھر میں بند کر دیا جاتا اور سوکھی روٹی اور پانی اس کی غذا ہوتی، پھر ایک ماہ کے بعد اس کو گھر سے باہر نکالا جاتا اور اس کے عزیز واقارب اس کو یہاں تک زد و کوب کرتے کہ وہ بے دم ہو جاتی، بعض اوقات یہ بے رحمی اس کی موت کا سبب بن جاتی۔

دوسرے قبیلوں کے پاس اس قسم کی انسانی سوز رسانی نہ تھیں مثلاً جنوبی آسٹریلیا کے دیلیزی میں بسنے والے نئے قبیلے نوجوان لڑکے کی اخلاقی نقطہ نظر سے تربیت کی طرف توجہ کرتے تھے۔ چنانچہ لڑکے کو خاندان کے کسی بڑے شخص کے سپرد کر دیا جاتا جو ہر روز اس کو اپنے فرائض کی تعلیم دیتا اور اس



کو ایسی باتیں سمجھاتا جو اس کے روبرو زندگی کے راستہ کو روشن کرنے والی ہوتی  
 تھیں، کیفیت نہایت دلنشیں انداز اور نرم لہجہ میں کی جاتی اور وہ اس قدر  
 رحمدلی، شفقت اور تاثیر میں ڈوبی ہوئی ہوتی کہ نوجوان کا دل اس کو  
 سن کر گھل جاتا اور اکثر اوقات اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے  
 آنے والے باب میں ہم عنفوان شباب کے دور میں نشوونما کی کیفیت  
 اور ان تغیرات پر روشنی ڈالیں گے جو لڑکے اور لڑکی پر باری باری سے  
 اس لئے طاری ہوا کرتے ہیں کہ ان کو عہد طفلی سے نکال کر عنفوان شباب  
 کے مرحلہ میں پہنچا دیں۔



**Tibbi Books for  
Atiba Karam**



## دوسرا باب

# وہ تغیرات جو عفو ان شباب میں و نما ہو تے ہیں

## (۱) جسمانی تغیرات

اس میں شک نہیں کہ نوجوانوں کے نشوونما کے خصائص کے متعلق سرسبز اور مسلمین کی گہری آگاہی اکثر اذقات ان کے حق میں اس لحاظ سے سودمند ثابت ہوتی ہے کہ وہ ان امور کی روشنی میں نوجوانوں کے ساتھ بہتر سلوک اور برتاؤ کر سکتے اور ان کے لئے ایسے ہی اعمال کا انتخاب کر سکتے ہیں جن کو وہ انجام دے سکتے ہیں، کیونکہ ان معلومات کی وجہ سے وہ بآسانی ادراک کر لیتے ہیں کہ نوجوانوں میں بخیرگی و شستگی کی کمی اور ان کے حرکات و سکنات میں جو بے آہنگی پائی جاتی ہے اس کا سبب کیا ہے، نوجوانوں کے دھدانی بیماریات میں ان کے تعلق و اضطراب میں ان کے استقلال کی کمی اور زود رنجی اور سرعت الفعال میں جو راز پوشیدہ ہیں۔ وہ اسی آگاہی کی بدولت مسلمین پر منکشف ہو جاتے ہیں، یہ تمام خصائص و اوصاف ہیں جو اکثر نوجوان



مدارس کے طلباء اور طالبات میں مشاہدہ کئے جاتے ہیں؛

## جسمانی نشوونما

جسمانی نشوونما ہی وہ اساس ہے جس پر دجالی سماجی اور اقتصادی نشوونما کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ چنانچہ جس بچے کے جسمانی قوی اچھے نہ ہوں نہ تو اس کے اعضاء جنسی میں نشوونما ہو رہا ہے اور نہ اس کے دماغ میں پختگی جاری ہے۔ اس کے اندرونی اعضاء اور نظامات اپنے حجم اور گنجائش کے لحاظ سے ایسے ہیں کہ جسمانی نشوونما کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو ایسا بچہ نہ تو مرد بننے کے قابل ہوگا اور نہ اس کی سوچ سمجھ مردوں کے مرتبہ تک پہنچے گی اسی طرح وہ اپنی خود اعتمادی بھی حاصل نہیں کر سکتا؛

## حرکات اور ان کا توازن

اس دور میں جسمانی نشوونما بہت تیز ہو جاتا اور جسم کا وزن اس درجہ بڑھ جاتا ہے کہ بعض اوقات مختلف اعضاء کی نگہداشت ایک حد تک مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں اور کمر کی حرکتوں میں بھی توازن قائم نہیں رہتا، بالخصوص یہ حالت لڑکیوں میں ہوا کرتی ہے کیونکہ یہ کیفیت ان میں لڑکیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ عہد طفلی میں لڑکا اس کی مشق کرتا ہے کہ اپنے جسم کے اعضاء دجوارح پر قابو پائے اور یہ جان لیتا ہے کہ ان اعضاء کو اپنی ضرورتوں کے پورا کرنے میں کس طرح استعمال کرے، اس کی مثال



اس کا ریگر کی ہے جو اپنے آلات کی مشق کرتا ہے چنانچہ جب وہ ان کو اپنے ہاتھ سے استعمال کرتا ہے تو تھوڑی بہت مہارت تیزی اور ہم آہنگی کا مظاہرہ کرتا ہے لیکن جب ہم اسے نئے اوزار دیں اور مطالبہ کریں کہ یہ اہلیں استعمال کرنے کے حالانکہ وہ اب تک پرانے اوزار کی ایک مدت تک مشق کر چکا ہے تو ہم شایدہ کریں گے کہ وہ کچھ پریشان سا ہو جائے گا اور ان آلات کے ذریعہ نازک کام انجام دینا اس کے لئے دشوار ہو گا تا وقتیکہ وہ ان کی مشق نہ کرے اس کی ایک اور مثال اس ٹینس کے کھلاڑی کی سی ہے جو اپنا مخصوص ریکٹ (Racket) استعمال کرتا ہو لیکن جب وہ گم ہو جائے اور دوسرا ریکٹ استعمال کرنے پر مجبور ہو جائے تو ہم دیکھیں گے کہ اس کی ضربیں بے قاعدہ اور غیر منظم ہوں گی اس کا ہاتھ نئی ریکٹ کو قابو میں نہ رکھ سکے گا جیسا کہ اس کو پرانی ریکٹ پر دست رس حاصل تھی۔ اسی طرح شایدہ کیا گیا ہے کہ لڑکا (یا لڑکی) اس دور میں دسترخوان بچھانے یا چارپیش کرنے میں امداد پہنچانے کو ناپسند کرتا ہے۔ کیونکہ یہ کام جن حرکات پر مشتمل ہوتا ہے ان میں سے اکثر ہاتھوں یا انگلیوں کے توازن کے محتاج ہیں چنانچہ اسے یہ خوف دامنگیر ہوتا ہے کہ کہیں چائے ہمالوں کے کپڑوں پر نہ گر جائے۔ کیونکہ اسے اپنی ان انگلیوں یا ہاتھوں پر بھر دسہ نہیں ہے جو دراز ہو گئے ہیں۔ گویا اس کے لئے ایک نئی چیز بن گئے ہیں

اعضاء و جوارح کے نشوونما کی رفتار



نوجوانوں کے لئے مزید اندلیشوں کا باعث یہ بھی ہے کہ اعضاء اپنے  
 تیز رفتار نشوونما میں ایک تناسب سے نہیں بڑھتے اور نہ وقت و احوال میں  
 بڑھ جاتے ہیں بلکہ بعض اعضاء تو اپنی انتہائی سرعت تک مختلف اوقات  
 میں دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں پہنچتے ہیں چنانچہ ہاتھ اور پاؤں اس حد  
 تک بڑھ جاتے ہیں کہ عنفوان شباب کے ادوار دور میں جسمانی لمبائی  
 کے ساتھ میل نہیں کھاتے کیونکہ اس وقت ان کی لمبائی اپنی انتہا تک  
 پہنچ جاتی ہے۔ حالانکہ جسم کے اعضاء اب تک اس درجہ تک نہیں پہنچتے  
 چنانچہ ہم دیکھیں گے کہ لڑکے یا لڑکی کے کرتے ان کی آستینوں کی کوتاہی  
 کی وجہ سے ان کے لئے نامناسب ناموزوں ہیں حالانکہ پرانے جوتوں  
 کا پہنا دوزں پاؤں کے لئے باعث تکلیف و اذیت ہو گیا ہے۔ کیونکہ  
 وہ تیزی سے بڑھ گئے ہیں، ایک مرتبہ کا داقہ ہے کہ ایک لڑکا جب  
 کبھی نمائش یا عجائب خانہ کی سیر کے لئے مدرسہ کی پارٹی کے ساتھ جایا  
 کرتا تو دوران سیر میں کئی مرتبہ بیٹھ جایا کرتا، اور اپنے جوتے نکال لیتا تاکہ  
 جوتوں کے تنگ ہونے کی وجہ سے جو تکلیف اس کے پاؤں کو پہنچ  
 رہی ہے تھوڑی دیر کے لئے اس سے نجات پائے اس لئے کہ اس کا  
 باپ ان ہی جوتوں کے پہننے پر اسے مجبور کرتا تھا اور نئے جوتے خرید کر  
 دینے سے اس لئے انکار کر دیا تھا کہ پرانے جوتے اب تک صحیح سالم ہیں  
 اس قسم کا ناموزوں نشوونما بالغ نوجوانوں کے لئے حیرت و اضطراب کا  
 موجب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اس حقیقت سے ناواقف ہوتا ہے اور



اُسے گمان ہونے لگتا ہے کہ اس کے ہاتھوں اور پاؤں کا یہ نشوونما بدستور جاری رہے گا اور آخر وہ سب سے زیادہ دراز قد ہو کر رہ جائے گا اس وقت اس کے لئے اپنے دل کو یہ کہہ کر مطمئن کر لینا بہتر ہو گا کہ یہ اعضاء دوسروں کی بہ نسبت پہلے بڑھ جاتے ہیں اور یہ اپنے انتہائی کمال تک پہنچ جاتے ہیں اس کے بعد وہ ہرگز نہیں بڑھیں گے۔

اسی طرح ناک اپنے دوسرے اعضاء کے مقابلہ میں پہلے اپنی انتہائی حد تک پہنچ جاتی ہے، کتے لوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایسی ہیں جو آئینہ کے سامنے کھڑے ہو کر اپنی ناکیں دیکھتی رہتی ہیں اور ان کے سرلیح رفتار نشوونما سے گھبرا جاتی ہیں۔ ان کو یہ اندیشہ رہتا ہے کہ یہ نشوونمایوں ہی جاری رہے گا اور ناک کی یہ لمبائی ان کی شکل و صورت کو بگاڑ دے گی جو کسی طرح ان کے چہرہ کی شکل کے لئے مناسب نہیں ہوتی حالانکہ یہ ناک بعد میں دوسرے اعضاء کے بڑھنے کے بعد چھوٹی ہو جائے گی۔ ان کو نہیں معلوم کہ بہت قلیل عرصہ میں چہرہ اور دوسرے اعضاء نشوونما پائیں گے اور ان کے اور ناکوں کے درمیان تناسب پورا ہو جائے گا۔

یہ بھی مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ چہرہ کا بالائی حصہ اپنے زیریں حصہ سے پیشتر اپنے کمال نشوونما تک پہنچ جاتا ہے اور جب چہرہ کی ہڈیوں کے کامل پختگی حاصل کرنے کے بعد آخر میں پختہ ہوتا ہے۔

**ہڈیاں**

جیسے جیسے فرد عمر میں بڑھتا جائے گا اس کے ہڈیوں کی لمبائی کے ساتھ



ساتھ ان کی ترکیب و ساخت میں بھی تغیر و نما ہوتا جائے گا، چنانچہ بچوں کی ہڈیاں بڑوں کی ہڈیوں سے نہ صرف ان کے حجم میں مختلف ہوں گی بلکہ اپنی کثافت اور ترکیب و ساخت میں بھی مختلف ہوں گی، کیونکہ بچوں کی ہڈیاں چھوٹی اور لچکدار ہوتی ہیں۔

## جلدی مسامات اور گلٹیاں

اس دور میں جلد کے مسامات کشادہ ہو جاتے ہیں، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض گلٹیوں کا فعل بگڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے مسامات بند ہو جاتے اور چہرہ کے لئے بدمنائی کا باعث ہو جاتے ہیں، چنانچہ چہرہ پر بعض دانے اور پھنسیاں نکل آتی ہیں جن کو دانہائے شباب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اس قسم کے دانے نفیاتی طور پر نوجوانوں کی تکلیف کا باعث ہوتے ہیں اور مجبوراً ان کو دوائیں، غازے وغیرہ زیب و زینت کی چیزیں استعمال کرنی پڑتی ہیں ان دانوں اور پھنسیوں کا سبب اکثر اذیت اور سور، ہضم اور سور، تغذیہ ہوتا ہے بہر حال ان کا سبب خواہ کچھ ہی ہو اس سے طلباء کا ذہن دور ان سبق میں منتشر اور پراگندہ ہو جاتا ہے، اسی لئے اس کو استاد کی مشکلات میں سے ایک مشکل مسئلہ شمار کیا جاتا ہے، جن کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ طلباء اس کا درس کان دھر کے سنتے رہیں، حالانکہ بعض طلباء ان دانوں میں مشغول ہو جاتے ہیں جن کو کبھی وہ کریدنے لگتے ہیں جس سے ان کی شکل اور بگڑ جاتی ہے حالانکہ وہ صنف نازک کی نظر کو اپنی طرف کھینچنے کے شدید آرزو مند ہوتے ہیں۔



## وراشت کا اثر قد و قامت پر

نوجوانوں کے درمیان قد و قامت کی درازی اور ان کے سرلیح زقار نشود نما کے لحاظ سے جو فرق ہوتا ہے اس کا تعلق ایک حد تک دراشت سے ہے خواہ یہ دراشت قریب کی ہو یا بعید کی، کبھی ماحول کے موثرات کو بھی اس میں دخل ہوتا ہے لیکن بلاشبہ یہ امر مسلمہ ہے کہ مختلف افراد میں یہ تناسب اس اعتبار سے برقرار رہتا ہے کہ دراز قد دراز ہوتا رہے گا اور کوتاہ قد کوتاہ ہی ہوگا، لیکن عام طور سے جو یہ خیال رائج ہے کہ ایک کوتاہ قد بچہ کبھی بڑھتے بڑھتے مردانہ ہو جاتا ہے یا یہ کہ کسی بچہ کا نشود نما اچانک رک جاتا ہے اور وہ لپتہ قد افراد میں سے ہو جاتا ہے، تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ یہ خیال بالکل غلط ہے اس لئے بہت کم ایسا واقعہ ہوتا ہے کہ انسانی نشود نما اس طریقہ سے برعکس ہو جائے۔

## آواز کی تبدیلی

اکثر مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ نوجوان کی آواز گاہے عجیب و غریب ہو جاتی ہے کبھی کھروڑ کی اور کرخت ہوتی اور کبھی ہم آنگ اور بلند ہو جاتی ہے کبھی ایک ہی لفظ میں پے درپے دو آوازیں نکلتی ہیں اس وقت اس کی آواز شیریں نہیں معلوم ہوتی اس کی وجہ یہ ہے کہ صوتی نظام اچانک نشود نما پا جاتا ہے اور اب تک نوجوان اس کو استعمال کرنے کا عادی نہیں ہو سکا ہے چنانچہ ہم دیکھیں گے کہ وہ اس سے بے خبر ہوتا ہے کہ آیا اس کی آواز بلند ہوئی یا لپست، کبھی ہوگی یا باریک اس زیر و بم کی وجہ سے اس



کی جھجک اور شرم بڑھ جاتی ہے چنانچہ وہ ہمالیوں اور بالخصوص خواتین کے سامنے بات کرنے سے گھبراتا ہے، آواز کے اس تغیر کا سبب نظام صوتی کے نشوونما کی طرف لوٹتا ہے، آواز صوتی اس وقت لمبائی میں دو گنے کے قریب بڑھ جاتے ہیں یہی وجہ ہے کہ بلنار اور زوردار آواز بھری اور لپست آواز میں تبدیل ہو جایا کرتی ہے، اسی طرح حنجرہ (طلق) بڑا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے گردن کے اندر دنی جانب بچ میں ایک نمایاں ابھار پیدا ہو جاتا ہے۔ آواز کے مسئلہ میں لڑکے لڑکیوں کے مقابلہ میں بہت کم اختلاف رکھتے ہیں۔ چنانچہ لڑکیوں کی آواز عام طور پر کڑھنگی کے بڑے درجہ تک نہیں پہنچتی، اگرچہ کچھ خستہ انت اس آواز پر کبھی طاری ہو جاتی ہے بالغ لڑکا لڑکی کی آواز نجی کی آواز سے اس لحاظ سے جدا گانہ ہوتی ہے کہ اس کی آواز بھری ہوتی ہوتی ہے اس کے لغزوں (زیر و بم) میں کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔

## لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان موازنہ

دونوں صنفوں میں قد و قامت کے لحاظ سے موازنہ کیا جائے تو لڑکیاں اور لڑکے تقریباً دسویں یا گیارہویں سال تک اوسطاً برابر رہیں گے حالانکہ اس عمر سے پیشتر لڑکے لڑکیوں سے قد و قامت میں بڑھے ہوئے تھے، لیکن گیارہویں سال کے بعد ہم یہ دیکھیں گے کہ لڑکیاں لڑکوں پر نہ صرف درازی قد میں بلکہ وزن میں بھی فوقیت لے جاتی ہیں، یہاں تک کہ لڑکے تقریباً تیرہویں سال میں اس حد تک پہنچتے ہیں اور اس وقت یہ لڑکیوں سے سبقت



لے جاتے ہیں جس سن میں بلوغت کی ابتدا ہوتی ہے وہ عام طور سے تمام سالوں کی بہ نسبت نشوونما میں بہت تیز ہوتا ہے بعضوں کا قد اس سن میں تقریباً پندرہ سینٹی میٹر بڑھ جاتا ہے بعض اوقات وزن میں کم از کم بیس یا تیس پونڈ اضافہ ہو جاتا ہے۔

اعداد و شمار نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ بارہویں سال سے سترہویں سال تک نوجوانوں کے وزن میں جو اضافہ ہوتا ہے اس کا اوسط سابقہ دس سالوں میں جو زیادتی ہوئی تھی اس کے برابر ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ بڑیوں اور سچڑوں کا نشوونما دور بلوغت اور عنفوان شباب کی ممتاز اور نمایاں خصوصیات میں سے ہے جو عام مشاہدہ میں آیا کرتے ہیں۔ چنانچہ جب ہمیں کوئی ایسا لڑکا نظر آتا ہے جس کے شانے کشادہ اور ہاتھ باز و پندلیاں اور پاؤں دراز ہو گئے ہیں تو ہم فوراً یہ حکم لگا دیتے ہیں کہ اس نے دور بلوغت میں قدم دھریا ہے۔ یہ سرلیح رفتار نشوونما بعض اوقات نوجوانوں کو اور اس کے والدین کو حیرت اور پریشانی میں ڈال دیتا ہے مثلاً یہ کہ اس کی خواہش غذا بڑھ جاتی ہے اور کھانے غیر معمولی درجہ تک پہنچ جاتی ہے چنانچہ ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک لڑکے کا قد ایک ہی سال کے اندر پندرہ سینٹی میٹر تک بڑھ گیا اور اسی کے مطابق اس کی بھوک میں بھی اس حد تک اضافہ ہو گیا کہ رات میں نیند سے بھوکا ہو کر بیدار ہوتا اور پانی سے اپنا پیٹ بھر لیا کرتا۔

قد و قامت اور وزن میں تغیر ہونے کے علاوہ اعضاء کی شکل و صورت میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے چنانچہ فرد و اس کے طفلی کو نکال دیتا اور اپنے



انفراد جنس کی طرح بالغوں کی وضع قطع اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ لڑکیوں کے کوٹھے کی چوڑائی لڑکوں کی بہ نسبت بہت حد تک بڑھ جاتی ہے اسی طرح ان کا سینہ ابھر آتا ہے اور اس میں خاص گولائی پیدا ہو جاتی ہے، حالانکہ اس سے پہلے ان کا سینہ گول ہونے کے بجائے میدھا تھا۔ نشانے کشادہ اور بھرے ہوئے ہو جاتے ہیں، حالانکہ عہد طفلی میں وہ دبے اور کمزور تھے، ادھر لڑکوں میں مردانگی کی خصوصیات جھلک اٹھتی ہیں۔ چنانچہ ان کے بازوؤں اور پاؤں کے پٹھے نمایاں ہو جاتے ہیں، حالانکہ وہ اس سے بیشتر دبے اور گول تھے ان کے نشانے نمایاں حد تک چوڑے ہو جاتے اور بازوؤں میں سختی اور کس بل پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح جبرے کی ہڈیاں پہلے سے زیادہ ابھر جاتی ہیں، اعضا تناسل کا بھی یہی حال ہوتا ہے، کیونکہ وہ جسم کے باقی اعضا کے ساتھ نشوونما میں شریک ہو جاتے ہیں اور اس دور میں وہ اپنی آخری شکل اختیار کر لیتے ہیں، اور ان کا تیز رفتار نشوونما عتقوان شباب کے ظہور کی ابتداء ہی میں پیدا ہو جاتا ہے۔

## لڑکیوں کی بلوغت کا منظر

لڑکیوں کی بلوغت کی نمایاں خصوصیت میں سے ایک خصوصیت حیض ہے۔ اگرچہ بلوغت کے دوسرے آثار و مظاہر بھی پائے جاتے ہیں جو بلوغت سے پیشتر ظہور پذیر ہوتے اور اس کے آنے کی خبر دیتے ہیں، جیسے جسم کے بالوں کا دراز ہو جانا، پستانوں کا ابھار، نعلوں کے نیچے اور اعضاء جنسی کے قریب



ہر جاننا وغیرہ، لیکن کوہے کی کشادگی اور سینہ کا ابھار و دربروغت کی ممتاز خصوصیات میں سے ہیں۔

غیر متمدن قوموں نے حیض کی توجیہ و تشریح مختلف اسباب سے کرنے کی کوشش کی ہے ان میں سے بعض کا یہ گمان تھا کہ سائپ لڑکی کو دس لیتے یا لگر مچھ یا مقدس پرندہ کاٹ کھا تلے، بہر حال حیوان خواہ کسی قسم کا ہو، لگران کے پاس یہ خیال رائج تھا کہ اس ماہواری کا سبب اندرونی زخم ہے، بعض قوموں کا یہ عام اعتقاد تھا کہ چاند انسان کی شکل اختیار کر لیتا اور لڑکی سے گلے ملتا ہے جس کی وجہ سے لڑکی کو یہ حادثہ پیش آتا ہے گویا ان کی نظر میں اس عادت کا پیدا ہونا شادی کے مانند تھا۔ اسی لئے وہ لڑکی کو بالآخر ہونے سے پہلے ہی شادی کر لینے پر مجبور کرتے تھے ورنہ وہ ان کے درمیان اپنی شان و منزلت سے محروم ہو جاتی، چاند کے اور اس ماہوار عادت کے درمیان جو تعلق ہے اس کا عقیدہ اب تک برابر موجود علمی دور میں بھی پایا جاتا ہے۔ جس عمر میں یہ عادت شروع ہوتی ہے وہ مختلف قوموں اور ملکوں کے لحاظ سے مختلف ہے۔ امریکہ کے ایک محقق نے یہ انکشاف کیا ہے کہ اس عادت کے شروع ہونے کا سن اوسطاً تیرہ سال نو ماہ کی عمر ہے یہ انکشاف دس ہزار لڑکیوں کی حالت کا معائنہ و امتحان کرنے کے بعد پیش کیا گیا ہے لیکن یورپ میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حیض کے آغاز کی مدت میں ۱۵ سال اور ۵ مہینے تک کی تاخیر ہو جاتی ہے، لیکن یہاں ایسے حالات بھی ہیں جن کی وجہ سے اس متوسط سن سے مختلف عمریں ہیں یہ عادت نمودار ہوتی ہے کبھی



ایسا ہوتا ہے کہ ایک لڑکی کو حیض ساڑھے نو سال کی عمر میں شروع ہو جاتا ہے اور گاہے دوسری لڑکی کو سترہویں یا اٹھارہویں سال میں شروع ہوتا ہے۔

## حیض کا اثر لڑکی کی ذہنی و جسمانی حالت پر

دورانِ حیض میں لڑکی کی ذہنی و جسمانی حالت پر حیض کے جو اثرات طاری ہوتے ہیں ان سے واقف ہونا اربابِ تعلیم و تربیت کے لئے اہم اور ضروری ہے ہم بحث و تحقیق کے ذریعہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دورانِ حیض میں حیض کی وجہ سے درجہ حرارت یا بنف یا خون کے دباؤ میں کوئی تغیر اور تبدیلی رونما نہیں ہوتی، اسی طرح تندرست عورتوں میں دورانِ حیض میں ان کی ذہنی قوتیں متاثر نہیں ہوتیں بلکہ وہ عورتیں بہ نسبت دوسروں کے اس سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں جو عصبی بیماریوں میں مبتلا یا جنون کا شکار ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس موصوع میں اب تک کوئی یقینی فیصلہ کن نتیجہ پر نہیں پہنچا تاہم مشاہدہ میں آیا ہے کہ اکثر لڑکیاں حیض کی وجہ سے تکلیف میں مبتلا ہو جاتی ہیں جس کا سلسلہ دیر یا سویر جاری رہتا ہے، ان کو دوسرے دورانِ سر، سچڑوں میں کھنچاؤ، چھاتیوں میں درد اور مثانہ میں خراش وغیرہ اس قسم کی شکایتیں عارض ہو جاتی ہیں، کبھی ان کو اسہال کی شکایت بھی پیدا ہو جاتی ہے، برخلاف اس کے بعض لڑکیوں کو قبض ہو جاتا ہے، عام طور پر ان کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے، چنانچہ وہ مکان اور کمزوری کا بہت جلد شکار ہو جاتی اور جسمانی و ذہنی مشقت کو بہت کم برداشت کرتی ہیں



اس قسم کے دقتے اور باریاں ایسے وقت بلاشبہ لڑکی کی تعلیم میں ہر ماہ کچھ دن رکاوٹ پیدا کر دیتے ہیں اس کے سر پرستوں کو چاہیے کہ اس وقت وہ لڑکی کو زیادہ مشقت برداشت کرنے پر اصرار نہ کریں اس میں شک نہیں کہ اس عادت کے دوران میں اکثر لڑکیاں درز شئی کھیلوں مثلاً دد رنے تیرنے اور رقص کرنے میں حصہ لیا کرتی ہیں مگر کمزور لڑکیاں صحت مند اور توانا لڑکیوں کے مقابلہ میں اس عادت سے بہت زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔

## اندرونی اعضاء اور گلیٹیوں کا نظام

نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کے اندرونی اعضاء و احشائے عام طور پر نشوونما پا جاتے ہیں چنانچہ ان کا حجم بڑھ جاتا ان کا فعل تیز ہو جاتا ہے اور خاص کر وہ گلیٹیاں اپنا فعل بڑھا دیتی ہیں جو نشوونما کی تحریک سے متعلق ہیں ان میں بڑے پیمانہ پر سرگرمی پیدا ہو جاتی ہے اور کان کے پاس کی گلیٹی (غده نکیفہ Parotid Gland) جو بچپن کے زمانے میں موجود تھی زایل ہو جاتی اور ڈھال کی شکل کی گلیٹی (غده درقہ Thyrid Gland) جو گردن کے زیریں حصہ میں ہے حجم میں بڑھ جاتی ہے اس وقت گردن کا یہ حصہ بالخصوص لڑکیوں میں نمایاں ہو جاتا ہے بعض گلیٹیوں کا اثر جسم کے نشوونما میں کافی ہوتا ہے کیونکہ بعض گلیٹیوں کے افرازات نشوونما کی مقدار کو محدود کرتے ہیں۔ اگر یہ افرازات بڑھ جائیں تو وہ شخص سرد آزاد کی طرح دراز قد ہو جائے گا اور اگر یہ گھٹ جائیں تو ٹھنکنا ہو کر رہ جائے گا۔



## جنسی گلیٹیاں

جنسی گلیٹوں کا نقل پہلی مرتبہ دور عنفوان شباب میں شروع ہو جاتا ہے جنسی تبدیلی ان تمام تغیرات میں نمایاں ہوتی ہے جو فرد پر یکے بعد دیگرے طاری ہوتے ہیں، یہ تبدیلی فرد کی زندگی میں بہت اہمیت رکھتی ہے لیکن اس کے باوجود یہ فرد پر دہشت و اضطراب بن کر چھا جاتی ہے، چنانچہ اعضاء جنسی کا نشوونما اور جنسی گلیٹوں کے افرازات کا ظہور نوجوان کے اندر الجھن پریشانی، تنفر اور چڑچڑاپن پیدا کر دیتے ہیں، بالخصوص ان اُممہ پر قابو پانا بعض اوقات حد درجہ دشوار ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ "انعکاسی افعال" کے تابع ہو جاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ جنسی گلیٹوں کی پختگی دور عنفوان شباب کی آمد کی نمایاں علامات میں سے ہے، ان گلیٹوں کی اہمیت محض ان کے ذاتی نشوونما کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس لحاظ سے ہے کہ اس کے ساتھ وجدانی تبدیلیاں ہو جاتی ہیں، ہم اس کی تشریح وہاں کریں گے جہاں وجدانی تغیرات سے بحث کریں گے۔

پسینہ کی گلیٹیاں اپنے افرازات کے عمل کو بیدار رکھتی ہیں یہی وجہ ہے کہ ہم اکثر یہ دیکھتے ہیں کہ ثانوی مدارس کے طلباء کے ہاتھ اور چہرے ابتدائی مدارس کے طلباء کی بہ نسبت بہت زیادہ پسینہ سے شرابور ہو جاتے ہیں، جوان کے لئے بڑی مشکل اور پریشانی کا سبب بن جاتے ہیں، خاص کر یہ پریشانی ان کو نقشے چھڑانے کے وقت لاحق ہو جاتی ہے اور الجھنیں



اندیشہ ہوتا ہے کہ مبادا یہ لپینہ جوان کے ہاتھوں پر بہہ رہا ہے، ان کی کامیوں کو آلودہ کر دے، علاوہ ازیں شدت گرما میں اس بہنے والے لپینہ کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے، لیکن سرورہ عمل جوان کے جذبات کو تیز تر کر دے ان کے لپینہ کو بھی زیادہ کر دیتا ہے، مثلاً کسی الجھن یا پریشانی میں گرفتار ہونا کسی سے شرمندہ ہو جانا یا مدرسہ کے کسی مشکل فریضہ مثلاً ریاضی کے کسی دشوار گزار مسئلہ میں غور و فکر کرنا، یا مشکل سندسہ دہیت کی مشق انجام دینا یا کوئی پیچیدہ نقشہ تیار کرنا وغیرہ یہ تمام ایسے اعمال ہیں جو جذبات میں یہجان دھجھان پیدا کر دیتے ہیں، کسی طالب علم کا اپنے ساتھی سے دلگی مذاق کرنا اور اس کا مضحکہ اڑانا بھی لپینہ کے عمل کو تیز کر دیتا ہے اور اس ساتھی کی الجھن اور بوکھلاہٹ میں اضافہ کر دیتا ہے، علاوہ بریں یہ گھٹیاں لڑکے یا لڑکی کے عام لشو دھما کے مکمل اور پامدار ہونے کے بعد بہت جلد اپنی طبعی حالت پر لوٹ آتی ہیں۔

## معدہ، قلب اور شش

اسی طرح معدہ بھی بڑھ جاتا ہے تاکہ اس جسم کی ضرورت کو پورا کرتا رہے جو بڑھ گیا ہے۔ اسی تناسب سے دوسرے اعضاء نظام ہضم بھی لشو دھما پا جاتے ہیں۔ اسی طرح دونوں پھیپھڑوں اور دل کا لشو دھما ہوتا اور ان کے حجم میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس دور میں پھیپھڑوں میں آسانی سکت پیدا ہو جاتی ہے کہ جو بوجھ اور مشقت ان پر ڈالی جا رہی ہے اس کو برداشت



کر لیں۔ اگرچہ یہ بوجھ بھاری ہی ہو، وہ اس بوجھ کو اٹھانے اور ہر مشقت کا مقابلہ کرنے کے لئے مختلف کیفیات اختیار کر لیتے ہیں۔ بر خلاف اس کے قلب ہر اس مشقت و محنت سے کنارہ کش ہوتا ہے جو اس دور میں اس کے حجم اور اس کی قوت کے مناسب و موزوں نہیں ہوتی۔

## دماغ

دماغ میں کوئی اچانک بڑھوتری کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا، نہ طول میں نہ عرض میں نہ وزن میں، کیونکہ دماغ اور سر یہ دونوں دور بلوغت سے کچھ پہلے ہی تقریباً اپنے کمال نشوونما کے درجہ پر پہنچ چکے ہوتے ہیں، چنانچہ لومبارڈ بچہ کا سر اس کے جسم کے مقابلہ میں بہت بڑا ہوتا ہے، پیدائش سے چھ سال تک ہاتھ پاؤں اور دھڑکی بہ نسبت بہت سست رفتاری کے ساتھ نشوونما پاتا ہے، اگر کوئی انسان اس تناسب سے نشوونما پائے جو اس کے پیدائشی سر اور اس کے جسم کے درمیان پایا جاتا ہے تو اس کی شکل عجیب و غریب ہو جاتی، کیونکہ اس کا سر بہت بڑا ہو جاتا ہے۔

## نوجوانوں کے امراض

یہ تیز رفتار تغیرات نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کو بعض امراض و آفات کا نشانہ بنا دیتے ہیں، وہ لوگ ان بیماریوں سے بچے رہتے ہیں جن کی ابتدا اور تربیت اچھی کی گئی ہو اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے کافی احتیاط برتی گئی ہو، چنانچہ بعض اوقات وہ خون کی کمی، کوزہ نشستی، کمیسر، درد سر، اختلاج



دھڑکن اور دوسرے عصبی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، ان خطرناک عوارض کی اہمیت ان اعداد و شمار سے واضح ہوتی ہے جن کو سر ولیم ہمیر نے انگلستان کے ثانوی مدارس کے ودنہرار لڑکیوں کا معائنہ کرنے کے بعد پیش کیا ہے، چنانچہ اس نے دیکھا کہ ۸۷ فیصد لڑکیاں خون کی کمی میں، ۷۱ فیصد کوزہ پستی میں اور ۲۵ فیصد بینائی کی کمزوری میں مبتلا ہیں، امراض و آفات کے تناسب کی یہ زیادتی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ انگلستان جیسے شہر میں جہاں ہمارے ملک کی بہ نسبت تعلیم کا بہتر انتظام ہے اور بالخصوص جسمانی تربیت پر کافی توجہ کی جاتی ہے اب تک مدرسہ نے صالح لوجوان پیدا کرنے کی صلاحیت کا ثبوت نہ دیا، یہاں کے لوجوان بشمار امراض قلب و سینہ کا شکار رہتے ہیں، معلوم یہ ہوتا ہے کہ ذہنی کاوشیں لڑکوں کے لئے اتنی نقصان دہ نہیں ہوتیں جتنی کہ لڑکیوں کے لئے مضر ہوتی ہیں۔ سر ولیم ہمیر کا بیان ہے کہ صنعت بینائی کی شکایت ثانوی مدارس میں ابتدائی سالوں سے درمیانی سالوں تک بہت زیادہ عام ہوتی ہے۔

یہ امراض و آفات اس تیز رفتار نشو و نما کی پیداوار ہیں جن کو قبول کرنے کے لئے گاہے جسم ابھی تک آمادہ و تیار نہیں ہوتا، ہر اس عضو کے لئے جو نشو و نما کی تربیت کا حصہ دار ہے ضروری ہے کہ اس کی کافی تیاری کرے چنانچہ در بلوغت میں قلب پہلے سے زیادہ محنت و مشقت کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں خون کی آمد و شد زیادہ ہو جاتی ہے اور اس خون کو زندگی کے ہر لمحہ میں شہ رگ کی طرف روانہ کرنا قلب کا فریضہ ہو جاتا ہے۔



چنانچہ پیدائش کے وقت قلب شہ رگ کی طرف ہر سکند میں بیس گرام خون پھینکتا ہے، یہ مقدار بڑھتے بڑھتے تیسرے سال میں ۶۳ گرام تک پہنچ جاتی ہے اسی طرح اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ چودھویں سال میں یہ مقدار ۱۴۱ گرام تک پہنچ جاتی ہے یعنی اس مقدار سے دوسو فیصد اضافہ ہو جاتا ہے جس کو وہ بچپن میں شہ رگ (اور طئی) کی طرف روانہ کیا کرتا تھا، حالانکہ یہ معلوم ہے کہ قلب کا حجم بذات خود ۳۰ فی صد سے زائد نہیں بڑھا ہے، اس کے معنی یہ ہوئے کہ قلب بچپن کے زمانہ میں جس قوت سے کام کرتا تھا اب دور بلوغت کے وقت اس سے کئی گنا قوت صرف کر رہا ہے، اب ہر معلم اور سرپرست کا فرض یہ ہے کہ لڑکوں یا لڑکیوں کو زیادہ تیز مشقتیں برداشت کرنے اور سخت درزیشیں انجام دینے کی زحمت نہ دیں تاکہ قلب پھیل نہ جائے، جو کہ اس دور میں کثیر الوقوع ہے اسی طرح سماجی زندگی کے لوازمات اور ضروریات میں زیادتی لڑکوں اور لڑکیوں کی صحت پر مضر اثرات رونما کرنے کا موجب ہو جاتی ہے چنانچہ زیادہ دیر جاگنا، تمباکو نوشی، سینما بینی، شراب خواری اور رقص و سرود کی محفلوں میں شہرکت یہ تمام لڑکوں کی زندگی کو ختم کر دیتے ہیں جس کی تلافی کی صورت یہ ہے کہ زیادہ مدت تک راحت و آرام لیا جائے جس کی پابندی لڑکوں سے نہیں ہو سکتی اور نہ ہی اس قسم کا چین اور آرام اُسے میسر ہوتا ہے حالانکہ وہ اس کا زیادہ حاجتمند ہے۔

یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ باوجودیکہ لڑکوں میں اس دور میں امراض



آفات کا بہت زیادہ شرکار ہو جاتے ہیں لیکن اموات (طبعی) کا تناسب بہ نسبت کسی اور دور کے اس عہد میں بہت کم ہوتا ہے، مگر حادثات سے جو اموات واقع ہوتی ہیں وہ اس دور میں زیادہ ہوتی ہیں، غالباً اس کا سبب وہ آزادی ہے جو نوجوان اس دور میں حاصل کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ غرقابی کے واقعات، سواروں اور آتشیں تنھیاروں کے حادثات بسا اوقات اس دور میں بہ نسبت کسی اور دور کے بہت زیادہ وقوع پذیر ہیں، غالباً ان کی توجیہ یہ کی جائے گی کہ نوجوان ان نئے آلات اور جدید ایجادات کو بغیر کسی نگران کار کے اپنی کم آگاہی اور نا تجربہ کاری کی وجہ سے استعمال کرتے ہیں۔

کبھی قارئین کے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی ایسا ناگہانی نشوونما ہے جو وقت واحد میں فرد کی زندگی میں نمودار ہو جایا کرتا ہے اسی لئے ہم یہ ذہن نشین کر ادینا مناسب سمجھتے ہیں کہ ہم نے جس نشوونما کا ذکر کیا ہے وہ کسی ایک وقت میں دفعۃً پیدا نہیں ہو جاتا، بلکہ فرد کی زندگی کے تمام ادوار میں رفتہ رفتہ رونما ہوا کرتا ہے، بلکہ وہ کسی دور میں بہت زیادہ تیز رفتار ہوتا ہے اور کسی زمانہ میں کم، اسی طرح یہ بھی پیش نظر رہنا چاہیے کہ باوجود اس کے کہ نشوونما مختلف اعضاء میں مختلف اور جداگانہ ہوتا ہے، لیکن وہ ایک مکمل اور مربوط وحدت ہوتی ہے، جو تمام گوشوں اور زادیوں سے متحد اور ہم آہنگ ہے، کسی عضو پر جو بھی قوت یا عافیت لاحق ہوتی ہے سمجھنا چاہیے کہ باہمی شدت اتصال کی بنا پر دوسرے



اعضا، بھی اس سے ضرور متاثر ہوتے ہیں۔ کوئی عضو اپنے دوسرے عضو سے  
بے نیاز ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا ہے

بنی آدم اعضائے یکدیگر اند کہ در آفرینش زیک جو سر اند  
چو عضوے بدر دادر و در دزگار دگر عضو ہار انماند قسرا

اس میں شک نہیں کہ لوجہ انوں کے جسمانی نشوونما کا مطالعہ ان اشخاص  
کے لئے عظیم الشان اہمیت رکھتا ہے جو ان کی تربیت کے ذمہ دار اور  
ان کے معاملات میں ذخیل ہیں۔ کیونکہ یہ مطالعہ اکثر اوقات مختلف قسم  
کے معینہ کھیلوں کی طرف ان کے رجحانات ہیں ان کی اور بعض افراد  
کے درمیان بھائی چارگی کے خیالات کی تشریح کر دیتا ہے۔ تربیت جسمانی  
کے استادوں کے لئے بھی اس مطالعہ کی جو اہمیت و عظمت ہے وہ بھی  
مسلمہ ہے کیونکہ تربیت کو جسمانی نشوونما سے اور مختلف اعضاء بدن کے  
مختلف حرکات کے درمیان ہم آہنگی پیدا کرنے سے شدید تعلق ہے یہ امر  
ذہن سے اوجھل نہ ہونا چاہیے کہ جسمانی نشوونما کی مشکلات ذہنی و نفسانی  
نشوونما سے شدید ربط رکھتی ہیں اور ذہنی و نفسی نشوونما کو لوجہ ان لڑکے  
اور لڑکی کی تربیت سے گہرا تعلق ہے۔

## (ب) ذہنی تغیرات

دور بلوغت میں معاملہ صرف جسمانی تغیرات تک ہی محدود نہیں رہتا  
بلکہ یہاں نہایت اہم ذہنی تبدیلیاں بھی رونما ہوتی ہیں ان کو جسمانی تغیرات



کے ساتھ کافی تعلق ہوتا ہے، جدید تحقیقات سے پتہ چلا ہے کہ جسمانی اور ذہنی  
 قوتوں کے درمیان زبردست لگاؤ ہے، اگرچہ بعض اوقات یہ تعلق کمزور ہوتا ہے  
 چنانچہ کمزور عقل اشخاص کے درمیان جسمانی نشوونما کے لحاظ سے سوائے  
 چند مقررہ علامتوں کے کوئی فرق نہیں پایا جاتا۔

## قوائے عقلیہ

دور بلوغت میں عقلی و ذہنی قوتوں کا نشوونما واضح ہو جاتا ہے چنانچہ کسی  
 چیز پر فیصلہ صادر کرنے، کسی مسئلہ کی توجیہ و تعلیل کرنے، معاملہ فہمی، دور اندیشی  
 اور توجہ کو ایک مرکز پر لانے وغیرہ کی قوت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس میں  
 شک نہیں کہ کچھ نشوونما کا تعلق انسان کی بعض ان ذہنی عادتوں اور خصلتوں  
 کے نشوونما سے ہوتا ہے جو عہد طفلی کے دوران میں دور بلوغت تک پیدا  
 ہو جاتی ہیں اور بعض نشوونما تو انسان نشوونما کے مطابق فطری و طبعی رفتار  
 سے وابستہ ہوتا ہے، چنانچہ طریقہ تعلیم پر جو تحقیقات کی گئی ہیں ان سے پتہ  
 چلتا ہے کہ انسان کی قوت بڑھتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت مقررہ  
 پر پہنچ کر یہ زیادتی اس میں سست پڑ جاتی ہے۔ وہ خط بیانی جو اس وقت  
 طریقہ تعلیم کی نمائندگی کرتا تھا جامد دکھائی دیتا ہے گویا ایک کھٹوس خط  
 بن کر رہ گیا ہے جو ملبندی کی طرف حرکت نہیں کر رہا ہے پھر کچھ مخصوص د  
 معین وقفہ گزرنے نہیں پاتا کہ ملبندی کی طرف لوٹ جاتا ہے اور یہ ثابت  
 کرتا ہے کہ انسان کو علم حاصل کرنے کی قوت میں زیادتی ہوتی جاتی ہے۔



اس بازگشت کی توجیہ کبھی یہ کی جاتی ہے کہ انسان کی عادتیں منظم طور پر جاری ہوتی اور اس کے اندر جائزیں ہو جاتی ہیں اور وہ ان طریقوں پر قابو پالیتا ہے جن کو اس نے حاصل کیا ہے۔

## ذہنی امتحانات

بالغ نوجوانوں کی ذہنی قوتوں کا اندازہ کرنے کے لئے یورپ و امریکہ میں وسیع پیمانہ پر ذہنی امتحانات رو بہ عمل لائے گئے، اسی طرح کچھ عرصہ سے مصر میں بھی ان امتحانات کو استعمال کیا جانے لگا ہے۔ ان امتحانات کے نتائج زبردست مددگار ثابت ہوئے، جن سے ہم عقلی نشوونما کے متعلق بے شمار نفسیاتی حقائق اخذ کر سکتے ہیں، یہ ثانوی مدارس کے استادوں اور ان کے علاوہ جو لوگ اس نشوونما کے معاملہ میں دلچسپی لیتے ہیں مثلاً والدین اور نوجوانوں کی اصلاحی درسگاہوں اور تربیت گاہوں کے منتظمین اور سرپرستوں وغیرہ کے لئے بہت بڑے مہم و معادن شمار ہوتے ہیں۔

محققہ اولیو ویلر (Olive Wheeler) نے دو سو اشخاص کا امتحان کیا تو اس نتیجہ پر پہنچی کہ ان میں سے ایک سو بیس افراد نے بیان کیا کہ در بلوغت میں انھیں مطالعہ سے گہری دلچسپی پیدا ہو گئی تھی ایک سو نو کے رد برو فطرت ایک نئے لباس میں جلوہ گر ہوئی تو یہ اس کے دلدادہ و شیفہ ہو گئے اٹھادہائی نے شعر کہنا شروع کر دیا تھا اور ان میں سے چھیالیس افراد کو علمی مباحث و تحقیقات سے عشق پیدا ہو گیا۔



## حواس کا نشوونما اور خواب ہائے بیداری

اسی طرح حواس مثلاً قوت ذائقہ (چکھنے کی قوت) قوت لامسہ (چھونے کی قوت) اور قوت سامعہ (سننے کی قوت) تیز اور نازک ہو جاتے ہیں خیال کے خصوصی گوشے اور بالمخصوص خواب ہائے بیداری وسیع ہو جاتے ہیں جن کے دامن میں لوجوان اپنی ان آرزوں کی تکمیل کی خاطر پناہ گیر ہوتا ہے جن کی تکمیل کے لئے رزمہ کی زندگی میں کوئی گنجائش نہیں پاتا۔ چنانچہ وہ اپنے آپ کو مثلاً ریاضی کے کھیلوں کا ہیرہ تصور کر لیتا ہے جس کی طرف ہر شخص مدرسہ میں انگلیوں سے اشارہ کرتا ہے، یادہ اپنے کو لوجوان لڑکیوں کی نگاہوں کا مرکز خیال کر لیتا ہے اور وہ ان کے سامنے خرام ناز سے چلتا اور کبر و نخوت سے سرشار ہو کر منظر ہر کرتا ہے جب اس پر مدرسہ کی زندگی کی مشقتیں شدید ہو جاتی ہیں تو اپنے آپ کو یہ تصور کر بیٹھتا ہے کہ امتحان میں اپنے تمام ساتھیوں سے بازی لے گیا ہے۔ اب وہ شتر بے ہمار کی طرح آزاد ہو گیا ہے درس و مطالعہ کی اس کو کوئی پروا نہیں یا امتحانات کا میاب کرنے کی حاجت نہیں، الغرض وہ اپنے خصوصی حالات اور ماحول کے واقعات کے مطابق اپنی خواہشات اور تمناؤں کے خواب دیکھا کرتا ہے، بیداری کے خواب تو اپنی ذاتی حد تک برگشتہ حالت میں شمار نہیں ہوتے۔ کیونکہ ہم میں سے ہر ایک کسی نہ کسی دن ان خوابوں کی مشق کیا کرتا ہے بلکہ برگشتہ اور متجاوز حالت تو وہ ہے جب کہ ان ہی خوابوں اور خیالوں کے سمندر میں غوطہ زنی کی جائے اور ہمیشہ ان ہی کے دامن میں پناہ لی جائے، جب کبھی



انسان کسی مشکل سے دوچار ہو اور اس کو حل کرنے سے عاجز ہو جائے تو یہ خواب اس کا آرام دہ ملجا وادی ہو جاتے ہیں جس کی طرف وہ شخص اس لئے بھاگ آتا ہے کہ جن مشکلات و مصائب سے یہ دوچار ہے ان کو ذہن سے بھلا دے اسی لئے اس کا اندیشہ رہتا ہے کہ نوجوان ان خوابوں سے لذت یاب ہو اور یہ خواب اس کے دن رات کا مشغلہ ہو جائیں اور ایک ایسی عادت بن جائیں جن سے چھٹکارا پانا دشوار ہو جائے چنانچہ اس کے درمیان اور خارجی زندگی کے مابین ایک وسیع خلا پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے ذہن و دماغ پر خیال مسلط ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ پہلے تو مشکل اور دشوار گزار امور کے حل کرنے سے عاجز ہو جاتا اس کے بعد آسان مسائل کو سلجھانے کی اس کے اندر سکت باقی نہیں رہتی۔ اس طرح وہ زندگی میں ناکام و نامراد رہتا اور مدہوش در ماندہ اور مسکین بن جاتا ہے الغرض رفتہ رفتہ اس کی اخلاقی سماجی اور اقتصادی حالت بگڑ جاتی ہے۔

## خوابوں کا علاج

خوابوں کے اس واقعہ سے بانجبر رہنا والدین اور استادوں کے لئے کس قدر اہم اور ضروری ہے یہ ہر شخص جانتا ہے جب انھیں اس واقعہ کی خبر ہوگی تو وہ اس کے جاگزیں ہو جانے سے پیشتر ہی اس کی تلافی کی کوئی سبیل پیدا کرنے کی کوشش کریں گے ان خوابوں کے علاج کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ نوجوان لڑکے اور لڑکی ایسی مصروفیات فراہم کر دی جائیں



جن میں وہ اپنا وقت گزار دیں اور اپنے مکرو خیال کو اسی میں مشغول کر دیں اور یہ مصروفیات ان کے میلانات اور شوق و ذوق کے مطابق ہوں تاکہ وہ ان کے فکر و عقل کو اپنا گردیدہ بنالیں اور ان کو بیداری کے خوابوں کی دادیوں میں بھٹکنے سے باز رکھیں یہی وجہ ہے کہ مکتبی یا گھریلو دلچسپ مشغلے مثلاً نقشہ کشی، سیکڑوں کی سواری، آلات موسیقی کی مشق، پیرا کی، بھاگ دوڑ، گیند کھیلنا وغیرہ یہ تمام چیزیں ان افراد کے لئے جو در بلوغت میں قدم و صر چکے ہیں تربیت کے لئے بہترین اور مفید وسائل میں سے ہیں یہ سب اس لحاظ سے سودمند ہیں کہ جب تک ان میں اس طرح افراط اور غلو نہ برتا جائے کہ نوجوان اپنا پورا وقت ان ہی تفریحات میں صرف کر دے اور ان کے سوا زندگی کی دوسری ضروریات کو نظر انداز کر دے۔

اس دور میں بحث و تحقیق سے محبت کا آغاز ہو جاتا ہے اسی طرح فکر و خیال مذہبی امور کی طرف رخ کرتے ہیں اور مذہبی مسائل کی بحث و تحقیق سے دلچسپی ہوتی ہے یہ بھی ایک بہتر طریقہ ہے کہ نوجوانوں کے میلانات اس گوشہ میں سیراب ہوں لیکن یہ امر ملحوظ رہے کہ مذہبی مسائل میں بے جا اختلافات اور بے فائدہ جھگڑے اور مناظرے برپا نہ ہو جائیں۔

## فہم و ذکا کے پیمانے

فہم و ذکا کے پیمانوں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ نوجوانوں کا حافظہ اچانک طور پر نہیں بڑھ جاتا، بلکہ فطری رفتار پر ترقی کرتا رہتا ہے، فہم و ذکا،



کے پیمانے عام طور پر یا تو لفظی ہوتے ہیں یا غیر لفظی، لفظی پیمانے تو الفاظ سے ترکیب پاتے ہیں اور طالب علم کے اندر ان الفاظ کے معانی و مطالب کو سمجھنے کی صلاحیت کے مطابق قائم ہوتے ہیں، غیر لفظی معیاروں کا دار و مدار ایسے اعمال و حرکات پر ہوتا ہے جس میں کسی قسم کی گفتگو کو دخل نہیں ہوتا، اول الذکر پیمانہ اپنی اجتماعی و انفرادی دونوں قسموں کے لحاظ سے نوجوان بالغوں پر آزمایا گیا، چنانچہ اجتماعی پیمانے وہ ہیں جو طالب علموں کی جماعتوں پر بیک وقت آزمائے جاتے ہیں اور انفرادی پیمانے وہ ہیں جو یکے بعد دیگرے افراد پر استعمال کئے جاتے ہیں۔ انفرادی پیمانوں میں سے مشہور پیمانہ بینے (BINET) ترمان (TERMAN) اور میرل (MERRILL) کا ہے اس پیمانہ کو دوسرے سال کے بچوں سے لے کر بڑے اور ذہین بچوں تک آزمایا جاسکتا ہے، یہ پیمانہ لفظی امتحانات سے تعلق رکھتا ہے، اجتماعی طور پر جو امتحانات نوجوانوں پر استعمال کئے جاتے ہیں ان میں سے ترمان آلس (OTIS) اور پرسے (PRESSEY) کا امتحان ہے، ڈاکٹر بالارڈ نے انگلستان میں نوجوانوں پر تجربہ کر کے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ جو خط بیانی اس دور میں فہم و ذکاوت کے نشود و نما کو واضح کرتا ہے اس میں کوئی ابھار یا ناگہانی فراز یا ناگہانی نشیب کا مشاہدہ نہیں کیا جاتا موصوف فہم و ذکاوت کے بشمار امتحانات کرنے کے بعد فطری طور پر اس نتیجہ پر پہنچے ہیں، ان کے علاوہ دوسرے علماء نفسیات کی طرح موصوف بھی ان امتحانات و تجربات کے بعد ایک اہم نتیجہ پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ فطری فہم و ذکاوت کا نشود و



تقریباً سولہویں سال میں موقوف ہو جاتا ہے اگرچہ اب تک علماء نفسیات اس نتیجہ پر متفق نہیں ہوئے ہیں۔ یہ ایک اہم حقیقت ہے جس کو اس دور میں قدر و قیمت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

## فہم و ذکاؤ کے نشوونما کی آخری حد

جس طرح دور بلوغت میں اکثر اعضاء کا نشوونما انتہا کو پہنچ جاتا ہے اسی طرح فطری ذکاؤ بھی اپنی انتہائی حد پر پہنچ جاتی ہے، لیکن اس کے بعد جو ذہنی نشوونما کا مشاہدہ کیا جاتا ہے تو اس کی توجیہ بعض علماء نفسیات نے اس طرح کی ہے کہ یہ حاصل کئے ہوئے تجربہ اور فطری صلاحیت و استعداد کو کام میں لانے کی قوت میں نشوونما ہوتا ہے اس بنا پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ فطری فہم و فراست اپنی انتہا کو پہنچنے کے بعد بھی ذہنی قوت و توانائی میں اضافہ ہوتا رہتا ہے، لیکن اس سلسلہ میں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ آزمایا ہوا تجربہ اس نتیجہ سے گہر التعلق رکھتا ہے جس کو تجربہ کرنے والا حاصل کرتا ہے، ارباب تحقیق نے ذہنی امتحانات کے ابتدائی دنوں میں یہ پتہ چلایا ہے کہ دانائی کا نشوونما دور بلوغت کے ابتدائی یا درمیانی سالوں میں موقوف ہو جاتا ہے جن محققوں نے پہلی جنگ عظیم میں امریکی فوج کے فہم و فراست کا تجربہ کیا ہے وہ اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ان کا ذہنی نشوونما تقریباً تیرہویں یا چودھویں سال میں رک جاتا ہے لیکن بعد کی تحقیقات نے یہ ثابت کر دیا کہ نشوونما کا ٹھہراؤ محض ایک ظاہری



امر ہے جو درحقیقت مستعملہ تجربہ و آزمائش سے تعلق رکھتا ہے مثلاً قوت حافظہ و ذاکرہ کا ایک تجربہ اس امر کو واضح کرتا ہے کہ اس قوت کا نشوونما تقریباً بارہویں سال میں رک گیا ہے اس کے برعکاس جو امتحانات علت اور سبب کے مقتضی ہوتے ہیں یا معلومات عامہ یا الفاظ کے ذریعہ کلی حواس و مرکبات سے کام لینے کے طالب ہوتے ہیں وہ اظہار میں یا انیسویں سال تک نشوونما کے تسلسل کو طاس کرتے ہیں الفاظ و کلمات (Vocabulary) اور فہم و فراست کے امتحانات اور صورتوں کا تکملہ نشوونما کے اظہار میں دور بلوغت کے فائزہ کے بعد تک بھی جاری رہتا ہے گویا جدید تحقیقات اس نتیجہ کو جھٹلاتے ہیں جس پر پیش رو ماسرین لفظیات پہنچ چکے تھے جن کا یہ نظریہ تھا کہ ذہنی نشوونما اپنے بیشتر گوشوں میں دور بلوغت کے آجانے سے یا کم و بیش اس کے درمیانی مرحلہ میں موقوف ہو جاتا ہے۔

عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا تھا کہ انسان کے فہم و فراست کا تناسب ہمیشہ علی حالہ باقی رہتا ہے لیکن موجودہ مباحث سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اس میں خفیف سی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ یہ تغیرات یا تو مرد و زمانہ سے یا آزمائش و تجربہ کی تبدیلی کی وجہ سے رونما ہوتے ہیں اس وقت مناسب یہ ہے کہ ان نتائج کا اعتبار کیا جائے جن کو محققین اسی امتحان کو متعدد مرتبہ پے درپے باقاعدہ وقفوں میں تطبیق دے کر حاصل کرتے ہیں۔

بعض علماء نفس کا فیصلہ یہ ہے کہ لڑکوں کے فہم و ذکاوت کا نشوونما



سترہویں سال کے بعد تک بھی جاری رہتا ہے، اس نتیجہ کو فریماں  
(Freeman) نے ان تجربات اور امتحانات کے ذریعہ  
پیش کیا ہے جن کو اس نے آٹھویں سال سے سترہویں سال تک  
سالانہ منطبق کر کے دیکھا ہے۔

## ذہنی نشوونما کی ہمہ گیری

دور بلوغت میں جو فہم و بصیرت زائد اور قوی ہوتی ہے وہ نئے گوشوں  
کی طرف رخ کرتی ہے یعنی پہلے تو اس کی جولان گاہ عہد طفلی میں تنگ  
اور محدود تھی جو اس تنگ مادی ماحول سے متجاہز نہیں ہوتی تھی جو اس  
ہونہار کے گرد پیش گھرا ہوا تھا۔ اب اس کی جولان گاہ سماجی ماحول بن  
گیا ہے کیونکہ یہ ماحول مختلف خواہشات گونا گوں مقاصد اور زنگارنگ طالح  
سے لبریز ہوتا ہے اس لحاظ سے زندگی کا مسئلہ بھی بدل چکا ہے عہد طفلی  
میں صرف یہی پیش نظر تھا کہ اولین سادہ ضروریات پوری ہو جائیں مثلاً  
اپنے نفس کی نگہبانی غذا کا حصول اور جذبہ آگاہی کی تکمیل مد نظر تھی اب  
دور بلوغت میں انسانی خواہشات و جذبات اور بشری مصلح و ضروریات  
کو سمجھنے اور لوگوں کے سینوں میں جو پوشیدہ جذبات ہیں ان کو معلوم  
کرنے کا شوق دامن گیر ہوتا ہے، نوجوان ان ہی چیزوں پر اکتفا نہیں کرتا  
بلکہ کائنات کے مدعا کو سمجھنے اور نظرت کے پیچیدہ رازوں کو آشکار کرنے  
کی کوشش کرتا ہے۔ چنانچہ وہ ستاروں، سیاروں، چاند، سورج رات اور دن پر



متحدہ مرتبہ نظر دڑاتا ہے۔ اس کی یہ نگاہیں استعجاب، مسرت اور سادگی سے لبریز نہیں ہوتیں۔ جیسا کہ وہ عہد طفلی میں نظر کرنے کا عادی تھا بلکہ ان میں تلاش حبجو اور تحقیق کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے اور ان کے ذریعہ اپنے گرد پیش کے رازوں کے پردے چاک کر ڈالنے کی کوشش کرتا ہے۔

ہی وجہ ہے کہ وہ بڑی دلچسپی کے ساتھ کتب ہیت کے مطالعہ کی طرف مائل ہو جاتا ہے اور روحانیات، اجتماعیات اور طبیعیات کے عالم کی طرح اپنے قلب و دماغ کو مصروف کر دیتا اور سخت ذہنی جہد و جہد کرتا ہے۔

چنانچہ وہ مذہبی مناظروں اور مجادلوں میں غوطہ زن ہو جاتا ہے بالخصوص جب کہ اس کے پاس الفاظ کی گنجائش وسیع ہو جاتی ہے کیونکہ دور بلوغت کے ادائل میں جن الفاظ کے معنوں کو وہ جانتا ہے ان کی تعداد تقریباً دس ہزار کلموں تک پہنچ جاتی ہے، اب نوجوان اس میں لذت محسوس کرتا ہے کہ اپنی جادو بیانی اور شیریں زبانی سے سامعین کے دلوں میں گھر کرے، اسی طرح وہ سربر آوردہ ہستیاں اور زبردست مقررین سے بیانات خود متاثر ہوتا ہے

## مدرسہ کی انجمنوں میں شرکت کا جذبہ

اسی وجہ سے نوجوان اس دور میں مناظروں کے میدان میں سرگرمی اور جولانی دکھاتا ہے، وہ مدرسہ کی انجمنوں میں شریک ہونے کی خواہش کرتا ہے کیونکہ اس کو مناظرہ میں اپنی ہمارت اور برتری کے اظہار کا



موقع ملتے ہے۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں ہے کہ ہم مالوئی مدارس کے استادوں کو یہ ترغیب دیں کہ وہ لوجواؤں کے اس جذبہ و میلان کی حوصلہ افزائی کریں۔ کیونکہ یہ تو پوری قوت سے ان کے اندر موجود ہوتا ہے اس کو ابھارنے کی ضرورت نہیں ان پر بس یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ اس جذبہ و میلان کے ابھرنے کی راہ میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالیں بلکہ اس کے ابھرنے اور نمایاں ہونے کے لئے راستہ ہموار کر دیں کیونکہ اس میلان کی سیرابی لوجواؤں کے دل میں مسرت و بہجت کا باعث ہوتی ہے علاوہ بریں یہ اس کی آئندہ کی زندگی میں بچہ مفید اور سودمند ہے۔

## مذہبی مسائل میں طریقہ کار

ہمارا مشاہدہ ہے کہ مذہبی بحث آرائیاں اور مجاہدے لوجوان کے لئے بے فائدہ ہیں بلکہ یہ بعض ایسے امور میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کا موجب ہو جاتے ہیں جن کے سمجھنے کی اس کے اندر ابھی استعداد و صلاحیت نہیں ہوتی۔ چونکہ لوجوان زندگی کے میدان میں ابھی نا تجربہ کار اور کوتاہ اندیش ہوتا ہے اور منطق بیان اور بحث و جدل میں کوتاہ دست کمزور اور خام کار ہوتا ہے اس لئے اس قسم کے مناظرے اس کو ان غرض مند کام آلہ کار بنا دیتے ہیں جو اس تک میں لگے رہتے ہیں کہ لوجواؤں کے دینی مباحث میں حصہ لینے کے رجحان کو اس کی گمراہی کا ذریعہ بنا دیں۔ لیکن ہم یہ مشورہ نہیں دیتے کہ ان کو بالکل دینی امور مسائل



میں غور و خوض کرنے سے باز رکھیں، یا جب کبھی وہ ان میں گفتگو کرنے کا  
 ارادہ کرے تو ہم اس کا منہ بند کر دیں، کیونکہ یہ طریقہ اس کی نظر میں مذہب  
 کی قدر و قیمت کو گھٹا دیتا ہے اس لئے کہ کبھی اس کے دل میں یہ خیال  
 پیدا ہو جاتا ہے کہ مذہبی معاملہ میں غور و خوض کرنے سے اس کو جو منع  
 کیا گیا ہے اس کا مقصد اس کے کمزور مقامات کی پردہ پوشی ہے جن کو  
 بحث و جدل واکر دیں گے اس خیال کے آتے ہی وہ اپنی رائے پر اڑا  
 رہے گا۔ اپنے ادہام و خیالات کے تابع ہو جائے گا اور اپنی معلومات  
 کو غیر خالص سرچشموں سے سیراب کرنے کی کوشش کرے گا، کبھی مبلغین  
 اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں اور اس کے ہاتھ میں ایسی کتابیں اور رسالے  
 دیتے ہیں جو اس کی رائے و خیال کو بگاڑ دیتے ہیں اور اس کے عقیدہ کو  
 تبدیل کر دیتے ہیں اسی لئے اساتذہ اور والدین کا یہ فریضہ ہے کہ نوجوان  
 سے مذہبی معاملہ میں بحث کریں۔ اور اس کے عقیدہ میں جو کچھ کمزوریاں  
 ہیں ان کو واضح کر دیں غلط عقائد کو رد کرنے اور صحیح خیالات کو اجاگر  
 کرنے کے لئے اندھا دھند احکام نافذ نہ کئے جائیں بلکہ الیادل نشیں  
 پر ایہ اور منطقی بحث کا طریقہ اختیار کیا جائے جس کو اس کی عقل قبول  
 کرے اسی طرح ان کا یہ فرض ہے کہ ایسی کتابوں کی طرف اس کی  
 رہبری کریں جو اس کی پیاس بجھائیں اور اس کی نئی زندگی کے اس  
 اخلاقی پہلو کے جذبہ اور دلولہ کی تسکین کا سامان مہیا کر دیں اور جب کبھی  
 وہ کچھ سیکھنا چاہے اور کوئی سوال کرے تو اساتذہ اور معلمین جی کھول کر اس کا جواب



دیں اور تسلی بخش طریقہ سے اس کی فہمائش کریں۔ اس میں شک نہیں کہ اس کے بیشتر سوالات دشوار ہوتے ہیں اور بعض سوالات تو فلسفہ اور موادِ طبیعہ میں گفتگو کے راستہ کو کھول دیتے ہیں، گاہے تمام دالین یا تمام معلمین میں اتنی سکت نہیں رہتی کہ وہ ان مسائل کے دشوار گزار راستوں میں اس کے ساتھ ساتھ گامزن ہوں لیکن اس وقت ان کے لئے فوری ہے کہ اس کو چھوٹی دلیلوں اور غلط باتوں سے اس کو دھوکا اور فریب نہ دیں، بلکہ ان پر واجب ہے کہ بحث و جدل میں اپنے عجز و کوتاہی کا اقرار کر لیں اور اس کے سامنے یہ واضح کر دیں کہ بحث و مناظرہ میں ان کی شکست نتیجہ ہے ان کے اپنے عجز و کوتاہی کا، مذہب کی کوتاہی اور اس کے عجز و قصور کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے یہ بھی ان کا فرض ہے کہ اس کو مشورہ دیں کہ کسی زبردست عالم کے پاس رجوع ہو اور اس سے بحث و گفتگو کرے۔ مناسب یہ ہے کہ اس کے لئے کسی عالم دین کی نشاندہی کر دیں یا ایسے ماخذوں کی رہنمائی کر دیں جن میں وہ اپنے مطلوبہ مسائل کی تلاش و تحقیق کر لے۔

## نوجوانوں کو علوم و فنون کا شوق

محققہ ادلیو دلیرنے ان نوجوانوں کو معلوم کرنے کے لئے بحث و جستجو کی جن میں نشاطِ ذہنی و درملبوغت میں اجاگر ہوتا ہے چنانچہ اس نے اندازہ لگایا کہ یہ نشاط اس وقت بیدار ہو جاتا ہے اگرچہ یہ مختلف



افراد میں مختلف راہیں پیدا کر لیتا ہے یہ بھی دریافت کیا کہ جن طلباء کا اس نے جائزہ لیا ان میں سے اکثر لڑکوں نے بلوغت کے وقت اپنے اندر مطالعہ کے نئے میدان کتابوں سے دلچسپی اور علمی مسائل و مباحث سے گہرے شغف کا اظہار کیا ان میں سے ایک تہائی طلباء زمین اس وقت ریاضیات، طبیعیات، علم الحیات اور جغرافیہ جیسے علوم و فنون اور علمی مباحث کا شوق پیدا ہو گیا۔

یہ خاتون جس نتیجہ پر پہنچی ہے وہ بہت ہی اہم ہے، کیونکہ یہ ہمیں اس بات کی رہنمائی کرتا ہے کہ جس بچہ کی حالت یہ تھی کہ محسوسات ہی اس کے تجربات کا پتھر تھے اور جس کے لئے خالص معنوی اشیاء کا سمجھنا و سوار تھا اب وہ محسوسات کی زنجیر سے رہائی پانے پر قادر ہو گیا ہے۔ اب اسکے اندر اتنی طاقت اور صلاحیت پیدا ہو گئی ہے کہ مجرد معنوی بنیادوں کے متعلق سوچے اور غور و فکر کرے، نیز اس کا ایک اور ثبوت یہ ہے کہ اس وقت اس میں علمی بحث کا میدان پیدا ہو جاتا اس پر دقیق علمی روح کا غلبہ ہوتا اور فلسفیانہ مسائل سے اس کو دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان مسائل کی ہر بحث خالص معنوی امور اور دینی مسائل سے تعلق رکھتی ہے اسی طرح اس دور میں انسانی گوشہ کا نشو و نما ہونے لگتا ہے، چنانچہ نوجوان (دب لغت) انساؤں اور نادلوں کے پڑھنے اور مشہور اشخاص کی زندگی کی تاریخ اور تاریخی کتابوں کے مطالعہ کے میدان کو عام طور پر محسوس کرتا ہے اس کے علاوہ اس کے اندسیاسی امور میں پر جوش و شوق طریقہ پر



حقتہ لیتا ہے اس کے برعکس بچہ کا معاملہ ہے جو اپنی ذات سے محبت رکھتا ہے اپنے گرد پیش کے واقعات سے اس کو کوئی دلچسپی نہیں ہوتی بجائے اس کے کہ وہ انسانی سوسائٹیوں کے خواص اور انسانی فکر و نظر کے گوشوں کو معلوم کرے اس کی تمام تر توجہ اشیاء اور مادیات کے خواص دریافت کرنے کی طرف مبذول ہوتی ہے لیکن نوجوان کے ذہنی و جسمانی گوشے وسیع ہو جاتے ہیں اس کا ماحول پہلے سے زیادہ وسیع اور اس کا میل جول کا دائرہ پھیل جاتا ہے چنانچہ اس کے اندر اجتماعی کھیلوں میں حصہ لینے کا جذبہ پیدا ہو جاتا اور ان کھیلوں کو وہ انفرادی کھیلوں پر ترجیح دیتا ہے کیونکہ اس قسم کے کھیل اس کے لئے عقلی و جسمانی طور پر اپنے ساتھیوں سے میل جول پیدا کرنے کے خیالات کے تقادم اور ان سے ربط و ضبط قائم کرنے کا موقع عطا کرتے ہیں جس طرح وہ اپنے ساتھیوں سے آگے بڑھنے اور ان سے بازی پھیلنے سے لذت یاب ہوتا ہے اسی طرح امداد باہمی کے اعمال سے وہ مسرور و شاد کام ہوتا ہے اس حقیقت کے مد نظر اساتذہ کا فرض ہے کہ ثانوی مدار میں نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی تربیت کے لئے اور امداد باہمی کے ان عادات کی بنیاد قائم کرنے کے لئے اس سے فائدہ حاصل کریں جن کا اثر طلباء کی زندگی میں ان کی تعلیم کی فراغت کے بعد واضح اور لازمی ہوگا۔



## سماجی زندگی سے نوجوانوں کی دلچسپی

چونکہ نوجوانوں کو سماجی دنیا سے دلچسپی ہوا کرتی ہے اس لئے اس دور میں نوجوانوں کو انسانی معاشرہ اور سماجی تعلقات کے بارے میں کچھ معلومات بہم پہنچانا مناسب ہے اگر ان کو علم النفس کے بعض حقائق سے اس کے نظری پہلوؤں کی گہرائی میں گئے بغیر آگاہ کر دیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مناسب یہ ہے کہ ان عملی گوشوں کو مختصر طور پر واضح کر دیا جائے جو انسانی زندگی کے باہمی تعلقات میں آجا کر ہوتے رہتے ہیں اور جو اس کے سامنے نفسیاتی جذبات و خواہشات کی تشریح کرتے اور اس کو ان خواہشات کے نتائج کو سمجھنے میں مدد دیتے اور اُسے لوگوں کے متعلق فیصلہ صادر کرنے میں محتاط اور مددگار بنا دیتے ہیں۔

یہاں یہ ذکر کر دینا فائدہ سے خالی نہ ہوگا کہ نوجوانوں کی ذہانت و فراست کو ان کے رجحانات و جذبات سے براہ راست تعلق ہے ایک محقق نے ذہین اور غبی طلباء کے درمیان ان کی پسندیدہ کتابوں کے بارے میں بہت فرق پایا، چنانچہ اس نے اندازہ لگایا کہ کند ذہین لڑکے ایسی کتابوں کے مطالعہ کو پسند کرتے ہیں جو ان کے روزمرہ کے ماحول سے تعلق رکھتے ہیں۔ بخلاف اس کے ذہین لڑکے ایسی کتابوں کے پڑھنے کی طرف وسیع میدان رکھتے ہیں جو ان کی روزمرہ کی زندگی سے دور رس ہوتی ہیں اسی طرح کند ذہین لڑکے ذہین لڑکوں کے مقابلہ میں فکاہیہ و



مزاحیہ کتابوں میں بہت کم دلچسپی لیتے ہیں۔

## نوجوانوں کے ورزشی اعمال

محققہ خاتون دیلر کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ جن نوجوانوں کو علم و آگاہی سے محبت تھی ان کے لئے خالص نظری امور اور خالص فکری ذہنی مسائل ہی جاذب نظر و توجہ نہ تھے بلکہ ورزش جسمانی اور پاک صاف ہوا میں کھیلوں سے بھی عامی دلچسپی تھی۔ اسی طرح دستی کام بھی ان کے پاس ممتاز مرکز رکھتے تھے۔ چنانچہ پاس فیصد نوجوان جن کا جائزہ لیا گیا ایسے تھے جنہوں نے یہ بیان کیا کہ ان کو طویل چہل قدمی، سیکل کی سواری، باغبانی اور کاشتکاری سے گہری دلچسپی تھی۔ بہر حال ان تمام چیزوں کا انہیں شوق تھا جو یکساں طور پر جسم اور عقل سے اپیل کرتی تھیں بخلاف اس کے ۲۵ فیصد نوجوانوں نے دستی کاموں مثلاً کھائی، بڑھئی کے کام، تصویر کشی، نقشہ کشی، ستار بجانے، سوزن کاری اور گھریلو کاموں میں حصہ لیا، اسی طرح میکانی آلات اور آوار کی ترکیب و ساخت سے ان کو گہرا شغف تھا۔ جب ہم نے ان دونوں کے تناسب کو معلوم کرنا چاہا تو پورے طور پر ہمیں یہ واضح ہو گیا کہ ۱۵ فیصد نوجوان ایسے تھے جو ان کاموں کو پہلا درجہ عطا کرتے تھے جن میں عقل اور جسم یکساں دونوں شریک ہوں، نہ یہ کہ صرف فکری اعمال ہوں اور نہ یہ کہ محض دستی کام ہوں جن میں فکر و ذہن سے کام لینے کی حاجت نہ ہو۔



## نوجوانوں کے رجحانات

ہم اساتذہ اور والدین کو اس امر کے سمجھنے پر زور دینا نہیں چاہتے کہ نوجوانوں کے رجحانات اور ان کے پسندیدہ افعال کا ان کی آئندہ کی زندگی میں بہت بڑا اثر ہے اور یہ کہ ان میں سے اکثر رجحانات و افعال ہی پر عملی زندگی میں ان کی کامیابی کا دارومدار ہے چنانچہ جن رجحانات اور دلچسپیوں میں نوجوان کی گرویدگی اور شغف کا مظاہرہ ہوتا ہے بسا اوقات ان کا تعین ان کے کسی پیشہ کو اختیار کرنے اور اپنے دوستوں کو انتخاب کرنے کے ذریعہ سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جو نوجوان مدرسہ میں ورزشی کھیلوں کا دلدادہ ہے اپنی عمر بھر وہ ان ہی کھیلوں کا گرویدہ رہے گا۔ اور اپنے کو ان اشخاص کی طرف مائل پائے گا جو اس کی طرح پیرا کی یا گھولنہ بازی یا بھاگ دوڑ میں گوئے سبقت لے جاتے ہوں۔ کبھی وہ ورزش گاہوں میں شریک ہوگا اور ایسی کتابوں، رسالوں اور اخباروں کی تلاش میں مصروف رہے گا جو ورزش اور ورزش کرنے والوں سے متعلق ہوتے ہیں، گا ہے اس کی دلدادگی ورزش کی کسی ایک قسم کو اپنا پیشہ بنالینے کا موجب ہوگی اسی طرح جو طالب علم مدرسہ میں کسی ڈرامہ یا تمثیل میں حصہ لیتا ہے کبھی اس کی یہ گرویدگی اس شکل میں ظاہر ہوتی ہے کہ آئندہ وہ ایک اداکار بن جائے اور اس کو اپنا پیشہ بنائے ورزش اور تمثیل دا داکاری کے باب میں جو کچھ کہا گیا ہے۔ دوسرے رجحانات



اور دلچسپوں مثلاً تقویر اخبار نویسی اور تقریر وغیرہ کے متعلق بھی یہ ہی خیال آرائی کی جاسکتی ہے یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ ثانوی مدرسہ اب تک ان رجحانات کو معیوب سمجھتا ہے اور ان کو ان مفید علوم کے بعد دوسرے درجہ میں رکھتا ہے جن میں امتحانات مقرر کئے جاتے اور ان کی سندیں عطا کی جاتی ہیں۔ یہ امر واجبی ہے کہ دلچسپیوں اور آزادانہ نشاط کاریوں کی جولان گاہ کو پہلے سے زیادہ وسیع کر دیا جائے کیونکہ یہ طالب علم کی موجودہ و آئندہ زندگی میں لغت ادب، جغرافیہ اور مندرسہ و جبر و مقابلہ وغیرہ ان علوم و فنون سے کم اہم نہیں ہیں جن پر ثانوی مدارس میں توجہ دی جاتی ہے۔

## ج۔ وجدانی تغیرات

ہم نے اوپر جن جسمانی ذہنی تغیرات کا ذکر کیا ہے اگرچہ وہ قابل اعتناء ہیں اور ان کو نظر انداز کر دینا ناقابل تلافی نقصان کا باعث ہوتا ہے۔ لیکن وجدانی تغیرات ان سے بھی اہم ہیں اور ان کا اثر لو جوانوں کی آئندہ زندگی پر دائمی ہے۔ کیونکہ وجدانی تبدیلیوں کے جو تخم اس وقت نشوونما پانے لگتے ہیں وہ اس ماحول کی شکل و صورت اختیار کرتے ہیں جس میں وہ نشوونما پاتے ہیں اور اس تربیت و پرورش سے اثر پذیر ہوتے ہیں جو ان میں جاگزیں ہوتی ہے۔ اگر یہ تربیت صلح اور پاکیزہ ہو تو انہی



پود بھی اچھی ہوگی، اگر وہ فاسد اور خراب ہو تو اس پود میں ایسے جراثیم فساد  
داخل ہو جائیں گے جو ایک مرتبہ جڑ پکڑنے کے بعد ان کا ازالہ دشوار تر ہو جائے  
گا ان وجدانی تغیرات میں سے اہم وہ ہیں جو جسمانی مسائل کے ساتھ تعلق  
رکھتے ہیں۔ انسانی زندگی میں ان کو جو اہمیت ہے وہ کسی سے پوشیدہ  
نہیں، اسی طرح نوجوانوں کو فطرت (بیخبر) سے دل بستگی بہت  
بڑھ جاتی ہے۔ چنانچہ وہ مظاہر فطرت کے مطالعہ میں دلچسپی لیتے  
اور تنہائی کے لمحات کے دلدادہ ہوتے اور تنہا سیر و تفریح میں  
مصروف ہو جاتے ہیں۔

## شعور ذات کا آغاز

سب سے اہم امور میں سے یہ ہے کہ نوجوان کے اندر اپنی ذات  
اور شخصیت کا شعور بیدار ہو جاتا ہے اور ہیئت اجتماعی میں ایک رکن  
ہونے کی حیثیت سے اپنے انفرادی مرکز کا احساس اس کے اندر جاگ  
اٹھتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ گزشتہ دنوں میں بچہ تھا، اسکی نظر  
میں بجز اس کی خواہشات کی سیرابی کے اور کسی چیز کی اہمیت نہ تھی اس  
کے متعلق سماج کیا کچھ کہتا تھا اس کی اس کو پروا نہ تھی۔ جب وہ اینٹ سا تھی  
کا کھلونا ایک لینا چاہتا تو چپکے سے اس سے چھین لیا کرتا اس کی اسے  
کچھ پروا نہ ہوتی کہ کوئی اسے خود غرض کہہ کر بکارتے، جب وہ اپنے  
ہمان کے روپے کا بٹوہ دسترخوان پر پڑا ہوا دیکھتا تو چپکے سے اسے اٹھالیتا



اور اس کی ملاشی لینے لگتا ہے اُسے مطلق یہ خیال نہ ہوتا کہ اس پر چوری یا بے ہودگی یا گھریلو بری تربیت کا الزام عائد کیا جائے گا۔

## سماج میں نوجوان کا موقف

لیکن بالغ نوجوان ہر طرح سماج کی رائے کا اندازہ لگا لیتا ہے اور اس کو اپنی ہر ممکنہ قوت کے ذریعہ اپنا بنانے کی کوشش کرتا اور اس سے اپنی مدد و ستائش کا طلب گار ہوتا ہے اگر سماج اس پر خود غرضی کا الزام لگائے تو اس سے متاثر ہوتا ہے اور لمبا اوقات معاملہ اس کے برعکس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ جماعت کی راہ میں اپنی ہر مصلحت کو قربان کر دیتا ہے جب وہ اپنے مہمان کے روپے کا بڑا سامنے پڑا ہوا دیکھتا ہے تو اس کی طرف ہاتھ بڑھانے سے اُسے جھجک ہوتی ہے۔

ہم اپنے مذکورہ بالا بیان کی وضاحت کے لئے آپ کے روبرو ایک مثال پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ میں ایک مرتبہ انگلستان میں ایک انگریزی خاندان سے متعارف ہوا، ان کے رشتہ داروں کی ایک لڑکی تھی جو ہر منفعہ ایک مرتبہ ان کی ملاقات کے لئے آیا کرتی تھی۔ اہل خاندان اکثر اس کا ذکر مجھ سے کرتے اور باوجود کمسنی کے اس کے پیا لوزازی کی ہمارت اور اس کی فہم دفر است پر وہ فخر کیا کرتے۔ کیونکہ اس کی عمر اس وقت صرف نو سال کی تھی، چند ہی دن کے اندر وہ میری موجودگی میں ان ملاقات کے لئے آئی۔ اس کی چچی نے میرے روبرو اپنے



قول کی تصدیق کے لئے، اُسے پیا لوبجانی کے لئے بلایا اس لڑکی نے کچھ بھی پس و پیش نہ کیا، بلکہ اس نے فوراً پیا لوبجانی کا رخ کیا اور اس کے سامنے تیار ہو کر بیٹھ گئی، پھر اس نے مجھ سے پوچھا کہ کون سا سرالاپوں، اس کی چچی نے ایک سر کا نام لیا، فوراً اس کمن لڑکی نے وہ نعمتہ الاپا، پھر دوبارہ اور سہ بارہ اس سے مختلف سرالاپنے کی فرمائش کی گئی اس نے بغیر کسی شرم و خوف کے یہ خواہش پوری کر دی۔

دن اور مہینے بیت گئے میں ہر ہفتہ اس سے پیا لوبجانی کوئی سر چھڑنے کی درخواست کرتا رہا میری فرمائش پوری کر دیتی، پھر میرے مہر لوٹنے کی وجہ سے یہ سلسلہ ربط و ضبط منقطع ہو گیا، پھر دوبارہ میں نے انگلستان کا سفر کیا۔ حالات نے ہم سب کو ایک مجلس میں جمع کر دیا۔ لیکن وہ کل کی بچی نہ تھی، بلکہ آج کی لڑکی تھی۔ کیونکہ اب وہ تقریباً تیرہ سال کی عمر تک پہنچ گئی تھی، اس نے شرماتے ہوئے مجھے سلام کیا، حالانکہ یہ شرمیلہ اپن مجھے اس سے پہلے دکھائی نہیں دیا تھا، اس کی گفتگو میں زیادہ تکلف تھا۔ میرے سامنے کوئی حرکت کرنے سے پیشتر وہ دیر تک سوج لیا کرتی تھی، پھر میں نے بطور یاد دہانی اور مذاق کے پیا لوبجانی کوئی نعمتہ آرائی کرنے کی فرمائش اس سے کی، میرے ساتھ اس فرمائش میں اس کی چچی بھی شریک ہو گئی اور اصرار کرنے لگی، ہمارے حصہ میں انکار ہی انکار تھا، جوں جوں ہم فرمائش پر اصرار کرتے رہے۔ شرم و حیا، بوکھلاہٹ اور انکار میں زیادتی ہوتی رہی اور یہ غدر کرنی رہی کہ وہ



بیا لڑنا اسی اچھی طرح نہیں جانتی، حالانکہ وہ اس میں کمال رکھتی تھی اور ہر  
 مقابلہ میں کامیاب ہوتی رہی تھی، موسیقی میں اس نے سز بھی حاصل کی  
 تھی، جس میں وہ اکثر اپنے سے بڑی عمر والوں پر فوقیت سے لگی تھی  
 اس کی یہ انکاری روش تعجب خیز نہ تھی، کیونکہ کل کی بچی کو سماج کی رائے  
 کی کوئی پروا نہ تھی اسی وجہ سے وہ جری اور بے باک تھی ہر فرمائش  
 کو بغیر پس پیش کے پوری کر دیا کرتی تھی۔ لیکن آج کی بڑکی تو معقول  
 اور مناسب رویہ اختیار کرنا پسند کرتی، حسن سیرت سے محبت رکھتی  
 اور اپنے متعلق سماج کی رائے کا بھی خیال کرتی ہے، بالخصوص ایسے  
 وقت میں جب کہ جماعت میں صنف مخالف کے افراد موجود ہوں۔  
 جہاں اُسے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ ان کے رویہ و اپنی شان کمال کا  
 مظاہر کرے، یہی وجہ ہے کہ اس کی حیرت اور بوکھلاہٹ میں اضافہ  
 ہوتا ہے کیونکہ اُسے یہ خوف دامن گیر ہوتا ہے کہ مبادا وہ کوئی غلطی  
 کر بیٹھے۔

## جذبات جنسی کا نشو و نما

دور بلوغت میں جنسی جذبات میں جو تغیر رونما ہوتا ہے وہ واضح  
 اور نمایاں ہے۔ بحث و تحقیق کے نتائج اس کی تائید میں ہیں چنانچہ  
 ۵، ۸۳ فیصد افراد نے 'جن کا تجربہ کیا گیا' جنس مخالف کی طرف میلان  
 کے ظہور کا اعتراف کیا، ان میں سے اکثر گہری مرتبہ محبت کے جال میں



گرفتار ہو گئے، اس قسم کے میلان کے لئے عہد طفلی میں کوئی گنجائش نہ تھی یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ اکثر نوجوان لڑکے یا لڑکیاں اس دور میں یا کم از کم اس کی ابتداء میں اپنے سے بڑی عمر والوں کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہیں یہ اس محبت کے تغیر کی ایک کڑی ہے جو سابق میں باپ اور ماں سے وابستہ تھی۔ اس لحاظ سے مثال کے طور پر تو خیر نوجوان اپنی استانی سے جو عمر میں اس سے بڑی ہوتی ہے محبت کرنے لگتا ہے اور یہ محبت اس وقت عملی ہونے کی بہ نسبت زیادہ خیالی ہوتی ہے۔ اور اس میں تعجب کا عنصر ملا ہوا ہوتا ہے اور اس محبت کی طرح نہیں ہوتی جو مثلاً بیس یا اکیس برس کے بعد پیدا ہوتی ہے اور جس کی ایک خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ نوجوان اپنے سے کم سن و کمزور افراد سے عشق کرتا ہے نوجوان کو ماں باپ کی محبت کے مرحلہ سے جس کی بنیاد لطف و غایت اور ہر شفقت پر ہے، گزر کر عملی محبت کے دائرہ میں قدم دھرنا پڑتا ہے جس کی بنا علاوہ جنسی جذبہ کے حسن و جمال اور زنانہ پن کی صفات اور کمزوری کا اندازہ لگانا اور حمایت و امداد کی حاجت کو محسوس کرنا ہے اس تغیر کے درمیان محبت کو ایسے دور سے گزرنا پڑتا ہے جس میں وہ ان ہر دو کے بعض صفات کو اختیار کر لیتی ہے چنانچہ محبت پدری اُن اشخاص کے ساتھ وابستگی میں نمایاں ہوتی ہے جو لڑکا یا لڑکی سے عمر میں بڑے ہوں اسی طرح جنسی شعور ایسے اشخاص کے ساتھ میل جول رکھنے میں شروع ہوتا ہے جو اپنے مقابل کی جنس میں عمر میں بڑے ہوتے ہیں



اس کا مطلب جیسا کہ ہم ذکر کر چکے ہیں یہ ہے کہ محبت اس وقت عملی ہونے کی بہ نسبت زیادہ تر خیالی ہے، کیونکہ وہ جنسی صفات کی محبت ہے نہ کہ ان اشخاص کی جن میں یہ صفات اجاگر ہوتی ہیں اس کی تو صنف اس واقعہ سے ہوتی ہے جو ہم اس دور میں فلمی ستاروں کے ساتھ لڑکیوں کی دارفتگی میں مشاہدہ کرتے ہیں، کیونکہ یہ اُن صفات مردانگی سے دارفتگی ہے جو ان میں اجاگر ہوتی ہیں۔ مثلاً قوت، بہادری، تہور و مردانگی سے محبت، کمزوروں کی حمایت، عورتوں کا احترام اور ان کی راہ میں اپنے آپ کو قربان کر دینے کا جذبہ وغیرہ، یہ تمام ایسی صفات ہیں جو بلا شک و شبہ محبت کی دعوت دیتی ہیں۔ ایسی محبت جس میں تعجب اور حیرت ملی ہوئی ہو۔

یہ امر بھی قابل مشاہدہ ہے کہ نئے بالغ لڑکوں کے رد و برد جنسی مسائل میں گفتگو کرنا ان کے لئے پریشانی اور بوکھلاہٹ کا باعث ہوتا ہے اس کو ہم اس طرح تشبیہ دے سکتے ہیں کہ گویا ایک نئے خواب کے ذریعہ حقیقی عملی زندگی کی آلائشوں میں گر جانا ہے جہاں خیال و خواب کو کوئی وسیع گنجائش نصیب نہیں ہوتی اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جب لڑکی کے سامنے اس کی ماں دور بلوغت کے ابتدائی سالوں میں شادی کا مسئلہ چھڑتی ہے تو وہ بوکھلا جاتی اور غصہ ہو جاتی ہے، جب اس سے بار بار پوچھا جاتا ہے تو اسے نفرت سی ہونے لگتی ہے اور دوبارہ اس موضوع میں سوچنے سے وہ انکار کر بیٹھتی ہے گویا یہ اس کے حق میں



دشنام ہے یا یہ ایک معیوب کام ہے، یہ معاملہ اچھے وقت میں درپیش ہوتا ہے جب کہ وہ خود ایک شہزادی کا سا خواب دیکھتی ہے جس کے قدموں پر بڑے بڑے شہزادے اس کو حاصل کرنے کے لئے گرے جاتے ہیں۔

ہمیں بعض نوجوانوں کے خطوط "بوسوں" کے متعلق معلوم ہوئے ہیں چنانچہ ایک تیرہ سالہ انگلستانی لڑکے نے اسی عمر کی ایک انگلستانی لڑکی کو چٹھی لکھی جس کی عبارت درج ذیل ہے۔

"میں تیرا مخالف ہوں" اس لئے کہ تو نے مجھے وہ بوسہ دینے سے انکار کر دیا جس کا میں نے تجھ سے مطالبہ کیا تھا۔"

لڑکی نے اس کا جواب اس طرح دیا کہ

"مجھے تیری مخالفت اور دشمنی کی پرواہ نہیں، کیونکہ میں اپنے بوسے تقسیم نہیں کیا کرتی۔"

تاریخ کے خیال میں کبھی یہ بات آسکتی ہے کہ معاملہ ان ظاہری الفاظ سے بھی کچھ بڑھا ہوا ہے، لیکن ہم اس میں سوائے مذکورہ بوسوں کے اور کچھ بڑھ کر نہیں دیکھتے، کیونکہ لڑکے کی جانب سے اس مطالبہ کا مطلب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ وہ اپنے سے بڑی عمر والوں مثلاً اپنی والدہ یا ان فلمی اداکاروں کی تقلید کی طرف مائل ہے جو اس کے سامنے مردانگی کی نمائندگی کرتے ہیں جب تک وہ نوخیز مرد ہے وہ ان اداکاروں کے نقش قدم پر چلنا پسند کرے گا اسی مناسبت



سے ہم قارئین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ وہ لڑکی دوسرے لڑکے کو اجازت دے چکی تھی کہ وہ اس کا بوسہ اس آہنی چلبن کے درمیان سے لے جو دوسرے کے صحن میں لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان حائل ہوتا ہے یہی سبب پہلے لڑکے کی ناراضی کا تھا۔ جب اس لڑکی سے اس معاملہ کی وضاحت طلب کی گئی تو اس نے کہا کہ 'رونی جو دوسرے لڑکے کا نام ہے پہلے لڑکے جبر سے مختلف ہے۔ اب قارئین کو معلوم ہو گیا کہ یہ لڑکی باوجود کمسن ہونے کے ان میں سے ایک لڑکے کی چند ایسی صفات کی بدولت غرت کرتی ہے جو دوسرے میں نہیں پائی جاتیں۔

## انحراف جنسی

یہاں ہم والدین، معلموں اور نوجوانوں کے نگراں کاروں کو یہ آگاہ کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ خواہش جنسی کے صحیح طبعی نشودنما کا رُخ صنف مقابل کے افراد کی طرف ہوتا ہے، اس لئے اگر جائز فطری موقع نہ فراہم کیا جائے تو اس کی خواہش پر نساد اور انحراف طاری ہو جاتا ہے اس لئے کہ کبھی انسان اپنے ہی ہمجنسوں سے تعلقات پیدا کر لیتا ہے یعنی لڑکا لڑکے کے ساتھ اور لڑکی لڑکی سے ربط ضبط پیدا کر لیتی ہے۔ اس قسم کا انحراف ایک ہی صنف کے ساتھ خصوصی مدرسوں میں عارض ہوتا ہے، اس لئے ارباب کار کو اس قسم کے برکشتہ نشودنما میں کافی احتیاط برتنے کی ضرورت ہے، نوجوانوں کی نگرانی، ان کی خیر خواہی امداد ان کے



دو بردان نتائج کی تشریح کرنا جو اس طرح کی گشتگی سے پیدا ہوتے ہیں  
جرم و گناہ کے واقع ہونے تک خاموشی اختیار کرنے پھر سرزنش کرنے  
سے بہتر ہے۔

امریکہ کی ایک محققہ خاتون نے ۱۸۱ امریکی لڑکیوں سے استفسار  
کیا تو معلوم ہوا کہ ان میں سے پچاس فیصد لڑکیاں اس قسم کی گشتگی کا شکار  
ہو چکی ہیں، برخلاف اس کے ہمارے پاس ایسے اسباب موجود نہیں ہیں  
جو ہمیں اس اعتقاد پر آمادہ کریں کہ مشرقی عورتوں میں گشتگی کا تناسب  
اس سے کم ہو۔ لیکن ہم بہر حال یہ خیال نہیں کر سکتے کہ یہ اسباب بالکل  
ان کے درمیان معدوم و ناپید ہوں اسی طرح اس قسم کا انحراف لڑکوں  
کے درمیان ایک ایسا واقعہ ہے جس پر شک و شبہ کی کوئی گنجائش  
نہیں۔

## صنف مقابل کی جانب نوجوانوں کا میلان

مگر یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ابتداء بلوغت میں ہم نے جس دور کا ذکر  
کیا ہے وہ اس حیثیت سے ممتاز ہے کہ اس میں جنس مخالف کی طرف  
آمادگی ہوا کرتی ہے اس کے بعد ایک دوسرا سادہ دور آتا ہے جو اس لحاظ  
سے ممتاز ہے کہ اس میں صنف مخالف سے اعراض ہوتا ہے یہ دور رضی  
ہے اس کا سلسلہ دراز نہیں ہوتا، بلکہ بہت جلد ختم ہو جاتا ہے اس کے  
بعد حقیقی محبت کا دور آتا ہے جس میں صنف مقابل کی جانب حقیقی میلان  
ہوتا ہے۔ یہ عارضی دور اس اعتبار سے ممتاز ہے کہ اس میں لڑکے لڑکیوں



سے کنارہ کش ہوتے اور وہ اپنے ساتھ ان لڑکیوں کو کھیلوں میں اس لئے شریک نہیں کرتے کہ وہ سست رفتار ہوتی اور ان کے مقابلوں کی تاب نہیں لائیں، اس لئے ان کی شرکت سے ان کے کھیل پھیکے اور بیکار ہو جاتے ہیں جن میں ان کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ انھوں نے جو کچھ قوت، بہادری اور تہور اپنے اندر پیدا کیا ہے ان کا مظاہرہ کریں اس قسم کے مظاہرے دور بلوغت کی نمایاں اور ممتاز خصوصیات میں سے ہیں اسی طرح لڑکیاں چھوٹے بچوں کے ساتھ کھیل میں شریک ہونے کو ناپسند کرتی ہیں، کیونکہ ان بچوں کا کھیل سخت اور مشقت خیز ہوتا ہے۔ یہ ہمیشہ ان کے ساتھ جھگڑتی رہتی ہیں۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بلوغت کے مسلسل طبعی نشوونما کی راہ میں اس دور کے حامل ہو جانے کی وجہ کیا ہے، اس کا جواب کوئی مشکل نہیں، کیونکہ یہ درمیانی وقفہ یا زمانہ انسان کو ایک موقع عطا کرتا ہے تاکہ وہ ان جذبات و خواہشات پر قابو پا لے جو اس کے لئے گویا نئے روپ میں ظاہر ہو گئے ہیں، کیونکہ یہ اس سرعت کے ساتھ نمودار و ظہور میں آگئے ہیں گویا وہ اچانک نمودار ہو گئے ہیں اور نوجوان کو حیرت و ہشت میں مبتلا کر دیا ہے۔ اب ایک ایسے راحت رساں وقفہ یا ردعمل کے زمانہ کی ضرورت ہے جس میں انسان یہ معلوم کرے کہ وہ کیونکر اپنے گونا گوں جذبات و خواہشات پر غلبہ پاسکتا ہے اور کس طرح وہ صنف مقابل کے ساتھ اپنے رویہ کو ایک اعتدال پر لاسکتا ہے۔



کیونکہ بچہ تو اس کو عیب نہیں سمجھتا کہ اس کی ماں یا باپ یا کوئی ملاقاتی اس کا بوسہ لے یا کوئی عورت اس کو اپنے سینہ سے لگائے، یا وہ اپنی ماں کی آغوش میں بیٹھ جائے، لیکن جب ان جذبات و احساسات میں تغیر رونما ہو جاتا ہے اور وہ صنف لطیف کی طرف اپنے میلان کا احساس کرتا ہے، تو وہ صنف نازک کے افراد کے قریب ہونے سے جھجکتا ہے بالخصوص اس وقت جب کہ وہ اس کو بچپن کے زمانے سے پہچانتی ہوں چنانچہ وہ نہیں جانتا کہ آیا ان کو اپنا بوسہ لینے یا اپنے سینہ سے لگانے کے لئے انھیں اجازت دے گا جیسا کہ وہ سال دو سال پہلے اس سے معاملہ کرتی تھیں، یا ان سے کنارہ کش ہو جائے گا جیسا کہ اب اس کے جذبات اس کو آمادہ کرتے ہیں۔

میں نے چند لڑکیوں کا ان کے بلوغت کے ابتدائی دور میں مشاہدہ کیا ہے، جو نہ جانتی تھیں کہ صنف مقابل کے سامنے اور بالخصوص اپنے افراد خاندان کے روبرو کون سا طریقہ کار اختیار کریں، چنانچہ کبھی وہ پریشان ہو جاتی اور ان سے تکلف کا معاملہ کرنے لگتی ہیں، یا بالفاظ دیگر وہ برتاؤ کرتی ہیں جو عورتیں مردوں کے لئے اختیار کیا کرتی ہیں، کبھی وہ تکلف کو بالائے طاق کر دیتی اور اپنے بڑے بھائیوں یا چچاؤں یا والدین کے لئے یہ روادار کھتی ہیں کہ ان سے بچوں کا سا سلوک کیا جائے ان تمام امور میں وہ نہیں جانتی کہ کون سا طریقہ کار ان کے لئے اختیار کیا جائے۔ اگر ان کو اس عارضی راحت رساں وقفہ میں جس کا



ذکر ہم کر چکے ہیں کافی موقع اور وقت عطا کیا جائے تو وہ سماج میں اپنے  
 مرکز و مقام سے واقف ہو جاتی ہیں اور ان کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس  
 میں وہ کیا موقف اختیار کریں، یہ بھی جان لیتی ہیں کہ وہ کس طرح  
 اپنے رویہ کو اعتدال پر لاسکتی ہیں، یہاں ہم والدین اور ارباب تربیت  
 کے سامنے بطور اصول کلیہ کے یہ بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ جذبات  
 احساسات میں اس قسم کے نئے تغیرات و انقلابات کا ظہور ہونا تو یقینی و  
 لازمی امر ہے۔ اگرچہ ہم ان سے انجان ہو سکتے ہیں لیکن ان کو ابھرنے  
 سے تو کسی طرح نہیں روک سکتے۔ جو کچھ ہمارے اختیار میں ہے وہ بس  
 اتنا ہے کہ ہم ان جذبات و خواہشات کے خارجی آثار و مظاہر کو کھلم  
 کھلا ظاہر ہونے سے روک دیں، چنانچہ جو باپ اس بنا پر کہ اس کی لڑکی  
 نے اپنے چچا زاد بھائی پر عجیب و غریب نظر ڈالی ہے، اس کو مارتا  
 اور سخت دسست الفاظ کے ذریعہ اس کے کانوں اور اس کے  
 شعور کو تکلیف پہنچاتا ہے وہ دانشور نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اپنے اور اپنی  
 لڑکی کے سامنے ایک فطری شے کو نظر انداز کرنے کی کوشش کرتا ہے  
 اس فطری تقاضے سے اس کا یہ انکار چمکتے ہوئے سورج کو جھٹلانے  
 کے برابر ہے، اس کا یہ رویہ نہایت نقصان رساں ہے، کیونکہ وہ  
 اپنی لڑکی کو اس بات پر مجبور کر رہا ہے کہ وہ بجائے علانیہ اور کھلم  
 کھلا راستہ کے پوشیدہ طریقہ اختیار کرے، اور بجائے اس کے کہ  
 وہ اپنے احساسات اور جذبات کا علی الاعلان مظاہرہ کرے اس



کو چھپانے کی کوشش کرتی اور اپنی سہیلیوں کے دامن میں اپنی مشکلات کو حل کرنے کے لئے پناہ لیتی ہے۔

## دوستوں کے اختیار کرنے کا جذبہ

اس دور میں ایک نیا واقعہ ظاہر ہوتا ہے اور وہ دوستوں کے اختیار کرنے کا جذبہ ہے۔ اکثر اوقات نوجوان جن افراد کو اپنا دوست ٹھہراتا ہے وہ زندگی کے ساتھی ہوتے ہیں یعنی ان کی دوستی فرد کی زندگی میں عرصہ دراز تک قائم رہتی ہے اسی طرح ان سربراہانِ دوستیوں اور بڑے اشخاص کے لئے عقیدت و محبت کا بے پناہ جذبہ کار فرما ہوتا ہے جن کی تعظیم و توقیر پرستش کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے، فرد جس جماعت کی طرف منسوب ہوتا ہے خواہ یہ جماعت مدرسہ ہو، یا یونیورسٹی یا دیہات ہو یا کوئی قوم اس کی راہ میں اپنے کو قربان کر دینے کا جذبہ اس کے دل میں امند آتا ہے، ان تمام نئے احساسات و میلانات کو سماجی جذبات کی طرف پھیرا جاسکتا ہے، یہ ایک زبردست نقطہ ہے جو لوگ اس مرحلہ میں نوجوانوں کی تربیت کے ذمہ دار ہیں ان کا فرض ہے کہ ان احساسات میں فکر و تدبیر کریں اور ان سے فائدہ اٹھائیں، کیونکہ نوجوان اس دور میں سماجی زندگی سے محبت رکھتا ہے اپنے امکان بھر کوشش کرتا ہے کہ اس سماج میں وہ نمایاں ہو اور سماجی کاموں میں لذت و حظ حاصل کرے، جب تک فرد ہمارے اس دور



میں ہے ہئیت اجتماعیہ سے دور رہ کر زندگی بسر نہیں کر سکتا ہمارا فرض ہے کہ ہم سماج کے لئے اس کو تیار کریں اور سماج میں بنایاں مقام پر لانے کی کوشش کریں، اس سلسلہ میں ہمارے لئے کوئی دقت اور مشقت نہیں کیونکہ فطرت خود ان میلانات کو بردے کار لانے میں ہماری امداد و مساعدت کرتی ہے کیونکہ یہ ایک بیش قیمت موقع ہے جس میں ہم نوجوان کو لازمی اور ضروری نصیحتوں سے آراستہ کر سکتے ہیں جو سماج میں اس کے رویہ کو امرکافی حد تک کمال کے درجہ سے قریب کرتی اور اس کے لئے لازمی ادھات و عادات کا عادی بنادیتی ہیں۔

## سماجی کاموں سے دلچسپی

سماجی کاموں میں نوجوان کی دلچسپی لینے کا اثر یہ مرتب ہوتا ہے کہ وہ ہئیت اجتماعیہ کے دوسرے افراد کے مقابلہ میں اپنے مرکز و مقام کے متعلق غور و فکر شروع کر دیتا ہے، چنانچہ یہ جذبہ اسے اپنے مستقبل کے بارے میں اور اس پیشہ میں جو آئندہ اپنے لئے وہ اختیار کرنے والا ہے سوچنے پر مائل کر دیتا ہے، عام طور پر اس کی یہ سوچ بچار عملی ہوتی ہے، بخلاف اس کے بچہ کا فکر و غور اس پہلو میں خیالی ہوتا ہے، چنانچہ اکثر بچے یہ کہا کرتے ہیں کہ وہ آئندہ پولیس کے سپاہی یا ٹرام اور ریل چلانے والے یا مدرس وغیرہ ایسے افراد بننا چاہتے ہیں



جو بچپن کے زمانے میں ان کی نظر میں بچ جاتے ہیں اور ان کی نگاہوں  
 میں یہ تمام کھلونوں جیسی چیزیں دکھائی دیتی ہیں، اس لئے وہ ٹرام  
 چلانے والوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے کہ سہیت اجتماعہ  
 میں ان کا کیا مقام ہے، نہ ہی وہ اس سے واقف کہ ان کا کیا  
 مرتبہ ہے اور نہ اس سے آشنا کہ ان کو کتنی مشقت و محنت کرنی  
 پڑتی ہے، لیکن وہ اپنے آپ یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ وہ گراں قیمت  
 چیز کے مالک ہو جائیں گے جن کا ان کے سوائے کوئی دوسرا مالک نہ ہوگا  
 وہ گراں قدر چیز ایک بڑی ٹرام کو چلانا ہے جو ان کے ہوش و خرد  
 پر مسلط ہو جاتی ہے اور جو ان کے ذہنوں میں ہمیشہ مسرت بن کر سمائی  
 رہتی ہے یہی حال پولیس کے سپاہی اور مدرس کا ہے ان میں سے  
 ہر ایک کے لئے بہت بڑے اختیارات ہیں سپاہی تو راستہ چلنے والوں  
 کو حکم دینے اور رد کرنے کا اختیار رکھتا ہے، اس کے علاوہ اس کی  
 سرکاری شکل و سہیت سے خود رعب و اثر ٹپکتا ہے یہ چیزیں بڑے  
 سے بڑے عہدہ دار کو بھی نصیب نہیں ہوتیں، مدرس تو بچے کے پاس  
 قریب قریب ایک رئیس اعظم کے برابر ہوتا ہے اس کی بات ہر  
 شخص سنتا ہے اس کے پاس علم بے پایاں ہے، جب چاہا گفتگو کی  
 جب چاہا خاموش رہا، ہر کام اس کی مرضی کے مطابق ہوتا ہے، اس  
 کے پاس درجوں کے خزانے ہوتے ہیں، جن کو یہ اپنے چہیتے لڑکوں کو  
 عطا کرتا ہے اور جو لڑکے اس کے پاس نالپسندیدہ ہوتے ہیں ان کو



ان درجوں سے محروم کر دیتا ہے اس قسم کے تصورات پر ہم بچہ کو ملامت نہیں کر سکتے کیونکہ اس کا تجربہ بہت تھوڑا ہے لیکن آنے والے سالوں یعنی دور بلوغت میں اس کا حافظہ قوی اس کی فہم و فراست میں ترقی ہوتی ہے اور زندگی کے متعلق اس کا تجربہ بڑھا ہوا ہوتا ہے اس قسم کے مظاہر سے وہ فریب خوردہ نہیں ہوتا بلکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ٹرام چلانے والا تو معمولی مزدور ہے پولیس کا سپاہی حکومت کا غلام اور مدرس بھاڑے کا ٹھوہ ہے جو مستم اور ناظم کا ماتحت ہے ان دونوں کا احترام اور ان کے احکام کی تعمیل اس پر فرض ہے وہ خود اس چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اس سے دھوکا کھانے میں کوئی فائدہ نہیں وہ خود اپنے پیشہ کو اختیار کر سکتا۔ تمام کاموں اور پیشوں میں موازنہ کر سکتا ہے اور اپنے کو ایسے مقام کے لئے پیش کرتا ہے جو اس کے خیال میں وہ اس کے سراردار اور قابل ہے۔ مگر ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم ضرورت سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ اس کی گردن پر نہ ڈال دیں کیونکہ وہ ان سالوں میں اب تک ایک ہونہار لڑکا ہے۔ زیادہ تجربہ بھی اس نے حاصل نہیں کیا ہے اس کی نگاہ پیشوں اور ملازمتوں کے بارے میں اب تک شہرت کے شوق سے آلودہ ہے۔ اس میں کسی قسم کی دوراندیشی اور اقتصادی دماغی حالات کے اندازہ کو دخل نہیں کیونکہ وہ بعض اوقات ایسی باعزت ملازمت کو جس میں کچھ اقتدار اور اختیار شامل ہو۔ مشقت آمیز ملازمت



پر ترجیح دیتا ہے جس میں زیادہ نفع کی اُمید ہے۔

محققہ خاتون ادلیو دلیور نے اپنی تحقیق کے سلسلہ میں مشاہدہ کیا کہ ۵۸ فیصد لڑکوں پر جو تجربہ کیا گیا تو انھوں نے اپنے زمانہ طفلی کے دوران میں دینی مسائل پر غور و فکر کیا، ان میں سے ۶۱.۵ فی صد لڑکے زمانہ بلوغت میں مذہبی مسائل میں منہمک ہو گئے، ان ہی سے وابستہ اور ان ہی میں سرگرمی دکھانے لگے، ان میں سے اکثروں نے یہ کہا کہ انھوں نے محسوس کیا کہ گویا انھوں نے نئے سرے سے اپنے مذہب کو قبول کیا ہے۔ کیونکہ مذہبی معاملات میں ان کی آنکھیں کھل گئیں اور پہلی مرتبہ انھوں نے ان مسائل کا مشاہدہ کیا۔

مذہب کے علاوہ اس زمانے میں جو روحانی مسائل پیدا ہوتے ہیں ان میں سے فطرت، موسیقی، فنون لطیفہ اور شاعری سے دل بستگی اور وابستگی ہے۔ تجربہ سے ثابت ہوا ہے کہ بالغوں کی ایک بڑی تعداد کسی نہ کسی مشہور و معروف فن سے دلچسپی لیا کرتی ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ جمالیاتی احساسات ان کے سامنے نئی شکل و صورت میں آشکار ہونے لگتے ہیں۔

اگر ہم گزشتہ بیانات کا خلاصہ چاہتے ہیں تو چند لفظوں میں اس طرح کہہ سکتے ہیں کہ زمانہ بلوغت ایک ایسا دور ہے جس میں انسان ایک خود پرست انفرادی کائنات سے ایک اجتماعی کائنات میں تبدیل ہو جاتا ہے، جس کے میلانات و خواہشات اس سوسائٹی



کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں جس میں وہ زندگی گزارتا ہے اور جو خود  
 اس کا ایک جز بن جاتا ہے اور اس کا شعور خارج کی طرف رُخ  
 کرنے والا ہو جاتا ہے، حالانکہ اس سے پہلے وہ اپنے نفس کے اندر ہی  
 جانب رخ کئے ہوئے تھا بالفاظ دیگر اس دور میں انسان کی شخصیت  
 پیدا ہو جاتی ہے۔



**Tibbi Books for  
Atiba Karam**



## تفسیر باب

# صنف قوی اور صنف نازک کے درمیان امتیازی خصوصیات

گزشتہ باب میں ہم نے اُن اخیرات پر بحث کی تھی جو دور بلوغت کی ابتداء میں عام طور پر لڑکوں اور لڑکیوں میں رونما ہوا کرتے ہیں، ہم نے ان فردق و امتیازات کی طرف نشاندہی نہیں کی تھی جو ان ہر دو جنسوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، اب ہم ان امتیازی خصوصیات کو تفصیل سے بیان کریں گے، ہم قارئین سے معافی کے خواستگار ہیں اگر بعض حقائق و واقعات مکرراً جائیں جن کو ہم نے گزشتہ باب میں بیاں کیا ہے اس کو بیان کرنے کے سوائے کوئی چارہ نہیں، کیونکہ علیحدہ ہر جنس کے متعلق بحث کرتے وقت ان کے ذکر کرنے پر ہم مجبور ہوں گے، اسی طرح ان دونوں جنسوں میں سے ہر ایک کے متعلق فرداً فرداً جن حقائق کا ذکر اب آئے گا وہ نشوونما کے اُن امتیازی خصوصیات کا مکملہ شمار ہوں گے جن



کہ ہم نے فصل گزشتہ میں بیان کیا ہے، ہم موضوع کی سہولت کے مد نظر یہ مناسب خیال کرتے ہیں کہ مذکورہ فرق کو گزشتہ باب کی ترتیب کے مطابق تین بڑے گروہ میں تقسیم کر دیں۔

۱۔ وہ فرق جو جسم، افعال، اعضاء، حواس اور ان کے مشابہ اشیاء کے ساتھ مخصوص ہیں۔

۲۔ وہ فرق جو ادراک، تفکر، حافظہ اور قوائے عقلیہ کے ساتھ خاص ہیں۔

۳۔ وہ وجدانی فرق جو جذبات و احساسات اور ان مختلف محرکات کے مقابلہ میں فرق کے موقف کے ساتھ مختص ہیں جن سے وہ اپنی زندگی میں دوچار ہوتا ہے۔

## (۱) جسمانی امتیازات

دو لوں جنسوں کے درمیان اہم فرق جس پر نظر پڑتی ہے، طبعی طور پر جنسی اعضاء میں اختلاف کا واقع ہوتا ہے، یہ اختلاف ذہنی حالت پر بھی اثر انداز ہوتا ہے، اگرچہ ہم باقاعدہ ان فعلیاتی اثرات کو نہیں جانتے جو اس فرق کو پیدا کرتے ہیں اور نہ اس اختلاف کے پیدا ہونے کی نوعیت و کیفیت سے آشنا ہیں، بلکہ جو کچھ ہم جانتے ہیں اتنا ہے کہ یہاں چند امتیازات اور فرق پائے جاتے ہیں، ان میں سے بعض وہ ہیں جن کا تعلق دو لوں جنسوں کے اختلاف سے نہ کہ ماحول یا تربیت کے اختلاف سے۔



## وزن اور طول میں فرق

متوسط وزن اور جسمانی طول کے لحاظ سے دونوں جنسوں کے درمیان فرق ہے، چنانچہ لڑکے بہ نسبت لڑکیوں کے اوسطاً کچھ بھاری ہوتے ہیں، یہ حالت تقریباً گیارہ سال تک ہوتی ہے اس کے بعد لڑکیوں کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ چنانچہ وہ لڑکوں کی بہ نسبت اوسطاً بھاری ہو جاتی ہیں پہلے تو فرق بہت تھوڑا ہوتا ہے اس کے بعد تیرہ سال کی عمر تک لڑکیوں کے وزن میں اضافہ ہوتا ہے، پھر وزن میں یہ فرق گھٹ جاتا ہے اور لڑکوں کا بڑھ جاتا ہے، اور وہ لڑکیوں کے برابر تقریباً پندرہ سال کی عمر تک ہو جاتے ہیں سو لہذا سال آنے بھی نہیں پاتا کہ لڑکوں کا وزن لڑکیوں کے مقابلہ میں بڑھ جاتا ہے۔ یہی زیادتی یکے بعد دیگرے ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ ایک وقت یہ فرق تقریباً تیس پونڈ تک ہو جاتا ہے۔

طول کے لحاظ سے لڑکے دسویں یا گیارہویں سال تک لڑکیوں پر فوقیت رکھتے ہیں جب دونوں صنفیں مساوی ہوتی ہیں تو اس وقت لڑکیوں کے قد میں تیرہویں سال تک اضافہ ہوتا ہے۔ جب کہ لڑکیوں کا اوسط قد لڑکوں کے اوسط قد کے مقابلہ میں ایک انچ بڑھا ہوا ہوتا ہے، لیکن دوبارہ ان کا نشوونما سست پڑ جاتا ہے اور لڑکے ان کے برابر ہو جاتے ہیں جب پندرہواں یا سو لہواں سال شروع ہوتا ہے تو ہم دیکھتے ہیں کہ لڑکے ان سے قریب دو انچ کے قد میں بڑھ جاتے ہیں، یہی فرق ہوتا



رہتا ہے یہاں تک کہ تقریباً پانچ انچ تک پہنچ جاتا ہے۔

## دماغ میں فرق

دماغ کی کمیت و مقدار کے لحاظ سے یہ فرق ہے کہ مردوں کے دماغ کی اوسط مقدار عورتوں کے دماغ کی اوسط مقدار کے مقابلہ میں کچھ زیادہ ہوتی ہے دماغ کے مادہ اور اس کی ترکیب و ساخت کے اعتبار سے دونوں جنسوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے یہ آسان اور شائستہ امر نہیں ہے کہ ہم دماغ کی مقدار اور اس کی قوت کار کردگی کے درمیان کوئی تعلق ایجاد کریں اور اس اساس و بنیاد پر نتائج کی عمارت کھڑی کر دیں، کیونکہ اس موضوع میں یقینی اور معتبر معلومات موجود نہیں ہیں اس سلسلہ میں یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اناطول فرانس کے دماغ کا حجم متوسط حجم سے کم تھا۔

## عنفوان شباب کی آمد میں فرق

لڑکیاں لڑکوں سے پہلے بلوغت کے مرحلہ میں پہنچ جاتی ہیں۔ عملی طور پر بلوغت کی ابتدا کس سال سے ہوتی ہے اس میں محققین کا اختلاف ہے یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ بلوغت (Puberty) کے بعد لڑکیوں کے خون میں سرخ جوہر (ہیمو گلوبین - حمرة الام) کی مقدار کم ہو جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ وہ تھکان کا شکار ہو جاتی ہے۔ مسلسل کام کرنے کی طاقت ان میں کم ہو جاتی ہے اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آسانی سے خون کی کمی



(انیمیا: قلة الدم) کی شکایت میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔

## اعصابی جلد و جہد

بلوغت کا وقت عام طور سے ایک ایسا دور ہے جس میں اعصابی جلد جہد بڑھ جاتی ہے لیکن اس جہد و جہد کا زمانہ دونوں جنسوں میں مختلف ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں بلوغت کے آنے کا دور بھی مختلف ہوتا ہے جیسا کہ اوپر ہم بیان کر چکے ہیں یہاں یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ چونکہ لڑکیوں کو یہ عصبی مشقیں ایسے وقت میں پیش آتی ہیں جو لڑکوں سے مختلف ہوتا ہے اس کے علاوہ ان کا نشو و نما لڑکوں کی بہ نسبت بہت جلد ہوتا ہے اس لئے یہ چیز مدارس میں مخلوط تعلیم کو دشوار گزار بنا دیتی ہے کیونکہ ان میں سے ہر دو مختلف اوقات میں خاص توجہ کے محتاج ہوتے ہیں اسی طرح وہ بچے درپے درپے جنسی تغیرات جو لڑکی پر یکے بعد دیگرے منظم اور باقاعدہ اوقات میں طاری ہوتے ہیں ان کے دوران میں لڑکی کو کام کرنے کے بہت کم قابل بناتے اور اس کی فکری و ذہنی پیداوار کو کم کر دیتے ہیں ایسے وقفوں میں اس سے حکمت و دانشمندی کا برتاؤ نہ کیا جائے بلکہ اسے مشقت برداشت کرنے پر زور دیا جائے تو اس کے حق میں سخت نقصان کا باعث ہوگا اس وقت یہ قرین انصاف نہ ہوگا کہ ان لڑکوں کے برابر اس کے کام کو ملا دیا جائے جو اس کے مستحق ہیں۔

دونوں جنسوں کے درمیان جو فرق ہے ان کا خلاصہ ہم اس طرح



کر سکتے ہیں کہ :-

۱۔ لڑکیاں اکثر اوقات جسمانی قوت میں لڑکوں سے کمزور ہوتی ہیں۔  
 ۲۔ لڑکیوں کے اعصاب بہ نسبت لڑکوں کے زیادہ اثر پذیر ہیں  
 یہی وجہ ہے کہ وہ تھکان اور عصبی مشقت کا بہت زیادہ شکار ہو جاتی  
 ہیں، غالباً اس کی وجہ اس طرح کی گئی ہے کہ ان کے خون میں چونے کے  
 اجزاء (کیلیم) کی جو مقدار ہوتی ہے اس میں سے کچھ اجزاء ضائع ہو جاتے  
 ہیں۔

۳۔ ان کا خون بہت کم کثیف ہوتا ہے، کیونکہ اس کے اندر خون کے سرخ  
 جوہر کمی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے وہ بلوغت کے بعد خون کی کمی کی  
 شکایت میں بہت زیادہ مبتلا ہو جاتی ہیں۔

## (ب) ذہنی خصوصیات

عام طور پر یہ رسم چلی آرہی ہے کہ عورتیں مردوں کے مقابلہ میں بہت  
 کم ذہین و کوتاہ عقل شمار کی جاتی ہیں، اور ان کو اس طرح خیال کیا جاتا  
 ہے کہ گویا وہ ذہنی قوت و صلاحیت اور عملی سرگرمیوں کے لحاظ سے  
 بہت کم درجہ رکھتی ہیں۔ اکثر مغنیفین نے اس موضوع پر بہت کچھ لکھا  
 ہے اور یہ دعویٰ کیا ہے کہ عورت کا مقام گھر ہے، کیونکہ یہی وہ مقام  
 ہے جو اس کی ذہنی و عقلی قوتوں اور صلاحیتوں کے مطابق سازگار ہے۔  
 لیکن ان میں سے اکثر نظریات و خیالات کی تعمیر دقیق مشاہدہ کے



جائے گمان و قیاس کی بنیاد پر کی گئی ہے، ان عملی تحقیقات اور دقیق تجربات کی مضبوط بنیاد پر یہ عمارت گھڑی نہیں کی گئی جس کے نتائج کی بنا پر ہم ان مفروضہ فرقی و امتیازات کے وجود کا حکم لگا سکیں۔

موجودہ دور میں جب کہ عورت گھر کی چہار دیواری کے حدود سے نکل کر زندگی کے عملی، سماجی اور سیاسی میدان میں کود پڑی ہے، ہم اس کی صلاحیت اور کارکردگی کو یقینی ذرائع سے معلوم کرنے کی ضرورت محسوس کرتے ہیں، تاکہ اگر مصلحت و حکمت یا انصاف کا تقاضا ہو تو ہم اس کو اپنے عہدوں پر مامور کریں، اسی طرح علم تربیت اور تعلیم کی ترقی نے یہ ضرورت قرار دیا ہے کہ ہم لڑکیوں کی ذہنی صلاحیت و قوت سے واقف ہوں تاکہ ہم تعلیم کے طریقوں کو ان کے سازگار دہم آئنگ بنا سکیں جن سے وہ مدرسوں میں حاضر ہو کر زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔

## نتائج امتحانات

عقلی و ذہنی لحاظ سے دونوں جنسوں کی قوت و صلاحیت کے درمیان فرق کو معلوم کرنے کا زیادہ سہل اور سادہ طریقہ یہ ہے کہ مدرسہ کے امتحانات میں ان ہر دو کے نتائج کے درمیان موازنہ کر لیا جائے، مگر یہ طریقہ ذہنی مقصدت و صلاحیت پر صحیح حکم لگانے کے لئے قابل اعتماد نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ امتحانات میں عقلی و ذہنی صلاحیت کے علاوہ بہت سے محرکات شریک ہو جاتے اور فرد کے نتیجہ امتحان پر اثر انداز ہوتے ہیں۔



ارباب بحث نے ان امتحانوں کے ذریعہ ایسے نتائج برآمد کئے ہیں  
جواب تک مشکوک نگاہوں سے دیکھے جاتے ہیں جن کو ہم یہاں محض معلومات  
کی خاطر درج کرتے ہیں۔

انگلستان کی وزارت تعلیمات نے ۱۹۲۲ء میں کیمبرج یونیورسٹی  
انگلستان کے نتائج امتحانات کا شمار کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی تھی  
اس نے لڑکوں کے نتائج کا لڑکیوں کے نتائج سے موازنہ کیا تو دیکھا کہ  
لڑکے ریاضی، کیمیا، طبیعیات اور لاطینی زبان میں لڑکیوں پر فوقیت سے  
گئے ہیں اور جغرافیہ طبعی میں بھی وہ کچھ سبقت کر گئے ہیں، لیکن لڑکیوں  
نے انگریزی ادب، انشاء، انگریزی تاریخ، نباتیات، جغرافیہ، فرانسیسی  
زبان اور اس زبان میں بات چیت کرنے میں نمایاں تفوق کا مظاہر کیا  
اسی طرح نقش و نگار کرنے اور نمونے اور بیل بوٹے بنانے میں آگے  
بڑھ گئیں۔

ریاضیات میں لڑکیوں پر لڑکوں کی برتری اور نئی زبانوں میں لڑکوں  
پر لڑکیوں کے تفوق کے دوبارہ دوسرے اعداد و شمار لئے گئے لیکن ان  
سے قابل ذکر فرق کی بجز مذکورہ بالا فرق کے وضاحت نہ ہو سکی۔

## اسباب تفوق

چونکہ اکثر اعداد و شمار ریاضیات میں لڑکیوں پر لڑکوں کے تفوق کو ظاہر  
کرتے ہیں اس لئے بعضوں نے اس تفوق کی تشریح و تفسیر مختلف اسباب



سے کرنے کی کوشش کی ہے جن میں سے بعض اسباب یہ ہیں کہ لڑکیوں میں علوم ریاضیہ کی طرف میلان نہیں پایا جاتا، ریاضیات کی معلومات کا فقدان جو ریاضی داں مردوں کی برابری کر سکیں، ان علوم سے دلچسپی لینے کے لئے لڑکیوں کے پاس کافی دقت نہیں رہتا۔ کیونکہ وہ گھر بیروں کی بھال موسیقی اور سوزن کاری جیسے دوسرے مشاغل میں دلچسپی لیتی ہیں۔

لیکن بعض محققین اس پہلو میں قابل ذکر فرق کے وجود کا انکار کرتے ہیں ان کا یہ نظریہ ہے کہ اگر یہ فرق پایا جاتا ہے تو بہت کمزور اور ناقابل لحاظ ہیں جو فرق ایک ہی جنس کے افراد کے درمیان ہوتے ہیں وہ ان فرقوں سے بڑھے ہوئے ہوتے ہیں جو دونوں صنفوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

ان متضاد نظریات کو سامنے رکھ کر کسی ایک صنف کی افضلیت کا حکم لگانے سے پیشتر ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم ان اعداد و شمار کے ظہور کا انتظار کریں جو ان اعداد و شمار کے مقابلہ میں زیادہ وافر اور زیادہ دقیق ہیں جو دور حاضر میں ہمارے پاس موجود ہیں۔

گزشتہ بیانات سے ہم ایک یقینی نتیجہ برآمد کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ مدرسہ کے حالیہ امتحانات پر عقلی و ذہنی حیثیت سے دونوں صنفوں کے مابین حقیقی فرق و امتیازات کے اظہار میں آج تک اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اس کے لئے ایسے عقلی و فکری تجربات کے وجود کی ضرورت ہے جو مذکورہ امتحانوں سے زیادہ دقیق اور نازک اور عقلی قوتوں کے



ساتھ زیادہ مس رکھتے ہوں یہ چیز مدرسہ کے امتحانوں میں ناپید ہے کیونکہ ان امتحانات میں عقلی قوتوں کے ساتھ دوسرے اسباب و محرکات کو بھی تیس کر لیا جاتا ہے جو ہماری بحث کے دائرہ سے خارج ہیں۔ اور ہمارے موضوع کی بنیاد نہیں بن سکتے اسی لئے ہمیں دونوں صنفوں کے مابین ذہنی امتیازات کے موضوع

..... کے باب میں ممتحنوں یا معلموں کی جانب سے نہیں بلکہ علماء نفس کی طرف سے جو بحث و تحقیق کی گئی ہے اس کا انتظار کرنا چاہیے۔

یہاں یہ بیان کر دینا مناسب ہے کہ ان فردق عقلیہ کو پیدا کرنا ایک حد تک دشوار ہے کیونکہ اگر ہم اپنے فیصلہ کو لعصب اور جانبداری سے بے لوث کرنا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ شخصی نظریات پر اعتماد نہ کریں بلکہ ان ٹھوس اور مستحکم حقائق پر اپنے فیصلہ کی بنیاد رکھیں جو ان علمی تجربات سے حاصل ہوتے ہیں جن میں شخصی اثر کو کوئی دخل نہ ہو ہمارے پاس ان تجربات کے نتائج کی ایک ایسی تعداد ہے جو ایک ہی طریقہ سے ایک ہی ماحول میں آزمائے گئے ہیں جو ان کے نتائج میں شک و شبہ کو سرایت کرنے سے باز رکھتی ہے۔

## سیرل برٹ کی تحقیقات

اس قبیل کی تحقیقات میں سے اہم تحقیق وہ ہے جس کو پروفیسر سیرل برٹ



(مہتمم معہد تربیت (Training College) لندن یونیورسٹی دیشیر  
 نفسیاتی مجلس بلدی لندن) نے انگلستان کے ابتدائی مدارس کے طلباء و  
 طالبات پر مختلف نصاب تعلیم کے لحاظ سے ان دونوں کے درمیان  
 موازنہ کے لئے تجربہ کر کے پیش کیا ہے اس قسم کے تجربات معمولی امتحانات  
 سے اس لحاظ سے ممتاز ہیں کہ ان میں گہرائی اور نزاکت پائی جاتی ہے اور  
 ان پر اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ امر قابل افسوس ہے کہ یہ امتحانات  
 صرف ان ہی بچوں پر کئے گئے جو پانچ اور چودہ سال کی عمر کے درمیان تھے  
 ہم ایسے نتائج حاصل کرنے کے خواہش مند ہیں جن کو اس کے بعد کی  
 عمروں پر منطبق کیا جائے۔ لیکن ہمارے پاس جو کچھ نتائج ہیں ہم ان  
 ہی پر اکتفا کرتے ہیں۔

ہم ان تجربات کے نتائج کا خلاصہ درج ذیل کرتے ہیں۔  
 پروفیسر موصوف نے دیکھا کہ لڑکیاں پانچ اور چودہ کے درمیان  
 کے تمام سالوں میں شریعت مطالعہ میں اور ان امور میں جو مفردات سے  
 مختص ہیں، لڑکوں پر فوقیت رکھتی ہیں لیکن کتابوں کے مضامین کو  
 سمجھنے میں پانچ اور سات سال کی درمیانی عمر کے لڑکے لڑکیوں پر  
 فوقیت لے جاتے ہیں لیکن لڑکیاں سات اور چودہ سال کی درمیانی  
 عمر میں لڑکوں سے بڑھ جاتی ہیں۔

حروف تہجی کی ادائیگی اور املا نویسی میں لڑکیاں مذکورہ تمام سالوں  
 میں فوقیت رکھتی ہیں۔ اگرچہ یہ زیادتی خفیف سی ہے جیسا کہ باقی تمام



فردق اور امتیازات میں ہوا کرتی ہے، اس لئے کہ یہ اوسطاً ایک فیصدی سے زائد نہیں ہوتی۔

ذہنی حساب میں لڑکیاں مذکورہ بالا تمام سینن میں لڑکوں سے پیچھے رہ جاتی ہیں۔ اگرچہ یہ فرق بہت ہی معمولی ہے، لیکن تحریر کی حساب میں لڑکیاں اور بھٹی پیچھے رہ جاتی ہیں، مگر اس وقت فرق بالخصوص مسائل کے حل کرنے میں بہت واضح اور نمایاں ہے۔

سرعت کتابت اور خوشخطی میں لڑکیاں بالخصوص دسویں اور گیارہویں سال کے درمیان لڑکوں سے ممتاز ہیں، نقشہ کشی میں لڑکیاں بارہویں سال تک بھی لڑکوں سے پیچھے ہیں لیکن یہ دونوں تیرہویں سال میں برابر ہو جاتے ہیں، پھر لڑکیاں چودہویں سال میں چار فیصدی کی مقدار میں لڑکوں سے بڑھ جاتی ہیں۔

دستکاری کی سرعت میں کوئی فرق دونوں میں نہیں پایا جانا لیکن خوبی عمل میں لڑکے ظاہری شکل و صورت میں لڑکیوں سے بہت بہتر ہوتے ہیں۔

انتشار میں لڑکی تمام سالوں میں سرعت کتابت اور حسن الشار کے لحاظ سے لڑکے پر فوقیت رکھتی ہے اور کبھی یہ فرق دس فی صدی سے زائد ہو جاتا ہے۔

گزشتہ بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان چند فرق پائے جاتے ہیں۔ گاہے ان دونوں میں سے ایک کا پلہ بھاری



ہو جاتا اور کبھی دوسرے کا پلہ دزنی ہو جاتا ہے، ہمیشہ ان دونوں میں سے ایک کے پلہ کے بھاری رہنے کا دعویٰ نہیں کیا جاسکتا اور نہ مطلق ترجیح کا حکم لگایا جاسکتا ہے، بالخصوص جب کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ یہ فرق جب پائے جاتے ہیں تو عام طور پر وہ خفیف اور ہلکے ہوتے ہیں۔

## فہم و ذکار کے تجربات اور ان کے نتائج

ان اہم تجربات میں سے جو عقلی ذہنی قوتوں کے قیاس کے لئے انجام دیے گئے، فہم و ذکار کے تجربات ہیں، یہ تجربات قوت حافظہ کی مختلف قسموں اور توجہ و آگاہی جیسی دوسری ذہنی و عقلی قوتوں کے علاوہ ہیں، فہم و ذکار کے امتحانات نے ایک ایسا نتیجہ برآمد کیا ہے جو اپنی مجموعی حیثیت سے سابقہ نتیجہ سے خارج نہیں ہوتا، وہ نتیجہ یہ ہے کہ دونوں صنفوں کے درمیان عام فہم و ذکار میں جو فرق ہیں وہ بہت ہلکے ہوتے ہیں، ان کے مابین واضح شکل میں کوئی خط امتیاز کھینچا نہیں جاسکتا۔

## بینیے سمیون کے امتحان کے نتائج

فہم و ذکار کے مشہور تجربات میں سے بینیے سمیون کا مقیاس (پیمانہ) ہے اس کے نتائج اس بات کے شاہد ہیں کہ لڑکیاں تمام سالوں میں تقریباً پانچویں اور چودھریں سال کے درمیان سوائے دسویں سال کے لڑکوں پر فوقیت لے جاتی ہیں اور لڑکے خفیف درجہ تک لڑکیوں پر



سبقت لے جاتے ہیں یہاں یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ لڑکیوں کے فہم ذکا میں جو زیادتی ہوتی ہے وہ بھی خفیف سی ہے۔ یہ زیادتی تقریباً چار ماہ تک رہتی ہے۔

لیکن بعض لوگ مذکورہ مقیاس پر اعتراض کرتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ یہ مقیاس اپنی طبعی ترکیب و ساخت کے اعتبار سے لڑکیوں کو تفوق و برتری کا موقع عطا کرتا ہے، کیونکہ بڑی حد تک اس میں زبان و لغت کی صلاحیت پر اعتماد کیا جاتا ہے، یہ لڑکیوں کا ایک امتیازی وصف ہے جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہیں، دوسرے امتحانات دونوں صنفوں میں سے کسی ایک میں ظاہری امتیاز کے فقدان پر دلالت کرتے ہیں، کیونکہ یہ دونوں یکساں سبقت کرتے اور باہم مل جاتے ہیں اور یہ سلسلہ ساتویں سال کے بعد تک جاری رہتا ہے

## میرل برٹ کے تجربہ کے نتائج

فہم ذکا کے قابل اعتماد پیمائشوں میں سے وہ ہے جس کو ڈاکٹر میرل برٹ نے ترکیب دیا ہے اس کے نتائج آٹھویں اور گیارہویں سال کے درمیان لڑکے کے تفوق کو اور بارہویں اور تیرہویں سال کے مابین لڑکی کی برتری کو ثابت کر چکے ہیں لیکن لڑکا چودھویں سال کے قریب لڑکی کے ساتھ مل جاتا اور اس سے سبقت لے جاتا ہے۔

ڈاکٹر برٹ (Burt) اپنی تحقیقات کے نتائج کا خلاصہ اس



طرح بیان کرتا ہے کہ :-

" دونوں صنفوں کے درمیان فہم و ذکار کے اعتبار سے جو فرق ہیں وہ تعلیمی سالوں کے دوران میں بہت ہی دھندلے اور ہلکے ہیں اب تک کسی بحث و تحقیق نے ان دونوں کے درمیان ان مدارس میں کسی فرق و امتیاز کو ظاہر نہ کیا۔ جن میں دونوں ایک ہی درسگاہ میں مخلوط تعلیم پاتے ہیں، ان کو ایک ہی مدرس ایک ہی نصاب پڑھاتا ہے :-

## ترمان کی تحقیقات کے نتائج

ترمان نے امریکہ میں تقریباً ایک ہزار بچوں پر تجربات کئے اس نے دیکھا کہ لڑکیاں عام طور پر فہم و ذکار کے لحاظ سے پانچویں اور تیرہویں سال کے درمیان لڑکوں پر کچھ فوقیت رکھتی ہیں، لیکن یہ فرق اس درجہ کم تھا کہ عملی امور میں اس کو نظر انداز کر دینا روا ہوتا ہے، ترمان نے انہی تحقیقات کے ذریعہ یہ نتیجہ اخذ کیا کہ عورتوں اور لڑکیوں کا اوسط فہم و ذکار مردوں اور لڑکوں کے اوسط فہم و ذکار کے برابر ہوتا ہے۔

## نتائج بالالہ کی اہمیت

اوپر جو نتائج بیان کئے گئے ہیں وہ دونوں صنفوں کی اوسط قوت پر منطبق ہوتے ہیں یعنی سابقہ موازنے اور مقابلے اس اوسط نتیجہ کے



درمیان بندھے ہوئے تھے۔ جو لڑکیوں کی ایک بڑی لٹاؤ کا تجربہ و امتحان کرنے کے بعد حاصل دبرآمد ہوا۔ یہ ظاہر ہے کہ لڑکے تمام کے تمام ایک ہی قوت کے حامل نہ تھے، اسی طرح لڑکیاں بھی قوت و توانائی کے اعتبار سے سب کی سب مساوی و مشابہ نہ تھیں ہر فرد اپنے عام اہنار جنس سے اوسطاً کم و بیش اختلاف رکھتا ہے۔

یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ ہر جنس کے افراد کے درمیان اندرونی فرق و اختلافات ان امتیازات کے مقابلہ میں بڑے ہوتے ہیں جو دونوں صنفوں کے اوسط میں ہوا کرتے ہیں، ایک منہی خیر صورت اور واقعہ کا بھی مشاہدہ کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ لڑکوں کے درجات کا اوسطاً فاصلہ لڑکیوں کے درجات کے اوسطاً فاصلہ سے زیادہ ہوتا ہے، یعنی لڑکیاں ان لڑکوں کے مقابلہ میں اپنے متوسط افراد کے ارد گرد زیادہ اکٹھی ہوتی ہیں جن کے درمیان ہم ایسے افراد کو پاتے ہیں جو زیادہ بلند درجہ یا اپنے متوسط افراد کے مقابلہ میں بہت کم رتبہ رکھتے ہیں۔

گزرے ہوئے بیانات کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ جب تک ایک ہی صنف کے افراد کے درمیان ذہنی اختلافات و امتیازات اس شکل کے ساتھ بڑی مقدار میں پائے جاتے ہیں اس وقت تک ہم ان فرق و اختلافات کو نظر انداز کر سکتے ہیں جو دونوں جنسوں کے مابین پائے جاتے ہیں، اور ہم ان دونوں کو عقلی و ذہنی حیثیت سے ایک



ہی سطح پر شمار کر سکتے ہیں۔ کیونکہ لڑکے اور لڑکی کے درمیان جو فرق ہے وہ اس وقت محض جنسی لحاظ سے دونوں میں فرق کی بنا پر نہیں ہوگا بلکہ وہ ان تمام فروق و امتیازات کی طرح ایک انفرادی فرق ہوگا جو افراد کے درمیان پائے جاتے ہیں، خواہ یہ افراد ایک ہی جنس سے تعلق رکھتے ہوں یا دو مختلف جنسوں سے۔

بعض محققین کا نظریہ ہے کہ فہم و فراست میں نوعیت رکھنے والے مرد اور ذہین افراد عورتوں کے مقابلہ میں بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ اس رائے میں زیادہ صداقت و صحت پائی جاتی ہے، لیکن یہ نظریہ پورے طور پر صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کا بھی احتمال ہے کہ مردوں کے درمیان کمزور عقل رکھنے والے افراد عورتوں سے زیادہ ہوں، اس طرح ہم یہ توجیہ و تفسیر کر سکتے ہیں کہ دونوں جنسوں کے عام متوسط افراد فہم و ذکاوت کے لحاظ سے باہم سادگی اور برابر ہیں۔ جن نتائج کو ہم نے اوپر بیان کیا ہے وہ ارباب تربیت کے لئے بہت اہم اور قابل توجہ ہیں اس بنا پر یہ معلوم کرنا ان کا فرض ہے کہ نفسیاتی نتائج اسالیب کار کے لحاظ سے ذکاوت عام میں فرق و اختلافات کے وجود پر اعتماد کرتے ہوئے دونوں جنسوں کے درمیان اختلاف کو ناقابل لحاظ سمجھتے ہیں۔

پروفیسر ٹورنڈک کی رائے

پروفیسر ٹورنڈک امریکی کا نظریہ اس سلسلہ میں صریح اور واضح ہے



جوان تفریقوں کو نظر انداز کرنے میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں چھوڑتا، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ :-

"ایک جنس کے افراد کے درمیان فرق کرنا دوسرے افراد کے درمیان اختلافات کے کمترین اسباب میں سے ہے دو نون جنسوں کے درمیان جن اہم فرق و اختلافات کو ہم دیکھتے ہیں وہ محض سطحی ہیں، کیونکہ ایک ہی جنس کے افراد کے درمیان فروق ان اختلافات کی بنا پر بڑھتے ہیں جو باہمی صنفوں کے مابین عقلی و ذہنی اعمال میں پائے جاتے ہیں، یہاں تک کہ ہم نہایت اطمینان کے ساتھ عملی حالات میں ان تفریقوں کو نظر انداز کر سکتے ہیں؟

یہ امر کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ گزشتہ صدی کا پورا تجربہ عورت کی تعلیم کے بارے میں یہ ظاہر کر چکا ہے کہ عورت سرکاری ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے تمام مراحل میں صلاحیت و استعداد رکھتی ہے، موجودہ صدی کا تجربہ بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ عورت ہر قسم کی قابلیت رکھتی ہے خواہ تعلیم میں ہر یا عام کاموں میں، اسی طرح علماء نفسیات کے تجربات اس امر کو ظاہر کرتے ہیں کہ یہ مساوات موروثنی قوتوں کی مساوات کی پیداوار ہے۔ اس میں عورتوں کے محض اجتہاد اور اعمال میں ان کی جدوجہد کو کوئی دخل نہیں۔



## برٹ اور ترمان کا نظریہ

لیکن برٹ (Burt) اور ترمان (Terman) کی تحقیقات نے دونوں جنسوں کے درمیان دوسرے عقلی گوشوں میں علاوہ ذکاوت عام کے زبردست فرق و اختلافات کو ظاہر کیا ہے، نیز یہ اختلافات ان عقلی تجربات و امتحانات کے ذریعہ ظاہر ہو چکے ہیں جو دونوں صنفوں پر آزمائے گئے، چنانچہ لڑکے ان امتحانات میں فوقیت رکھتے جن میں کسی چیز کو جاننے یا مشابہ اشیاء کے اور اک یا حسابی تحلیل کا ان سے مطالبہ کیا گیا، برخلاف اس کے لڑکیاں ان امتحانات میں سبقت رکھتی ہیں جن میں لغوی مفردات سے سوالات کئے گئے یا جن میں مختلف اشیاء کی جمالیاتی قدر و قیمت پر حکم صادر کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ ہم یہاں اس کی مثالیں پیش کرتے ہیں، چنانچہ ان امتحانوں میں حسب ذیل دو سوال کئے گئے۔

”اگر تم سے ایک ایسے شخص کے بارے میں تمہاری رائے پوچھی جائے جس کو تم پہچانتے نہیں ہو تو تم کیا جواب دو گے؟“ کسی عظیم الشان اور اہم کام کو شروع کرنے سے پہلے تمہیں کس چیز پر عمل کرنا پڑے گا؟“

اس قسم کے سوالوں کا جواب دینے میں لڑکیوں کا تفوق ظاہر ہوا جو کہ سماجی امور میں بصیرت و حکمت اور حسن تصرف کے محتاج ہوا کرتے ہیں۔



## ترقی پذیر عملیات میں فرق

یہ ظاہر ہے کہ دونوں صنفوں کے درمیان جو ذہنی و عقلی فروق و اختلافات ہیں وہ نہ صرف فہم و فراست میں یا ترقی پذیر عملیات میں ہیں بلکہ سادہ عقلی اعمال میں بھی ہوا کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ مسلمہ نتائج میں سے ہے کہ لڑکیاں چھو کر معلوم کرنے کے طریقہ میں لڑکوں کے درمیان امتیاز کرنے، آلی یا میکائلی قوت و اکرہ میں لینی کسی چیز کو بغیر اس کے کہ اس میں ربط و تعلق کو جاننے یا کسی غور و فکر کی ضرورت ہو میکائلی تردید کرنے میں لڑکوں پر فوقیت رکھتی ہیں لیکن لڑکے ٹاپ کرنے کے امتحانات اور ان امتحانوں میں جن میں زمانہ بازگشت کا قیاس کیا جاتا ہے تفوق رکھتے ہیں۔

## رجحانات میں فرق

اس موضوع کو ختم کرنے سے پیشتر ہم ایک اہم نقطہ کو واضح کر دینا چاہتے ہیں تاکہ قارئین پر کوئی امر مشتبہ نہ رہے چنانچہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ دونوں جنسوں کے مابین ان امور میں جو ذکار عام سے مختص ہیں عقلی اختلافات و فروق خفیف سے ہیں تو یہ قول مختلف عقلی رجحانات اور ان گونا گوں اغراض و خواہشات اور میلانات و جذبات کے لحاظ سے دوسرے ذہنی اختلافات کے وجود کے مخالف و منافی نہیں ہوتا



جن کی طرف ہر فرد اپنے ذہن و عقل کا رخ پھیرتا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ امور مردوں اور عورتوں میں مختلف ہوتے ہیں یہاں ہم دوبارہ یہ دیکھتے ہیں کہ افراد کے اختلافات و دونوں جنسوں کے اختلافات سے کسی طرح کم نہیں ہوتے محققین اس سلسلہ میں اس امر پر متفق ہیں کہ لڑکے ان اشخاص میں دلچسپی لینے کی بہ نسبت جن سے افکار و نظریات صادر ہوئے ہیں زیادہ تر افکار و خیالات ہی سے دلچسپی رکھتے ہیں اس کے برخلاف لڑکیوں کی توجہ کامرکز آراء و نظریات کے مقابلہ میں زیادہ تر اشخاص ہوتے ہیں یہ عمل عام طور پر تمام طبقات میں فطری ہے جس طرح لڑکیاں اُن اشیاء سے وابستگی رکھتی ہیں جو حواس کے ذریعہ معلوم کی جاتی اور جو مادی اشیاء کی شکل و صورت میں اُجاگر ہوتی ہیں اسی طرح ہم لڑکوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ اُن باطنی و معنوی امور میں دلچسپی لیا کرتے ہیں جو مادی محسوسات کی پوشاک اتار دیتے ہیں۔

لیکن نصاب تعلیم کے مخصوص شعبوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو لڑکیاں ادب لغت کی طرف زیادہ میلان رکھتی ہیں اس کے برعکس لڑکوں میں ریاضیات سے زیادہ دلچسپی پائی جاتی ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں جنسوں میں سے بعض افراد ایسے نہ پائے جائیں جو مذکورہ عام قاعدہ سے مستثنیٰ ہوں۔

اکثر اوقات لڑکے اپنے غور و فکر کے دوران میں ان لڑکیوں کے مقابلہ میں منطقی نتیجہ نکلانے اور اس پر کاربند رہنے کے زیادہ پابند



ہوتے ہیں جو اکثر بعض تفکیہ کی خطوط کو نظر انداز کر دیتی ہیں اور اس طرح وہ جلد بازی کی وجہ سے غلط نتیجہ پر پہنچتی ہیں حافظہ کے اعتبار سے غور کیا جائے تو لڑکیاں لڑکوں سے آگے بڑھی ہوئی نظر آتی ہیں۔ لیکن بعض اوقات ان پر لڑکے کے توجہ کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی قوت اور اس کو ایک مہین موضوع میں محصور کرنے کے وصف میں سبقت لے جاتے ہیں۔

بعض محققین کہتے ہیں کہ عورت کی توجہ کو عام طور پر کوئی حادثہ بہ نسبت کسی فکر و خیال کے بہت زیادہ اپنی طرف کھینچ لیتا ہے مرد بچائے اس کے کہ اشیاء کی ذات میں دلچسپی لیں وہ زیادہ تر اشیاء کے باہمی تعلقات سے دلچسپی رکھتے ہیں عورتوں کا معاملہ اس کے برعکس ہے کیونکہ ان کا عقلی رجحان معنویات کی طرف ہونے کی بہ نسبت زیادہ تر مادیات اور محسوسات کی طرف ہوا کرتا ہے۔

یہ سابقہ نظریہ جان اسٹوارٹ مل کے نظریہ سے کسی طرح مختلف نہیں ہے جس کا عقیدہ یہ تھا کہ عورت اشیاء میں اس حیثیت سے غور فکر کرتی ہے کہ وہ ایسی جزئیات ہیں جو ایک دوسرے سے جدا اور الگ ہیں وہ ان چیزوں میں اس اعتبار سے سوچتی ہیں کہ یہ ایسی کلیات ہیں جن کے اجزاء باہم دیگر ملے جلے پیوستہ اور مربوط ہیں اور صرف مرد آراء و نظریات میں اس لحاظ سے دلچسپی لیتے ہیں کہ وہ آراء و نظریات میں اور ان کو پیش کرنے والے اشخاص سے نظر پھیر لیتے ہیں اور



عورتوں کو سمجھ دیکھتے ہیں کہ وہ ان افکار و نظریات میں اس لحاظ سے غور و فکر کرتی ہیں کہ وہ عام اشخاص کے خیالات ہیں اس لئے وہ نظریہ اور اس کو پیش کرنے والے یا اس کے سرچشمہ دماغ کے درمیان تمیز نہیں کرتیں۔

تحقیقات سے یہ امر پائے ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ عورتیں ان اشیاء میں اپنی دلچسپی لینے میں ممتاز ہیں جو بالواسطہ ان کے اطراف اثر انداز ہوتی ہیں۔ بخلاف اس کے مرد اپنی توجہ اور دلچسپی کے گوشے اس سے بھی بلند اور دور رس مقام پر ڈھونڈتے ہیں اگر عورتیں کسی چیز میں اس لحاظ سے دلچسپی لیتی ہیں کہ وہ ان کی نگاہوں میں اپنی انتہائی شکل و صورت میں دکھائی دے رہی ہے تو مردوں کو اکثر اس طریقہ سے دلچسپی ہوتی ہے جس کے ذریعہ یہ چیز اپنے آخری قالب تک پہنچتی ہے۔ اسی طرح عورتوں کو ہر وہ چیز جاذب نظر اور ہوش رُبا ثابت ہوتی ہے جو زیب و زینت اور نمائش و آرائش کی قبیل سے ہو لیکن مردوں کو ان ہی چیزوں سے دلچسپی ہوگی جو مفید و سودمند ہوتی ہیں۔

باقی رہا یہ امر کہ ان مختلف عقلی و ذہنی رجحانات اور دلچسپی کے مختلف زاویوں کی توجیہ و تفسیل کس طرح کی جاتی ہے؟ تو اس میں مختلف آراء اور گونا گوں خیالات ہیں لگتا ہے یہ اختلافات مختلف جسمانی یا عضویاتی اسباب و عوامل کے تابع ہوا کرتے ہیں اور کبھی یہ بنیادی فطری خواہشات کی قوتوں کے اختلافات کی طرف لوٹتے ہیں ہم یہ



کہنا نہیں چاہتے کہ مردوں کی خواہشات عورتوں کی خواہشات سے نوعی لحاظ سے مختلف ہیں بلکہ ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان خواہشات کے لئے جو دفاعی قوتیں ہیں وہی دوسری خواہش کے درمیان اختلاف کو ظاہر کرتی ہیں چنانچہ مثلاً خواہش جنگجوئی (Pugnacity) جمع کرنے اور ذخیرہ اندوزی کی خواہش اور حل و ترکیب کی خواہش عورتوں کی بہ نسبت مردوں میں زیادہ قوی ہوتی ہے، حالانکہ ان میں فرار ہونے اور مہر مادی (ماتما) کی خواہشات زبردست ہوتی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ فطری خواہشات میں فرق اتنا زیادہ نہیں ہوتا بقنا کہ بعض لوگ بیان کرتے ہیں۔

یہ امر بھی نظر سے اوجھل نہ ہونا چاہیے کہ اس پہلو میں جو نشیب و فراز ہوتا ہے اس کا سبب کبھی ان ہر دو صنفوں کے مخصوص ماحول کے تابع ہوتا ہے یعنی ان گھریلو حالات اور سماجی ماحول سے گھرا ہوا ہوتا ہے جو ان ہر دو کو گھیرے ہوئے ہوتے ہیں جب یہی جوہری سبب ہے تو ہم ان اختلافات پر قابو پا سکتے ہیں اور ہم یا تو انھیں دور کر دیں گے یا ان میں اضافہ کر دیں گے اور یہ چیز ان طرف و حالات کو تبدیل کر دینے سے حاصل ہو سکتی ہے جو ہر دو صنفوں کے گرد پیش چھائے ہوئے ہیں۔



## ج۔ وجدانی اختلافات کے چند پہلو

یہ بات مانی ہوئی ہے کہ دونوں صنفوں میں قسے ہر صنف ان ہی خواہشات کی وارث ہوتی ہے جن کی وارث دوسری صنف ہوا کرتی ہے، نیز خون، عصبہ، خود داری، خود پسندی اور عزت نفس جیسے جذبات اور ان جمالیاتی و مذہبی میلانات و احساسات کو محسوس کرتی ہے جو دونوں جنسوں کے درمیان پائے جاتے ہیں اسی طرح ان میں سے ہر ایک میں بلوغت کے وقت ایک عظیم الشان وجدانی تغیر و انقلاب رونما ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ تغیر لڑکوں کی بہ نسبت لڑکیوں میں بہت جلد واقع ہو جاتا ہے۔

## مزاجی پیمانے

دونوں جنسوں کے مابین وجدانی صفات کے لحاظ سے موازنہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے کیونکہ ان وجدانی صفات کے لئے ایسے تجربات اور امتحانات ناپید ہیں جن کے نتیجہ پر ہم کامل اطمینان کر سکیں البتہ بیان چند مزاجی پیمانے (Tests of Temperament) یا اخلاقی تجربات (Tests of Character) موجود ہیں جو حال میں انگلستان اور امریکہ میں استعمال کئے جا چکے ہیں لیکن ہم اب تک تجربہ و مشاہدہ کے غموری دور سے گزر رہے ہیں ہم ان کے



نتائج کی صحت پر یقین نہیں کر سکتے۔ جب تک یہ حالت ہے تو ہمیں دوسرے ذرائع سے اس موضوع کے متعلق بعض حقائق و واقعات کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس میں کوئی ضرر کا اندیشہ نہیں ہے جب تک کہ یہ امر برابر ہمارے ذہن نشین ہے کہ نتائج قطعی اور یقینی نہیں ہیں تا وقتیکہ ہم کسی دن اس سلسلہ میں تحقیقات کی ترقی کے ذریعہ یقینی اور حتمی تجربات کو حاصل کر سکیں۔

ہم شایدہ کے ذریعہ دونوں جنسوں کے درمیان مزاجی یا اخلاقی اختلافات کو بیان کر سکتے ہیں، پروفیسر برٹ، جو اس موضوع میں ثقہ اور قابل اعتماد حیثیت رکھتا ہے، ان اختلافات کے وجود کو تسلیم کرتا ہے، اسی طرح وہ اس بات کا معترف ہے کہ یہ اختلافات ان ذہنی و عقلی فروق و امتیازات کی بہ نسبت زیادہ واضح اور بڑے پیمانہ پر ہوتے ہیں جن کا ذکر سابقہ باب میں ہو چکا ہے لیکن وہ دوبارہ یہ بیان کرتا ہے کہ دونوں جنسوں کے مابین جو جدا گانہ اختلافات ہوتے ہیں وہ جسمانی اختلافات سے بہت کم ہوتے ہیں۔ موازنہ کے طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مردوں کے جذبات بسا اوقات عورتوں کے جذبات و احساسات سے زیادہ گہرے اور موثر ہوتے ہیں لیکن وہ بہت کم ظاہر اور نمایاں ہوتے ہیں بخلاف ان عورتوں کے جن پر ان کے تیز ناگہانی انفجارات بلا کسی اخفا و کتمان کے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ نیز ان چیزوں میں اختلاف پیدا ہو جاتا



جوان جذبات کو سرد جنسوں کے مابین بھڑکاتے ہیں یہ جذبات جس طرح مردوں کی وجہ سے مختلف ہوتے ہیں اسی طرح مردوں اور عورتوں کے پاس بھی گوناگوں ہوتے ہیں، چونکہ عورتیں جذبات سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہیں اس لئے وہ اکثر اختناق الرحم (سہڑیا) کا شکار ہو جاتی ہیں۔

## مدرسہ میں دونوں جنسوں کے ادب مجلس

مدرسہ میں لڑکوں اور لڑکیوں کی باہمی روشنی کے لحاظ سے مشاہدہ کیا گیا ہے کہ لڑکیاں لڑکوں کے بالمقابل اشیاء سے عملی پہلو سے بہت کم دلچسپی لیتی ہیں اور جذبات و احساسات سے بہت زیادہ اثر پذیر ہو جاتی ہیں، اسی طرح وہ مدح و ستائش یا سرزنش کی بہت زیادہ پرواہ کرتی ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ معمولی سی سرزنش سے یا کوتاہی عمل کے اظہار یا ان کے حسب مرضی اور خاطر خواہ درجہ ان کو نہ ملنے کی وجہ سے وہ رونے اور آلسو بہانے لگتی ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ لڑکی اپنے عام منظر میں وقار و سکینت کی طرف مائل ہوتی ہے۔ بخلاف اس کے لڑکا حرکت اور سرگرمی دکھانے کا جذبہ رکھتا ہے لڑکی بڑے لوگوں یا استادوں کی نصیحت و رہبری کو بغیر کسی اعتراض و مقابلہ کے سنتی اور اس کو قبول کر لیتی ہے لیکن لڑکا بغیر رد و قدح کے اس کو قبول نہیں کرتا بلکہ تسلیم کرنے اور اس کو ماننے سے پیشتر جھگڑتا



اور بحث و مباحثہ کرتا ہے۔

## ایک ماہر تربیت کا قول

ایک ماہر تربیت ثانوی مدارس کے طلباء و طالبات کا ان کے ابتدائی سالوں میں ایک عرصہ دراز تک مشاہدہ کر چکا ہے جس کی بنا پر وہ کہتا ہے کہ :-

’لڑکی کے طرز کو دیکھنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ وہ اپنے موجودہ سن سے بہت بڑی ہے۔ کیونکہ وہ اپنا کام خلوص ’لوجہ اور تن دہی سے اس طرح انجام دیتی ہے جو کہ لڑکے پر سبقت رکھتا ہے‘ وہ آسانی سے بڑوں کی تقلید کرتی اور تیزی سے ایسی چیزوں کو تسلیم کرنے پر مائل ہو جاتی ہے جس کو لڑکا بہت ہی رد و کد کے بعد ہی قبول کر سکتا ہے‘ لڑکا اپنے فکری امور میں ایجاد پسند رائے میں مستقل اور ان منطقی فرد گزاشتوں سے بہت ہی چوکنا اور محتاط رہتا ہے جو کسی بحث و مخالفت یا پیچیدگی کو پیدا کرنے کا موجب ہوتی ہیں وہ اشیاء کے درمیان جو مشابہت پائی جاتی ہے اس کے ادراک پر اور حقائق و آثار کے مابین جو تعلق ہے اس کی دریافت پر زیادہ قدرت رکھتا ہے اور ان حقائق کی شیرازہ بندی کرنے ’ان کی ترتیب و تالیف میں بہت زیادہ مستقل مزاج ہے لیکن



لڑکی میں آراء و اذکار کو قبول کرنے اور ان سے سہرا بنانے اور ان کو یاد رکھنے کی زیادہ قابلیت پائی جاتی ہے، اس کا حافظہ عام طور پر بہت قوی ہوتا ہے اور وہ اشیاء کو اور بالخصوص تفصیلی امور کو زیادہ یاد رکھتی ہے وہ سلیقہ شعاری اور سنجیدگی میں خاص ملکہ رکھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی یادداشتوں اور مذاکرہ کو لکھنے میں طویل وقت صرف کرتی ہے، بخلاف اس کے لڑکا ان چیزوں میں دقت ضائع کرنے سے انکار کرتا اور اس امر کو ترجیح دیتا ہے کہ اپنا وقت اور کوشش ان چیزوں میں غور و خوض کرنے، ان کی تلاش اور جستجو اور تنقید میں صرف کرے۔ لڑکی زبانی انشاء پر دازی میں زیادہ قوت رکھتی ہے، اس کے بیان میں زیادہ سلاست ہے اور الفاظ اور فقرہوں کے حقیقی معنی کو بہت تیزی سے سمجھتی ہے۔

یہ خیال ایک ایسے ماہر تربیت کا ہے جس نے درس گاہوں میں اپنا تجربہ و مشاہدہ کرنے کے بعد اس خیال تک رسائی حاصل کی ہے ہم یہاں ان علمائے نفیات کی رائے کو پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں جنہوں نے ایک دوسرا راستہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ وہ ان ہی نتائج پر پہنچے ہیں۔ پروفیسر برٹ کہتا ہے کہ :-

" لڑکیاں اس لحاظ سے فوقیت رکھتی ہیں کہ ان میں صبر و استقامت کی قدرت پائی جاتی ہے، اسی طرح وہ اشیاء کی تفصیلات درپا



کرنے اور امور کی باریکیاں نکالنے اور موثر گانیاں کرنے میں ممتاز  
 ہیں لیکن وہ فکر و نظر کے بعض گوشوں کو نظر انداز کرتے اور ایسے  
 نتائج تک پہنچنے کی شکایت میں زیادہ مبتلا ہوتی ہیں جن کی تائید  
 موجودہ حالات نہیں کرتے وہ مفروضہ تصورات کو اس شکل میں  
 تسلیم کر لینے کی طاقت رکھتی ہیں جو ان کو محسوس درجہ عطا کرتی  
 ہے وہ لڑکوں سے بڑھ کر نہایت وضاحت کے ساتھ واقعات  
 کا تصور کر سکتی ہیں اور یہ تصور ان کے واضح خیال کی امداد کے  
 ذریعہ ہوتا ہے، ان کے سامنے لکھی ہوئی عبارتوں سے معنی  
 مطلب کا خلاصہ حاصل کرنے پر ان کو جو دسترس حاصل ہے  
 اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں، ان کی یہ قابلیت اس  
 وقت بھی ظاہر ہوتی ہے جب کہ ان سے اس معنی و مطلب  
 کو مناسب اور سوزوں عبارتوں کا جامہ پہنانے کا مطالبہ  
 کیا جائے، مگر لڑکوں میں دوران تفکیر میں ایک پہلو سے دوسرے  
 پہلو میں غور و فکر کرنے اور نقل و حرکت کرنے میں زیادہ ثبات  
 قدمی پائی جاتی ہے اس تفکیر میں جو کچھ لغزشیں اور غلطیاں  
 سرزد ہوتی ہیں ان تمام کے اسباب سے وہ زیادہ جو کئے  
 اور آگاہ رہتے ہیں، الفاظ کے ساتھ ان کی توجہ و التفات  
 لڑکیوں سے بہت کم ہے، لیکن وہ منطقی منالطوں کے جال  
 میں پھنسے یا ان عبارتوں کا نشانہ بننے سے دور رہتے ہیں جن کو



وہ اثر آفرینی یا اثر پذیری کے باب میں پڑھتے ہیں۔

## نوہالوں کے جرائم

اس سلسلہ میں بیش بہا تحقیقات وہ ہیں جن کو پروفیسر برٹ  
تے جرائم پیشہ یا قصور دار (Delinquents) بچوں پر انجام  
دیا ہے اس نے اس قبیل کے متعدد حالات کی تحقیق کی ہے جس کے  
بعد اُسے اتنی دسترس حاصل ہوئی کہ ان کے جرموں اور خطاؤں کے  
حالات ان فطری محرکات اور ان سے متعلقہ جذبات کی بنیاد پر  
چند قسموں میں تقسیم کرے، جو ان کو قانون کی گرفت میں مبتلا کرنے  
کا موجب ہوئے۔ اس نے مشاہدہ کیا کہ لڑکوں کے جرائم کی ایک  
بڑی تعداد باہمی جھگڑوں، جالوردوں پر سختی برتنے اور آوارگی کی قسموں  
کے تحت شامل ہوتی ہے، لڑکیوں کے جرائم کی بڑی مقدار امور  
جنسی، جھوٹ اور خودکشی کی کوششوں سے تعلق رکھتی ہے، شاید یارین  
کی نظر مصری اخبارات پر پڑی ہوگی، جن میں مصری لڑکیوں کی  
خودکشی کے حادثات بکثرت ہوتے ہیں، اس قسم کے واردات  
مختلف اسباب کی بنیاد پر ہوتے ہیں، مثلاً ان کے سرپرستوں اور  
خاندان والوں کا ان کو تنگ کرنا یا ان کے اور ان کے چاہنے والوں  
کے درمیان شادی میں رکاوٹ پیدا کر دینا اور ایسے شہروں کے  
ساتھ ان کو وابستہ کرنے کی کوشش کرنا جن کی طرف وہ مائل نہیں



ہوتیں۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ لڑکوں کے جرائم کے پہلے مجموعہ کا سبب بعض خواہشات مثلاً خواہش جنگجویی (Pugnacity) خود اعتمادی (Self Assertion) اور خواہش تغلب کو قرار دیا جاسکتا ہے، بالفاظ دیگر یہ وہ خواہشات و جذبات ہیں جو کہ ذات (The Self) سے سرزد ہوتے ہیں، ان جرائم کے دوسرے مجموعہ کا سبب ان جنسی خواہشات و جذبات کو قرار دیا جاسکتا ہے جو انکار ذات اور تابعداری (Self Subjection) اور دوسرے اجتماعی خواہشات سے صادر ہوتے ہیں۔

یہ مختصر سا موازنہ ہمیں ان الفعالات و جذبات کے متعلق ایک عام اور ہمہ گیر تصور پیش کرتا ہے جن پر ہر دو جنسوں میں قابو پانا بسا اوقات دشوار ہو جاتا ہے، یہ مقابلہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ ان دونوں کے درمیان ان جذبات کی قوت کے لحاظ سے فرق ہے، جو فرد کو یا تو اپنی ذات کی طرف یا سماج کی جانب آمادہ و متوجہ کرتے ہیں۔

یہاں ہم قارئین کے سامنے یہ بیان کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے اختلافات زبردست اور خطرناک نہیں ہیں اور یہ کہ دونوں جنسوں کے افراد عام طور سے ان ہی خواہشات کے تابع ہوتے ہیں اور یہی جذبات ان کے اندر تحریک و ہیجان پیدا کرتے ہیں۔



## ویلر کی تحقیق:

محققہ ویلر (Wheeler) کی تحقیق کے نتائج بھی ٹھیک ان ہی نتائج کی تائید کرتے ہیں جن کو ڈاکٹر برٹ نے برآمد کیا ہے موصوفہ کی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ مردوں کے مقابلہ میں عورتوں کے درمیان ایک بڑی تعداد ایسی ہے جن کے اندر دو ربلوغت میں دوسری جنس کی طرف مائل ہونے کا رجحان پیدا ہوا اسی طرح ان میں سے اکثر عورتوں میں مذہبی مسائل سے دلچسپی رکھنے کی نشانیوں کا ظہور ہوا باقی رہے جمالیاتی جذبات و احساسات تو ان میں عورتوں کی بہ نسبت مردوں نے زیادہ دلچسپی لینے کا مظاہرہ کیا۔

## عورتوں کی وجدانی زندگی

عورتوں کی وجدانی زندگی میں ثابت قدمی، استقلال اور قوت مردوں سے بہت کم ہوتی ہے اس میں کوئی تعجب نہیں ہے کیوں کہ مرد جب کسی چیز کی جانب شدید میلان کا احساس کرتا ہے تو اپنی اس امکانی قوت اور اپنے اس حق کے ذریعہ اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اس کو رسم و رواج اور ہیئت اجتماعیہ عطا کرتی ہے۔ چنانچہ وہ اپنی آرزوں اور امیدوں کو برلاسے اور بالخصوص



ان تمناؤں کو حاصل کرنے کی فکر میں لگا رہتا ہے جو اس کے مستقبل  
مثلاً شادی وغیرہ سے متعلق ہیں، لیکن عورتوں میں خود غرض ذاتی  
خواہشات اور اجتماعی خواہشات کے درمیان کش مکش برپا رہتی ہے  
یہ معلوم ہے کہ ان سرود خواہشات میں دو بلوغت کے وقت اعظم  
الشان انقلاب رونما ہوتا ہے، گویا یہ تصادم اس دور سے شروع  
ہو جاتا ہے، چنانچہ ان دونوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ اکثر عورتوں  
میں یہ میلانات و خواہشات سنگامہ آرا رہتی ہیں کبھی تو ان پر  
ذاتی خواہشات کا غلبہ ہوتا ہے جس کی بنا پر ان میں خود اعتمادی  
خود پسندی اور منفیت اجتماعیہ میں اپنے لئے بلند و محترم مقام پیدا  
کرنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، اس گروہ میں وہ عورتیں داخل ہوتی  
ہیں جو صحافت، تدریس اور طب میں بلند عمارے حاصل کرتی ہیں  
اور جو سیاسی میدان اور نمائندہ مجالس میں گھس پڑتی ہیں، پس ایسی  
عورتوں میں بلا شک و شبہ ذاتی خواہشات و محرکات نمایاں طور  
پر پیدا ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ لوازم حیات پورے ہو جاتے  
ہیں، جن کے پورا ہونے میں خود اعتمادی و خود پسندی کے جذبہ کی  
تکمیل اور خواہش شہرت کی تسکین کے سامان موجود ہوتے ہیں۔

## شادی کا اثر عورتوں کی زندگی پر

اکثر عورتیں اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کے لئے ایک الگ ہی



راستہ اختیار کر لیتی ہیں اور وہ راستہ شادی کا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی کی وجہ سے مذکورہ بالا ذاتی خواہشات کو بڑی حد تک قربان کر دینا پڑتا ہے۔ کیونکہ عورت اپنے مرکز اور اپنے مستقبل کو قربان کر کے انہی ان اجتماعی خواہشات کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتی ہے جو ایک صالح اور پاکیزہ پناہ گاہ بنا دیتے ہیں جس کی طرف شوہر اور بچے گھر میں پناہ لیتے ہیں۔

ان خواہشات کے درمیان اس قسم کی کوشش بلحاظ شدت و ضعف ان اجتماعی حالات کے تابع ہوا کرتی ہے جو لڑکی یا عورت کے آس پاس ہوا کرتے ہیں، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کے علامات و قرائین زمانہ بلوغت ہی سے نمودار ہو جاتے ہیں اس کا معمولی منظر اس وقت نمایاں ہوتا ہے جب کہ لڑکی اپنے مستقبل اور انجام کے متعلق سوچتی ہے، لیکن یہ واقعہ بہت شدت کے ساتھ ان لڑکیوں یا عورتوں میں ظاہر ہوتا ہے۔ جن کے سامنے ان کا مستقبل اجتماعی زندگی میں، یا آزاد پیشوں میں یا سرکاری ملازمتوں میں کامیاب و شاندار نظر آتا ہے، ایسی عورتوں کے لئے یہ آسان کام نہیں کہ وہ اپنے روشن مستقبل کو شادی کے راستہ میں قربان کر دیں اور بالخصوص جب کہ یہ شادی ان کے سماجی مشاغل و اعمال یا ملازمتوں اور پیشوں کے اختیار کرنے کی راہ میں حائل ہو جائے، وزارت تعلیمات شادی شدہ معلمات کو خدمت ملازمت سے علیحدہ ہو جانے پر



مجبور کر کے ان کے نفوس میں اس نفسی جہد و جہد کو پورے طور پر برانگیختہ کرتی ہے۔

بسا اوقات یہ نفسی جہد و جہد اور سماجی بے اطمینانی ان اسباب میں سے ہے جس نے بالکمال عورتوں کی تعداد میں کمی کر دی ہے، برخلاف ان مردوں کے جن کے رد و شہرت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اس کی تائید ان شواہد سے ہوتی ہے جن کو ہم ذکار کے امتحاناً نے طبعی ذکار کے لحاظ سے دونوں جنسوں کی مساوات کو ثابت کر دیا ہے۔

## لڑکے اور لڑکی کے تعلقات اور خاندان سے

اس مشکل اور نازک وقت میں جب کہ لڑکی ان مختلف جذبات و میلانات کی کش مکش میں مبتلا ہوتی ہے وہ اپنے باپ کو ایک خیر خواہ رہبر اور زبردست مددگار کی حیثیت سے دیکھتی ہے، جب وہ جذبات کے دھاروں اور خواہشات و مصائب کے طوفانوں سے دو چار ہوتی ہے تو اپنے باپ کے دامن میں پناہ لیتی ہے، یہی وجہ ہے کہ لڑکی کی جدائی زندگی اپنے والد کے ساتھ پوری مطابق و ہم آہنگ ہوتی ہے، بخلاف اس لڑکے کے جو اپنی شخصی آرزوؤں اور ذاتی تمناؤں کی تکمیل کی طرف مائل ہو کر اپنے باپ سے ٹکرتا ہے، اس صورت میں اس کی ماں درمیان میں پڑ جاتی ہے اس پر مہربان ہوتی اور اس کو اس کے باپ کے قبضہ سے رہائی دلاتی ہے جو گلہ اس کی



شان و شرکت کو پامال کرنے اور اس کی ذاتی خواہشات اور میلانات کو اپنا تابع بنانے کی طرف مائل ہوتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اکثر باپ اس پہلو میں مختلف ہیں، چنانچہ وہ اپنے لڑکوں پر اپنا نفوذ و اثر اور ذاتی رعب جمانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ اس کی وجہ سے ان کو خیر لڑکوں پر کیا نقصان وہ اثر مرتب ہوتا ہے اور نیز اس سے نا آشنا ہوتے ہیں کہ دور بلوغت میں لڑکوں کے اندر اپنی ذات و شخصیت کو نمایاں و ثابت کرنے کا جذبہ ایک فطری امر ہے، اس میں باپ کی شان و دبہ یا خاندان میں اس کے مرکز کا مقابلہ نہیں ہے۔ مذکورہ بالا حقائق سے باپ کی نا اشنائی برتنے اور لڑکوں کے جذبات و احساسات کے طبعی نشوونما کے راستہ میں رکاوٹ پیدا کرنے کی وجہ سے اکثر اوقات باپ اور بیٹے کے تعلقات ناخوشگوار ہو جاتے اور جو کبھی اس کے گھر سے فرار ہونے اور چوری وغیرہ جیسے بعض ایسے جرائم کے ارتکاب کا موجب ہوتے ہیں جو اس سے قانون کی گرفت میں جکڑ دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس سے نا آشنا ہوتا ہے اور وہ نا اشنائی کی وجہ سے مجرم و خطا کار بن جاتا ہے۔ یہ واضح ہے کہ اس جرم و خطا کی ساری ذمہ داری اس کے باپ اور اس سماجی ماحول کے سر ہے جو اس کو گھیرے ہوئے ہے۔ جس نے اس کے ساتھ نہ اچھا برتاؤ کیا اور



نہ اس کی بہتر تربیت اور دیکھ بھال کی اور نہ ہی اس کے مزاج اور خواہشات کو معلوم کرنے کی کوشش کی، ایک تو خود اس کو خراب کر دیا۔ دوسرے یہ کہ اُسے مجرم ٹہرا کر سماج کو بھی بدنام کر دیا۔ اور اس انفراد کو بھی آئندہ کے لئے ناقابل علاج کر دیا۔

لہذا ان لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ اچھا سلوک اور برتاؤ کرنا ان اہم امور میں سے ہے جن کا جاننا ہر باپ، ہر ماں اور ہر معلم کے لئے ضروری ہے کیونکہ یہ امور بہت اہمیت رکھتے ہیں اور لڑنہ سالوں کی آئندہ زندگی میں ان کا اثر بہت گہرا ہوتا ہے۔ اس لئے بھی کہ وہ بچپن ہی سے سلوک اور برتاؤ اور ادب آموزی کے طریقوں کے عادی ہو چکے ہیں اس لئے باسانی دوسرے خصائل و عادات کو قبول نہیں کر سکتے۔

یہ امر بھی قابل بیان ہے کہ گھر موجودہ حالات کے تحت وہ واحد مقام ہے جس پر لڑکوں کے جذبات و خواہشات کی تربیت میں اور اس کی وجدانی زندگی کی تنظیم و آراستگی میں اعتماد کیا جاسکتا ہے۔ باقی رہا مدرسہ تو باوجود کہ لڑکوں کی زندگی میں اس کا بڑا اثر ہے لیکن وہ عام طور پر اپنی زیادہ تر توجہ خواہ وہ صحیح ہو یا غلط، اس کی تربیت کی جانب عقلی و جسمانی دونوں پہلوؤں سے صرف کرتا ہے۔ آئندہ کسی



ایک باب میں ہم لوجوان کی اخلاقی تربیت اور اس کے  
سلوک و معاملہ کے بارے میں گفتگو کریں گے۔

---



**Tibbi Books for  
Atiba Karam**



## چوتھا باب

# نوجوانوں کے درمیان انفرادی امتیاز

## طریقہ اعداد و شمار

ہم گزشتہ باب میں اُن اختلافات پر بحث کر چکے ہیں۔ جو دونوں صنفوں میں پائے جاتے ہیں اور اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ ان دونوں کے درمیان اختلافات اتنے بڑے نہیں ہیں جتنے کہ باہمی افراد میں ہوتے ہیں، اسی لئے ہم اپنی ترجیح اس باب میں ان فروق و امتیازات کو بیان کرنے کی طرف پھیرتے ہیں جو افراد کے درمیان پائے جاتے ہیں، لیکن یہاں موضوع کا اختلاف ہم سے ایک ایسے طریقہ کا مقتضی ہے جو بحث میں مختلف ہو کیونکہ اب تک ہماری بحث عام تحقیق جو نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں



کی اکثریت پر منطبق ہوتی تھی اور جن صفات کا ذکر ہم نے اوپر کیا ہے یہ وہی صفات ہیں جو عام اکثریت پر چسپاں ہوتی ہیں باقی رہے وہ خصوصی حالات یا انحرافی واردات تو وہ ہمارے حساب میں داخل نہیں ہوئے تھے، کیونکہ ہمارے بحث عام طور سے زمانہ بلوغت پر ان خصائص کو معلوم کرنے کے لئے منحصر تھی جن میں اس دور میں آنے والوں کی اکثریت شریک ہوتی ہے، اس میں فلاں فرد سے کوئی واسطہ نہ تھا جو گاہے محض بعض صفات میں اکثریت کے ساتھ شریک ہوتا اور بعض اوصاف میں ان سے منحرف و علیحدہ ہو جاتا ہے، ان عام حقائق و واقعات کی شیرازہ بندی میں جس طریقہ کار پر اعتماد کیا جاتا ہے وہ طریقہ اعداد و شمار (The Statistical - Method) ہے جس کو علم نفس اور دوسرے اکثر علوم و فنون میں بڑی شان و عظمت حاصل ہے، کیوں کہ یہ طریقہ ہمیں اس خاص حالت کی پابندی سے رہائی دلاتا ہے جو کبھی علیحدہ اور گزشتہ ہوتی ہے، اگر ہم اس کے اوصاف کو پوری جماعت پر اطلاق کر دیں تو ہمیں راہ راست سے ہٹا دیتی ہے۔ اس طریقہ سے ہم اُن چند افراد کی طرف مائل ہونے سے محفوظ ہوتے ہیں جو کبھی ہمارے بحث کے تحت اتفاقی طور پر یا قصداً واقع ہو جاتے ہیں، اس لئے کہ ہمارا وجود چند ایسے خاص مواقع میں ہے جو ہمارے گرد و پیش کے حالات کے پیدا کرنے کے ذمہ دار ہیں۔



اور جو ہمارے مشاہدہ میں ایک خاص نوعیت سے شامل ہوتے ہیں۔

لیکن یہ طریقہ — طریقہ تعمیر — باوجود ان جلیل القدر خوبیوں اور خدمات کے جو اس نے ترتیب و علم النفس کے لئے انجام دی ہیں، تنہا طور پر ہماری بحث کی بنیاد بننے کے لئے کافی نہیں، کیونکہ اگر ہم اقلیت اور اکثریت ہی کی طرف متوجہ ہوں گے تو اس اقلیت کو نظر انداز کر دیں گے جس کو ہماری زندگی میں بھی بڑی اہمیت ہے حالانکہ وہ ایک اقلیت ہی ہے۔ چنانچہ فلاں فرد کا کسی ایک صفت میں جماعت کے خلاف ہونا اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کو نظر انداز کر دیا جائے اور ہمارے دائرہ سے خارج ہو جائے اور ہم اپنی سماجی زندگی میں اس کو بے دخل کر دیں، ورنہ ہمیں بیماروں سے بھی کوئی سروکار نہ ہوگا۔ اور ان کو اس حالت میں چھوڑ دینا پڑے گا کہ جب تک عامۃ الناس تندرست ہیں ان بیماروں کی کوئی پرواہ نہیں وہ یوں ہی آفتوں اور مصیبتوں میں گرفتار ہیں، اسی طرح جب یہ کہتے ہیں کہ ۸۰ فیصد یا اس سے بھی زیادہ نوجوان ایسے ہیں جن میں میلان جنسی کا ظہور ہو رہا ہے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ یہ زمانہ بلوغت کی عام صفات میں سے ایک صفت ہے جس کے ظاہر ہونے کی توقع ہر تندرست اور غیر منحرف نوجوان پر کی جاتی ہے، اس لحاظ سے طریقہ اعداد و شمار



کے نتائج پر بالکل یہ ہمارا اعتماد نہیں صحیح فیصلہ صادر کرنے سے گمراہ کر دیتا ہے۔ جب کہ ہم اس طریقہ کو بیان کرنے میں احتیاط کو ملحوظ نہ رکھیں جس کے ذریعہ ہم ان نتائج تک پہنچتے ہیں، ورنہ ہم ان افراد کی بڑی تعداد کو نظر انداز کر دیں گے جو اکثریت کے تحت داخل نہیں ہوتے ہیں۔ حالانکہ جو افراد اکثریت کے تحت داخل ہوتے ہیں وہ بھی ایک دوسرے کے ساتھ پوری مشابہت نہیں رکھتے، بلکہ ان کے درمیان بھی خفیف سے فروق ہوتے ہیں جن کو طریقہ اعداد و شمار نظر انداز کر دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ "کامل تندرست" شخص تو کہیں پایا نہیں جاتا، بلکہ یہ ایک محض فرضی چیز ہے، یہاں ایسا کوئی فرد نہیں ہے جس کی ہر صفت تمام نوجوانوں کے ہم آہنگ ہو۔ کیونکہ ایسا شخص اب تک پیدا ہی نہیں ہوا۔ جس کی ہر جسمانی و نفسیاتی صفت درجہ کمال کو پہنچ گئی ہو، بلکہ ہم عام طور پر جن افراد کو دیکھتے ہیں ان میں کا ہر فرد کسی نہ کسی گوشہ میں درجہ کمال تک پہنچا ہے، وہ اپنی قوت بازو میں اس قدر کمال رکھتا ہے کہ اس میں ضرب المثل ہو گیا ہے لیکن کبھی اس کی بینائی یا سماعت یا ہاضمہ کی قوت کمزور ہوتی ہے یا کبھی وہ کمزور حافظہ یا کم سمجھ ہو جاتا ہے اس لحاظ سے نوع انسانی کے ہر فرد کی ایک خاص حالت ہوتی ہے، جو خاص مطالعہ کی محتاج ہے، باقی رہے وہ عام صفات جو



پوری جماعت پر منطبق ہوتے ہیں، تو ان کا فائدہ اتنا ہے کہ ان سے عام رجحان کا پتہ چل جاتا ہے اور ان کی قدر و قیمت یہ ہے کہ وہ تلاش و جستجو کرنے والے کو اس پہلو کی طرف رہنمائی کر دیتے ہیں جس کی طرف توجہ کرنا اس کو اس لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی لگش رہ حقیقت کو دوبارہ حاصل کر لے، چنانچہ جو طبیب ایک ہی دوا ہر درد و سہ کی شکایت کرنے والے کو تجویز کر دے تو وہ دوا اکثر اشخاص کو فائدہ پہنچانے کے بجائے نقصان پہنچانے کا باعث ہو جاتی ہے، اسی طرح جو مدرس تمام بچوں کو ایک ہی سبق ایک ہی طریقہ سے پڑھاتا ہے اور ان کی عمر اور ان کی عقلی و ذہنی استعداد و صلاحیت کے اختلاف کی پرواہ نہیں کرتا، وہ ایسے شخص کی طرح ہے جو گھٹا لوٹپ تارکیوں میں ٹامک لٹیاں مارتا پھرتا ہے اور اپنی امانت کو خاطر خواہ ادا نہیں کر رہا ہے۔ خواہ یہ دعویٰ کتنے ہی شد و مد سے کیا جائے کہ جو لڑکے اس عمر کے ہیں وہ جسمانی، عقلی اور اخلاقی لحاظ سے عام صفات و خصائص میں باہمی مشترک ہیں، لیکن تجربہ اور علم و دانش کا بلند بانگ دعویٰ یہ ہے کہ ایسے کوئی دو بچے نہیں ہیں جو ہر چیز میں ایک دوسرے سے بالکل مشابہت رکھتے ہوں، اگر وہ قدر و قامت میں یکساں ہیں تو قوت جسمانی میں مختلف ہوں گے، اگر عمر میں دونوں ایک ہیں تو نشو و نما کے درجہ میں ان کے



درمیان اختلاف رونما ہوگا، اگر وہ فہم دفر است اور قوت حافظہ کے تناسب میں برابر و مساوی ہیں تو ان کے اپنے خصوصی جذبات و رجحانات میں فرق ضرور ہوگا، اگر ہم ان سمجھوں کے ساتھ ایک ہی قسم کا سلوک اور برتاؤ کریں تو ہم اس شخص کی طرح ہو جائیں گے جو مختلف شکل اور مختلف حجم کی لکڑیوں اور محبموں کو ایک ہی قالب میں ڈھالنے اور لصف کرنے کی کوشش کرتا ہے پھر وہ دیکھ کر تعجب و حیرت میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اس کی فنی صلاحیت و مہارت میں لچک نہیں پائی جاتی۔

## عقلی امتحانات اور انکی قسمیں

عقلی امتحانات علماء نفسیات کے لئے دونوں طریقوں — عمومی طریقہ اور انفرادی طریقہ — میں زبردست معاون ثابت ہوئے، پہلا طریقہ یہ تھا کہ اس میں ادلاً افراد کی غالب اکثریت کے عام حقائق و امتیازات کو یکجا کیا جاتا ہے بایں طور کہ ان کی ایک بڑی تعداد کو ایک ہی زمانہ اور مقام میں آزمایا جاتا ہے پھر افراد و شمار و شمار کے طریقہ پر فرداً فرداً ہر سن اور ہر نوع کے مختلف تناسبوں کو نکالا جاتا ہے پھر ثانیاً ان کو افراد پر ان کے خاص حالات و مواقع پر علیحدہ علیحدہ منطبق کیا جاتا ہے، اسی طرح یہ معلوم کیا جاتا ہے کہ ہر فرد



اکثریت سے اپنے ہر پہلو میں فرداً فرداً کس قدر مختلف ہے۔  
 انفرادی طریقہ کی قدر و قیمت میں اضافہ اس سبب سے بھی  
 ہوتا ہے کہ اس میں فرد کی حالت کا کمیت کے لحاظ سے یعنی اس  
 کے اندر جو خاص صفت پائی جاتی ہے اس کی مقدار کے جائزہ لینے  
 ہی پر اکتفا نہیں کیا جاتا بلکہ "نوع" کی طرف یعنی اس کی کیفیت  
 پر بھی توجہ کی جاتی ہے، اس لحاظ سے افراد کے درمیان جو فرق  
 و اختلافات ہوتے ہیں وہ صرف کمیت میں نہیں بلکہ کیفیت میں  
 بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ فلاں فرد فلاں شخص سے اس لحاظ سے  
 مختلف نہیں ہوا کرتا کہ وہ دزشی کھیلوں کا زیادہ میلان رکھتا یا  
 اس کو اشیاء کو یاد رکھنے میں مہارت و ملکہ حاصل ہے بلکہ  
 ان کے مابین ان کھیلوں کی نوعیت میں بھی اختلاف ہوتا ہے  
 جن کی طرف ان میں سے ہر ایک مائل ہوتا ہے، نیز ان اشیاء  
 کی کیفیت میں بھی فرق ہے جو عرصہ دراز تک خزانہ حافظہ میں  
 جاگزیں ہوتی ہیں۔ اسی لئے تشخیصی امتحانات (Diagnostic  
 Tests) کی قدر و قیمت سامنے آگئی جو انسان کی صفات اور  
 اس کی صلاحیتوں کا اندازہ کرتی ہے، چنانچہ یہ امتحانات کمزوری  
 یا قوت کی مقدار کو بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس صنف  
 یا قوت کی کیفیت کا بھی اظہار کر دیتے ہیں، اس لئے یہ کمیت  
 و کیفیت (Quantitative & Qualitative)



دولوں اعتبار سے مفید و سودمند ہیں۔

## امتحانات ذہانت

ان اہم عقلی امتحانوں میں جو علم نفسیات اور اس کی تجربہ گاہوں میں عام طور پر مستعمل ہیں، امتحانات ذہانت (Intelligence Tests) ہیں جو اس فطری فہم و ذکاوت کی حالت سے واقف ہونے کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس کو انسان موردِ طور پر معلومات اور تعلیم کے بغیر اپنی زندگی میں حاصل کرتا ہے کیونکہ ان معلومات کو ان چیزوں میں کوئی دخل نہیں جن کا وہ عرصہ وجود میں قدم دھرنے کے دن سے وارث ہوا ہے، ان امتحانات کے لئے چند خاص پیمانے ہیں جن کو تحقیقی تجربات (Achievement Tests) سے نامزد کیا جاتا ہے لیکن فہم و ذہانت تو ایک عطیہ خداوندی ہے یہ اس طرح عطا کی جاتی ہے جیسا کہ دوسرے بے شمار اخلاقی و جسمانی صفات و ولایت کئے جاتے ہیں اور جیسا کہ خوش حالی و بد بختی بخشی جاتی ہے۔

امتحانات ذہانت ایسے مسائل و مشکلات پر مشتمل ہوتے ہیں جن کو حل کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور ان میں ایسے مقامات ہوتے ہیں جن کو فرداً فرداً خاص تصرف کرنے کا مطالبہ کیا جاتا



اس قسم کے امتحانات دنیا کے مختلف گوشوں بالخصوص امریکہ  
 انگلستان اور فرانس میں ایک بڑی جماعت پر منطبق کئے گئے  
 تو ایک ہی عمر کے افراد کے درمیان ہنم و ذہانت میں دور رس  
 اختلافات کے وجود کا ثبوت ملا، چنانچہ جب ہم نے مثال کے  
 طور پر بارہ سالہ لڑکوں کی غیر منتخب جماعت کا خصوصی تجزیہ  
 کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی اکثریت کی عقلی عمر ۱۲ سال کی تھی، یعنی  
 وہ متوسط ذہانت کے تھے لیکن ہم کو اس مجموعہ میں سے ایسے  
 افراد بھی ملے جن کی ذہانت چھٹے یا ساتویں یا آٹھویں یا نویں یا  
 دسویں یا گیارہویں سال کے بچوں کی ذہانت کے برابر تھی، یہ اپنے  
 سن کے اعتبار سے متوسط ذہانت رکھنے والوں سے بھی کمتر  
 تھے۔ اسی طرح دوسروں کو ہم نے دیکھا کہ ان کی ذہانت تیرہویں  
 یا چودہویں یا پندرہویں یا سولہویں سال کے لڑکوں کی ذہانت  
 کے برابر تھی۔ اس لحاظ سے ان کے درمیان وہ افراد بھی تھے  
 جو کند ذہنی کے درجہ پر پہنچ چکے تھے۔ اور وہ بھی تھے جو ذہین و  
 باکمال افراد کے درجہ پر فائز تھے، حالانکہ یہ تمام بالغین تھے  
 اور سب کے سب عمر میں یکساں تھے، اس کے باوجود آپ  
 دیکھیں گے کہ ایک ہی قطار میں ان کو رکھا جاتا، ایک ہی موضوع  
 و مضمون اسی طریقہ و اسلوب کے ذریعہ پڑھایا جاتا اور یکساں  
 معاملہ ان سے کیا جاتا ہے، گویا وہ فوج کے سپاہی ہیں، یہ امر



ناگزیر ہے کہ ان کے درمیان امتیاز کیا جائے اور ان کے ساتھ  
الگ الگ برتاؤ کیا جائے، چنانچہ ہر ایک کو اس کی صلاحیت و  
استعداد کے مطابق کام دیا جائے، یہ چیز اسی وقت حاصل ہوگی  
جب کہ ہر ایک کا بقدر امکان انفرادی مطالعہ کیا جائے۔

یہ مثالیں ان بڑی دلیلوں میں سے ہیں جن کو علماء نفسیات  
و ماہرین تربیت اس امر کی رہنمائی کے لئے پیش کرتے ہیں کہ  
جو مدارس نوجوانوں کی تعلیم و تربیت کے لئے قائم کئے گئے ہیں  
ان کو نوجوانوں کی متعدد صلاحیتوں اور ان کے گونا گوں جذبات  
و میلانات کے مطابق متعدد و متنوع قسم کے ہونا چاہیے یہاں  
تک کہ ان متعدد مدارس کے تحت جو کچھ اندرونی شعبے ہیں ان  
کے تعلیمی طریقے بھی ایک جماعت کی بہ نسبت دوسری جماعت کے  
لئے مختلف ہونا چاہیے اور ہر فرد کے لئے ایسے مواقع عطا کئے  
جائیں کہ وہ اپنے فطری مزاج کے مناسب و ہم آہنگ چیزوں کا  
انتخاب کرے اس لئے کہ انسان کے لئے اس سے زیادہ ضرر رساں  
چیز اور کوئی نہ ہوگی کہ خالق کائنات نے اس چیز کو جو مزاج اور  
طبیعت و ولایت کی ہے اس کا مقابلہ کرے، اس سے بھی کوئی  
فائدہ نہیں کہ تمام افراد کو ایک ہی قالب میں ڈھالنے کی کوشش  
کی جائے۔

امتحانات و ہانت کے نتائج کی تعبیر ایسے نشان سے کی جاتی



ہے جس کو علم نفس میں ذہانت کے تناسب سے نامزد کیا جاتا ہے  
 چنانچہ اگر انسان کی ذہانت اس کے سمسنوں کے فہم و ذکار کے  
 برابر ہو تو اس کی طرف ۱۰۰ کے نشان سے اشارہ کیا جائے گا، اگر  
 اس سے بھی آگے ہو تو ایسے نشان کو علامت قرار دی جائے گی  
 جو برتری کے درجہ کے لحاظ سے سو سے زائد ہوگا، اگر اس کی  
 ذہانت اس کے سمسنوں سے کم ہوگی تو ایسا نشان استعمال  
 کیا جائے گا جو اس کے درجہ کے اعتبار سے ان سے کم ہوگا کلام  
 طور پر ذہانت کے امتحانات کے نتائج ۱۵ اور ۱۹۵ کے مابین  
 ہوا کرتے ہیں۔ یعنی کم ذہن کی ذہانت اس کے اس سمسن ذہن  
 شخص کے فہم و ذکار سے ۱۵ فیصد سے بڑھ کر برابر نہ ہوگی جس کی  
 ذہانت اس کے سمسنوں کی وگنی ذہانت کے برابر ہوتی ہے۔  
 متوسط اور معمولی اشخاص وہ ہیں جن کے فہم و ذکار کا تناسب  
 ۸۵ اور ۱۱۵ کے درمیان ہوتا ہے اور یہ اپنے سمسنوں سے  
 ۶۵ فیصدی کے قریب برابر ہوتے ہیں، اس کے بعد اوسط درجہ  
 سے کچھ کمتر اشخاص ہیں جن کی فہم و ذکاوت ۷۰ اور ۸۵ کے درمیان  
 ہے اور جو طلباء میں تقریباً ۱۵ فیصد ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو  
 متوسط افراد سے فائق و برتر ہیں ان کی ذہانت ۱۱۵ اور ۱۳۰  
 کے درمیان ہوتی ہے اور یہ تقریباً ۱۵ فیصد طلباء میں سے ہوتے  
 ہیں لیکن جو افراد ۷۰ سے کمتر ہوتے ہیں وہ بہت کم ثانوی مدرسہ



تک رسائی حاصل کرتے ہیں" استا و اس دور میں ان پر تعلیم کا بار نہیں ڈالتا اور عام طور پر یہ تقریباً ۵، ۶ فی صد طلباء سے ہوتے ہیں۔ ذہین اور باکمال افراد کا اطلاق ان اشخاص پر کیا جاتا ہے جن کی ذہانت اور فہم و فراست ۱۴۰ اور ۱۹۰ کے درمیان ہوتی ہے۔

مذکورہ بالا تحقیقات اس امر کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ جن اشخاص کو فہم و ذکاوت کی نعمت عطا کی جاتی ہے وہ اکثر دوسری جسمانی و عقلی صفات کی نعمت سے بھی بہرہ ور ہوتے ہیں، ذہین و فہم نوجوان تانوی تعلیم کے حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں پاتے، کیونکہ وہ اوسط طلباء سے آگے ہوتے ہیں اور انھیں ان معنویات اور مجرد افکار و آراء کے سمجھنے پر قدرت حاصل ہے جو محسوس مادی اشیاء میں اُجاگر نہیں ہوا کرتے، نیز ان کے اندر اتنی قابلیت ہے کہ کسی شے کی عمومیت اور کسی امر کے متعلق حکم صادر کریں۔ الغرض انھیں امتحان میں کامیابی کے لئے کوئی دشواری لاحق نہیں ہوتی لیکن اس کے باوجود دوسرے پہلو سے دور حاضر میں ان کی بد قسمتی یہ ہے کہ تانوی مدرسہ اپنے موجودہ نظام کی بددلت ان کو سمجھنے سے قاصر ہے، نہ تو وہ ان کی اعلیٰ صلاحیتوں سے مستفید ہونے کا کوئی سامان فراہم کرتا ہے اور نہ انھیں علیحدہ مطالعہ اور معلومات میں اضافہ کرنے کی آزادی بخشتا ہے، بلکہ ان



کو ٹھیک ان ہی خطوط پر چلنے کے لئے مجبور کرتا ہے جیسا کہ دوسرے  
ادسٹ اور کنڈر ذہن رٹکوں کا شیوہ ہے اس بنا پر ان کے اندر  
نفسی اضطراب و خفتار پیدا ہو جاتا، جو گاہے بڑھتے ہوئے نفسی  
بیجان و بے ادب کا موجب ہو جاتا ہے، جب کہ ان کے سرکش نفس  
اپنے حوصلے اور دلوں پر پورے کرتے کے لئے کوئی راستہ نہ پائیں  
اس دور میں اس امر کا بھی خاص خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ  
ذہن لزجوان عقلی و فکری مباحث میں اپنی خواہش کو سیراب  
کرنے میں اس حد تک غلو نہ کر بیٹھیں کہ ان کی دوسری صلاحیتیں  
دب کے رہ جائیں، خواہ یہ طاقتیں عقلی ہوں یا جسمانی، کیوں کہ  
یہ چیز ان کے نشوونما کو غیر متوازن دے آئنگ بنا دیتی ہے اس  
طرح اگر ہم خاص نگہداشت نہ کریں تو ان میں سے کمزور جسم فلسفی  
یا ایسے ریاضی دان پیدا ہوں گے جو سماجی زندگی سے کچھ بھی واقف  
نہ ہوں گے یا ایسے ماہرین موسیقی یا فن کار بن جائیں گے جو کائنات  
کے سرسبز رازوں کو علمی لحاظ سے سمجھنے سے قاصر ہوں گے اس  
لئے یہ امر ناگزیر ہے کہ ان مذکورہ بالا پہلوؤں کی ایک بڑی  
تعداد کے درمیان ہم آہنگی پیدا کی جائے اور اس کے ساتھ  
ساتھ ان خصوصی گوشوں سے گہری دلچسپی لینے کا موقع دیا جائے  
جن میں لزجوان اپنی کمال ذہانت اور گہرے شغف کا اظہار  
کرتا ہے۔



بیان گزشتہ کے برخلاف ہمیں ایسے نوجوان ملتے ہیں جو ذہانت میں اوسط افراد سے کم درجہ کے ہیں، وہ اُن خالص معنوی اذکار و نظریات سے لذت اندوز نہیں ہوتے جو محسوس یا مادی اشیاء میں اجاگر نہیں ہوتے اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ عملی لفظ تعلیم ہی ان کے لئے مناسب و سزاوار ہوتا ہے، مثال کی مدرسہ کا فرض ہے کہ ان کے لئے ایسے خاص ابواب اور مضامین ایجاد کرے جو ذہین نوجوانوں کے مضامین سے مختلف ہوں

## ذہانت کے عملی امتحانات

علماء نفسیات نے جب دیکھا کہ بعض نوجوان ان معنوی امور کی بہ نسبت جو محسوسات سے جدا ہوتے ہیں، عملی اشیاء کی طرف زیادہ مائل ہوتے ہیں تو ان کے درمیان جو اختلافات ہیں، ان کو انھوں نے واضح کر دیا، اور ذہانت کے عملی امتحانات (Performance Tests) کو استعمال کرنے کی طرف متوجہ ہو گئے، یہ امتحانات چند عملی اشکال و مسائل پر مبنی ہوتے ہیں، فرد سے مطالبہ کیا جاتا ہے کہ ان کو الفاظ پر اعتماد کئے بغیر عملی طریقہ سے حل کرے، جیسا کہ ذہانت کے لفظی امتحانات میں عمل درآمد ہوتا ہے جن کی بنیاد الفاظ کے مطلب و مدعا کو سمجھنے پر ہوتی ہے، مذکورہ بالا عملی امتحانات کی مثالوں میں



سے یہ ہے کہ لکڑی یا مقوے کے کسی محبہ کو مختلف اجزاء میں  
 جدا کیا جائے پھر امیدوار فرو سے مطالبہ کیا جائے کہ ان اجزائے  
 پر نشان کو پھر جوڑ دے اور ان کو ان کے موزوں اور مناسب  
 مقامات میں اس طرح رکھ دے کہ تصویر کی ترکیب و ساخت  
 اپنی اصلی حالت پر آجائے ان ہی میں سے عجیب و امتحانات  
 ( Mazes ) ہیں۔ ان سے مراد یہ ہے کہ ایک لکڑی  
 کے تختہ پر بھول بھلیاں کی طرح پیچ در پیچ جالدار اور گھماوا  
 راستہ کھودا جاتا ہے اور امیدوار امتحان سے کہا جاتا ہے کہ  
 اس میں اپنا قلم چلاتے ہوئے اس کی انتہا تک پہنچ جائے ان  
 امتحانات میں رفتہ رفتہ سہل اور بسیط طریقہ سے جس کو بچے  
 حل کر سکتے ہیں دشوار اور عجیب و طریقہ اختیار کرتا ہے جس کو  
 صرف ذہین نوجوان ہی حل کر سکتے ہیں امتحانات ذہانت کے  
 ان دونوں طریقوں کے درمیان بہت بڑا تعلق پایا جاتا ہے  
 یعنی جو لڑکے ان دونوں طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ میں  
 فوقیت رکھتے ہیں ان کی بڑی تعداد اسی طرح دوسرے طریقہ  
 میں بھی سبقت کر جاتی ہے لیکن ہم اپنے پچھلے نظریہ کی طرف  
 رجوع کرتے ہوئے یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ بعض افراد ایسے  
 ہیں کہ کوئی ایک طریقہ ہی ان کے مناسب ہوتا ہے اور دوسرے  
 طریقہ میں وہ ناکام ہوتے ہیں چنانچہ پہلے طریقہ میں سبقت



جاتے ہیں اور دوسرے طریقہ میں پیچھے رہ جاتے ہیں یا معاملہ اس کے برعکس ہو جاتا ہے اسی لئے ہم دونوں طریقوں کو پہلو بہ پہلو ان نازک حالات میں استعمال کرنے کا مشورہ دیتے ہیں جن میں ذہانت کی تشخیص مقصود ہوتی ہے جیسا کہ نفسیاتی معائنوں یا ان حالات میں ہوا کرتا ہے جن کے نتائج کی بنیاد پر اہم معاملات مثلاً ملازمتوں یا مدارس یا یونیورسٹیوں میں جگہ دی جاتی ہے۔

## خصوصی صلاحیتوں کا اشر پیشوں پر

امتحانات ذہانت کے علاوہ عقلی امتحانات و تجربات نے خصوصی صلاحیتوں (Special Abilities) میں اختلافات کو بھی ظاہر کر دیا ہے، چنانچہ ایک لڑکا ریاضی میں بلند مرتبہ رکھتا ہے لیکن اس کی لفظی استعداد کمزور و ناقص ہوتی ہے اسی طرح دوسرا لڑکا عام ذہانت میں اوسطاً کمتر ہوتا ہے مگر فن وانی اور موسیقی میں متوسط قابلیت رکھنے والوں سے بڑھ چڑھ کر ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان خصوصی صلاحیتوں میں جو اختلافات ہوتے ہیں ان کو تنوع تعلیم میں بڑی اہمیت ہے ان ہی کے درمیان لڑکے یا لڑکی کی استعداد کا اثر مستقبل کے پیشہ کے لئے ظاہر ہوتا ہے۔



## پیشہ ورانہ رہبری

ان خصوصی صلاحیتوں کے امتحان کے ذریعہ ہم ان کے مستقبل کے خاص پیشوں میں مدد دے سکتے اور اس راستہ کی طرف ان کی رہنمائی کر سکتے ہیں جس میں ان سے توقع ہے کہ انہی استعداد کے مطابق جدوجہد کا مظاہرہ کریں گے اس لئے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں کہ نوجوان کو کارگاہ حیات کے ایسے گوشہ میں دھکیل دیا جائے جس میں چلنے کی سکت اس کے اندر نہیں ہے۔ اگر وہ اپنے خلاف رجحان کام کرنے کے لئے تیار بھی ہو جائے تو اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے، حالانکہ اس کے اندر دوسری قوتیں بیکار پڑی ہوئی ہیں اگر وہ ان کو بروئے کار لانے اور ان سے کام لینے کی طرف توجہ کرے تو ان میں کمال پیدا کر سکتا اور عجیب و غریب مہارت کا مظاہرہ کر سکتا ہے، یہ طریقہ پیشہ ورانہ رہبری (Vocational Guidance) سے نامزد کیا جاتا ہے، اس قسم کی رہبری کے تجربات ابتدائی مدرسہ کے آخری دور میں انجام دیے جا سکتے ہیں، تاکہ نوجوان کے اندر یہ معلوم کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جائے کہ کون سا مدرسہ اس کے لئے نفع بخش ہے۔ چنانچہ جس نوجوان کے اندر عملی استعداد ہے اور وہ نظری اور لفظی حیثیت میں کمزور ہے تو اسے اس ثانوی



مدرسہ میں شریک ہونے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا جو یونیورسٹی تک پہنچانے کا ذریعہ ہے، ان دونوں میں اس کی تعلیم بڑی حد تک نظری اور معنوی بنیادوں پر ہوگی، اس وقت اس کے لئے بہتر اور مناسب یہی ہے کہ کسی صنعتی یا فنی مدرسہ میں داخل ہو جائے اس لئے کہ اس کے پاس اسی قسم کی صلاحیتیں موجود ہیں۔ اس کے برعکس جس نوجوان میں خالص معنوی اشیاء اور نظری مسائل کو جانچنے اور معلوم کرنے کی استعداد و قابلیت ہے تو اس کے لئے یہی موزوں ہے کہ اپنی تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے یہاں تک کہ جامعیہ میں بھی شریک ہو جائے جہاں وہ معنوی امور میں مصروف ہو اور تحقیقات جدیدہ کا سلسلہ جاری رکھے، اس طرح وہ خود بھی مستفید ہوگا اور اپنی قوم کو بھی بہرہ ور کرے گا۔

## پیشہ ورانہ انتخاب

یہی امتحانات دوبارہ نوجوان پر اس وقت استعمال کئے جائیں گے جب کہ وہ کوئی ملازمت اختیار کرنے کی خواہش ظاہر کرے گا۔ ان امتحانوں سے مقصد اس مرتبہ اس کی رہنمائی نہ ہوگی، بلکہ ان اشخاص کا انتخاب مد نظر ہوگا جو کسی ملازمت کے قابل ہیں۔ اس لحاظ سے یہ پیشہ ورانہ انتخاب (Vocational Selection)



ہے یہ فرد کے لئے اس لحاظ سے مفید ہے کہ یہ اس کی وہ بدبختی دور  
 کر دیتا ہے جو اس پر ایسی راہ اختیار کرنے سے مسلط ہو جاتی ہے جو اس  
 کے قابل و سزاوار نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ اس کے موافق و سازگار ہوتا  
 ہے چنانچہ یہ ترقی و پیش قدمی سے محروم ہو جاتا ہے اس سے بڑھ  
 کر یہ کہ وہ طعن و تشنیع کی آماج گاہ بن جاتا ہے یہ طریقہ عملی طور پر  
 اس لحاظ سے مفید پڑتا ہے کہ اس کو ذمہ دار افراد اختیار کرتے ہیں  
 کیونکہ وہ طبعاً اس کو انجام دیتے ہیں اس میں شک نہیں کہ اس میں  
 جتنی مشق و محنت کی جائے گی اتنی ہی وہ مفید ہوگی لیکن جس شخص  
 میں فطری استعداد ہوگی وہ اس شخص سے زیادہ جلد ترقی کرے  
 گا جس کو یہ استعداد و صیبت نہیں ہوتی۔

## نوجوانوں کے وجدانی اختلافات

نوجوانوں کے درمیان جو اختلافات پائے جاتے ہیں وہ صرف  
 ان عقلی و ذہنی گوشوں پر منحصر نہیں ہیں جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے  
 بلکہ وہ وجدانی (Emotional) گوشہ میں بھی نمایاں  
 ہوتے ہیں یہ اختلافات نوجوانوں کی زندگی میں بہت ہی اہم اور  
 قابل لحاظ ہیں۔ کیونکہ جو نئی طاقت و توانائی اس دور کی ابتداء  
 میں نوجوان کے نفس سے طلوع ہوتی ہے وہ سب سے زیادہ  
 نمایاں طور پر وجدانی گوشہ میں جلوہ گر ہوتی ہے قبل اس کے کہ ہم



اس کے میلانات و جانات کی حد بندی پر قابو پائیں اس قسم کا مطالعہ بہت ضروری ہے۔

محققہ اولیو ویلر نے عمال اور طلباء جامعہ کے افراد کی دونوں جماعتوں پر بطریق استنساخ ایک مفید تحقیق انجام دی ہے اور ان سے چند سوالات کئے ہیں۔ جن کے نتائج کا خلاصہ اعداد و شمار کے طریقہ پر ذیل کے نقشہ میں قاریان کے فائدہ کی خاطر پیش کیا جاتا ہے۔

س ۱۔ اُن اشخاص کا فیصد کہ مناسب جواب دہ عنفوان شباب کے دوران میں حسب ذیل چیزوں سے دلدارہ تھے اور اپنا وقت ان میں صرف کرتے تھے:

عمال طلباء

فیصدی تناسب

۵۹ ۶۴

۱۱ ۳۳

مطالعہ و ادب

ورزش جسمانی

پاک و صاف ہوا کے کام (مثلاً گاڑیوں کی سواری)

۲۲ ۲۶

کاشتکاری باغبانی اور کثافی اعمال وغیرہ

فنی دوستی کام (مثلاً بڑھئی کا کام سوزن کاری)

۶۱ ۳۵

نقشہ کشی اور موسیقی

۶

شاعری



۲۴	۱۰	تاریخ سیاست
۳۱	.	ریاضیات
۳۳	.	طبیعیات و حکمت
۱۰	.	جغرافیہ
۶۱۵	۱۸	فلسفہ و فقہ

۳۱  
 ص ۲ — ان افراد کا تناسب جو دوران  
 بلوغت میں خواب ہائے بیداری میں کھوئے  
 ہوئے رہتے تھے۔

۶۴ ۳۸

۳۱  
 ص ۳ — ان اشخاص کا تناسب جنہوں  
 نے حسب ذیل امور سے زیادہ دلچسپی و محبت کی  
 وجہ سے شاعری کی۔

۵۴۵	۷۱	فطرت
۵۹	۴۰	موسیقی
۴۲۵	۴۰	مصور می
۶۳	۲۹	شاعری

ص ۵ — ان لوگوں کا تناسب جو  
 مذہب کی طرف مائل ہوئے۔

۸۵	۹	اولاً: عہد طفلی میں
۶۱۵	۵۰	ثانیاً: زمانہ بلوغت میں



۸۔ ان افراد کا تناسب جنہوں  
نے دور بلوغت میں صنف مقابل کی جانب  
کشش محسوس کی

۹۱ ۵۳۵

۹۔ جن اشخاص نے عہد شباب  
میں قابل ذکر دوستی کی بنا ڈالی ان کا تناسب

۹۰ ۵۳۵

یہ ہے۔

۱۰۔ جن کو بعض بہادروں اور

۸۰ ۵۰۵

پہلوانوں سے دلچسپی تھی۔ ان کا تناسب یہ ہے۔

۱۱۔ جن اشخاص کو عہد طفلی میں

زندگی کے سرسبز رازوں کے انکشاف سے

۲۹ ۲۲

شغف تھا۔ ان کا تناسب یہ ہے

۱۲۔ جن افراد نے دور شباب

میں زندگی کے اسرار سرسبز اور کائنات

کے پوشیدہ رازوں کو آشکار کرنے سے گہری

۷۳ ۸۸

دلچسپی لی تھی ان کا تناسب یہ ہے۔

سابقہ اعداد و شمار سے ہم بعض عام حقائق پر استدلال کر سکتے ہیں  
جو عام طور پر زمانہ بلوغت کی مشہور چیزوں کی تائید کرتے ہیں۔  
۱۔ زمانہ بلوغت اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس میں افراد کائنات



سے آگاہ ہونے، اپنے معلومات میں اضافہ کرنے، اپنے ذہنی و فکری  
گوشوں کو وسیع کرنے اور علوم و فنون میں گہری دلچسپی لینے پر اقدام  
کرتا ہے۔ جیسا کہ اس پر پہلے سوال کے نشانات دلالت کرتے ہیں  
جو ۵۹ فیصد کی اور ۶۴ فیصد کی کے تناسب کو ظاہر کرتے ہیں۔  
۲۔ فطرت اور بالخصوص خلوت گزریں منظم فطرت سے نوجوانوں  
کی محبت میں اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اس کے حسن و جمال کی  
قدر و قیمت کا اندازہ کرتے ہیں جیسا کہ دوسرے سوال کے نشانات  
سے ثابت ہوتا ہے (۵۷٪ و ۵۴٪)۔

۳۔ مذہبی امور میں نوجوانوں کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور وہ یہ  
سمجھنے لگتے ہیں کہ وہ مذہب کو نئے سرے سے قبول کر رہے ہیں یہ  
حقیقت پانچویں سوال میں عہد طفلی و شباب کے نشانات کے  
درمیان موازنہ کرنے سے واضح ہو جاتی ہے۔

۴۔ صنف مقابل کی طرف میلان کا اظہار آٹھویں اور نویں سوال  
کے نشانات سے ہوتا ہے۔

۵۔ بہادروں اور قائدین سے نوجوانوں کی محبت و عقیدت  
اس امر کی دلیل ہے کہ ان کا دائرہ فکر و عمل وسیع ہے اور ان کے  
اندر جن لوگوں نے وسیع شہرت حاصل کی ہے ان کے نقش قدم پر  
چلنے کا جذبہ پایا جاتا ہے۔



## شخصیات کا تجزیہ

اس باب کی ابتداء میں ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے تحت ان عام نتائج کو جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں اور جن کو طریقہ اعداد و شمار سے اخذ کیا ہے، انفرادی بحث و تحقیق کے نتائج سے موازنہ کرتے ہیں، اس بنا پر چند اشخاص کے حالات کا علیحدہ انتخاب ذیل میں پیش کرتے ہیں، جو بلاشبہ ان چیزوں کا ایک واضح تصور ہمارے روبرو رکھتے ہیں جو نوجوان لڑکے اور لڑکی کے نفس میں رونما ہوا کرتی ہیں۔

مثال کے طور پر ہم ذیل میں ایک شخص کی حالت کا تجزیہ پیش کرتے ہیں:

ہم ایک ۳۹ سالہ "د" نامی مرد فرض کرتے ہیں جس کے ماں باپ اس کے دوران بلوغت میں زندہ تھے، اس کے دو بھائی اور ایک بہن تھی، گیارہ سال کی عمر میں اس نے مدرسہ چھوڑ دیا، اور گیارہویں سال سے اٹھارہویں سال تک ردی کے ایک کارخانہ کے گودام میں ملازم تھا، دوران بلوغت میں تاریخ کی طرف اس کا رجحان طبع تھا۔ لیکن جس چیز میں وہ خاص دلچسپی لیا کرتا تھا وہ میکانکی کھلونوں اور گھڑیلوں کی اصلاح تھی۔



وہ بڑے پیمانہ پر خواب ہائے بیداری میں کھویا ہوا نہیں  
رہتا تھا، فطرت سے اسے گہری وابستگی تھی، لیکن وہ موسیقی  
یا مصوری یا شاعری کا دلدادہ نہ تھا۔

مذہب کے اعتبار سے تو اس نے کوئی اچانک انقلاب اور  
تبدیلی اپنے اندر محسوس نہ کی، بلکہ مذہب کی طرف آہستہ آہستہ  
قدم بڑھانے لگا۔

صنف مقابل کی طرف مائل ہونے کو اس نے محسوس کیا  
سترہ سال کی عمر میں ایک لڑکی سے محبت کی اور چوبیس سال  
کی عمر میں اس سے شادی کر لی۔

اس کے بہت سے دوست آشنا تھے، پیرا کی کے ایک  
میرد سے اس کو عقیدت و محبت تھی، لیکن معلومات حاصل کرنے  
کا جو شوق اس کو تھا، اس کو حیاتیات، تشریح اور منافع الاعضا  
کی بعض کتابوں سے پورا کیا گیا اور ان کتابوں سے بہت سے  
معلومات حاصل کئے۔

ہم سابقہ حالت کے مطالعہ سے یہ نتیجہ برآمد کرتے ہیں  
کہ اس میں ہر چیز کا نشو و نما عام طور پر فطری، ہموار اور باقاعدہ  
تھا۔ اس کے تمام رجحانات معقول تھے اور اپنے فطری راستوں  
پر لگے ہوئے تھے، اسی طرح شادی، سماجی زندگی اور دنیا کی  
طرف اس کے جو رجحانات عام طور پر تھے ان کے نشو و نما کی



راہ میں کوئی چیز حائل نہ تھی، جو نئی قوت اور طاقت دور بلوغت میں ظاہر ہوئی تھی، وہ بغیر کسی رکاوٹ کے خوشگوار طریقے سے ہر چیز میں تقسیم پذیر تھی، جیسا کہ اس کا ثبوت خواب ہائے بیداری میں اس کے کم دے دیے ہوئے رہنے سے ملتا ہے۔  
یہاں ایک اور مثال پیش کی جاتی ہے، جو سابقہ حالت سے کسی قدر مختلف ہے۔

ہم "م" نامی ایک ۲۶ سالہ عورت تصور کرتے ہیں جس کے ماں باپ اس کے دور شباب میں بقدر حیات تھے اس کے تین بھائی اور ایک بہن تھی۔ اس نے ثانوی تعلیم اور جامعہ کی اعلیٰ تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، دور شباب میں جن چیزوں میں وہ اپنا وقت گزارتی تھی ان میں اہم کتب بینی تھی، خواب ہائے بیداری میں وہ اکثر کھوئی رہتی تھی، اس وقت کی حالت کا نقشہ وہ اس انداز میں کھینچتی ہے :

"دور بلوغت میں میں اپنے کو ہمیشہ خاندان کی ماں کی طرح خیال کرتی تھی، لیکن ان خیالی فرزندوں کو میں نے کبھی بچوں کی شکل میں نہیں دیکھا، بلکہ وہ میرے تخیل میں گیارہ اور پندرہ سال کی لگ بھگ کی عمر کے لڑکے تھے۔ میں ان کو ایسا خیال کرتی تھی کہ وہ میرے امداد و دستگیری کے حاجتمند ہیں، ان کی صورتیں میرے ذہن



میں واضح اور نمایاں تھیں، چنانچہ ان میں سے ایک  
 لڑکا اچھا خاصہ تنومند اور ڈبل ڈول والا تھا جس کو میں بخوبی  
 پہچانتی ہوں اور دوسرا خیالی تھا گویا وہ خوابوں کی حسین  
 دادی میں کھویا ہوا ہے۔ تیسرا بد بخت تھا، پھر ان کے  
 علاوہ دو لڑکیاں تھیں، لیکن اس خاندان کے باپ کا  
 نقشہ میرے تخیل میں پوری طرح واضح نہ تھا، اس کی  
 تصویر لمحہ بہ لمحہ بدلتی رہتی تھی، ان خوابوں کا سلسلہ  
 تقریباً انیس یا بیس سال اور اس کے بعد تک جاری رہا۔  
 اس کے جوابات سے پتہ چلتا ہے کہ اس کو جمال اور فن  
 سے شدید دلچسپی تھی، مذہب کے لحاظ سے اس نے محسوس کیا کہ  
 اس کی طرف وہ واضح طور پر مائل ہو رہی ہے اس کا بیان  
 ہے کہ مذہب نے اکثر گوشوں میں اس کی امداد و اعانت اور  
 رہبری کی ہے۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ وہ صنف مقابل کے کسی  
 فرد کی محبت میں گرفتار نہ ہوئی اور نہ اس نے اپنے دوران  
 بلوغت میں کسی کو اپنا دوست بنایا۔

اس حالت پر غور کرنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ  
 جن بعض راہوں پر نئی طاقتوں اور قوتوں کو چلنا چاہیے تھا ان  
 میں کچھ روکا دھیں پیدا ہو گئیں۔ اس لئے اس نئی قوت کو اپنے  
 فطری راستہ پر گامزن ہونے کا موقع نہ ملا، بالفاظ دیگر بعض



خواہشات و میلانات نے اس کو اتنا موقع نہ دیا کہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ اس کے پیچھے قوتِ دافہ حائل ہو گئی۔ کبھی ہمارا ذہن اس طرت منتقل ہوتا ہے کہ اس لڑکی کے کسی کی محبت میں گرفتار نہ ہونے اور جمالیاتی یا سماجی امور میں الجھنے نہ لینے کا سبب لبہا ادقات یہ ہے کہ ان اشیاء کی جانب اس کے اندر میلانات و محرکات کا فقدان تھا نہ یہ کہ ان کے نشوونما کی راہ میں کوئی چیز حائل ہو گئی تھی، لیکن خواب ہائے بیداری کی کثرت، ان میں اس کا ہمیشہ کھویا رہنا، اور چند خاص قسم کے خیالات کا اس کے روپر و مجسم ہوتے رہنا یہ تمام ان میلانات و خواہشات کے وجود پر دلالت کرتے ہیں۔ لیکن عالم خیال سے عالم حقیقت کی طرف ان کے نشوونما پانے اور ظاہر ہونے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اسی لئے وہ عالم خیال میں تبدیل ہو گئے اور دن کے خوابوں یا خواب ہائے بیداری میں اُجاگر ہونے لگے۔

مگر اس حالت میں جو عدم توازن کا مشاہدہ کیا جا رہا ہے اس کے اُن مذہبی تصورات و میلانات کی وسیع گنجائش کی بدولت اس میں تخفیف اور کمی ہو جاتی تھی۔ جن سے اس کو یہ دسترس حاصل ہو گئی تھی کہ ذاتی اور اجتماعی خواہشات و جذبات کے مابین ایک حد تک توازن اور ہم آہنگی کو برقرار رکھے۔ چنانچہ وہ اپنے بیان میں کہتی ہے کہ :



"مذہب اس کے اکثر گوشوں میں اس کی رہنمائی و امداد  
کیا کرتا تھا۔"

تیسری مثال ایک "س" نامی اکیس سالہ عورت کی ہے، اس  
کے ماں باپ زندہ تھے جب کہ یہ زمانہ بلوغت میں قدم دھر  
چکی تھی اس کی ایک بہن اور تین بھائی تھے اس نے ثانوی مدرسہ  
میں اور اس کے بعد جامعہ میں مخلوط تعلیم حاصل کی تھی، دو بلوغت  
میں اس کے اوقات انسانہ خوانی، تنہا سیر و تفریح اور پیالہ بجانے  
میں صرف ہوتے تھے، خواب ہائے بیداری میں یہ کھوئی رشتی  
تھی، یہ خواب اکیس سال کی عمر تک جاری رہے، ان خوابوں  
کی دو قسمیں تھیں، پہلی قسم کے خواب علم و ادب کی دنیا میں کمال  
حاصل کرنے کے متعلق تھے، دوسری قسم کے خواب ایک ایسے شخص  
سے عشق و محبت کرنے اور شادی کرنے کے بارے میں تھے  
جو مثالی (Ideal) قسم کا ہو، اس کا بیان ہے کہ زمانہ  
بلوغت میں اُسے فطرت سے بے حد دلچسپی و شیفٹگی تھی، وہ اس  
امر کو پسند کرتی تھی کہ آغوش فطرت میں بچی ایک تنہا سما لی  
رہے، اسی طرح اُسے شاعری سے محبت تھی، لیکن اس کے اندر  
مذہبی جوش و حمیت کا احساس نہ تھا، وہ کہتی ہے کہ عفو ان  
شباب میں جو وہ اور سترہ سال کی عمر کے درمیان اپنے طور سے  
کے دیباچہ و استادوں سے محبت کی، اسی طرح اس کے بہت سے



دوست اجباب تھے، مگر وہ اپنی صنف میں سے کسی ہیروئن کو خاطر میں نہ لاتی تھی۔

اس حالت سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ذاتی اور خود پسندانہ جذبات اور اجتماعی خواہشات کے مابین کش مکش پائی جاتی ہے کیونکہ یہ لڑکی علم و ادب کی دنیا میں کمال ذہانت و برتری حاصل کرنے کی آرزوئیں اور تمنائیں رکھتی تھی، اس کے لئے ضروری تھا کہ عشق و محبت اور شادی کے خیال سے کنارہ کش ہو جائے کیونکہ ان میں ازدواجی سماجی زندگی کی راہ میں ذاتی قربانی پیش کرنی پڑتی ہے، لیکن اس قسم کی جنسی خواہشات اس طرح ناپید نہ تھیں کہ خود پسندانہ جذبات و میلانات اس کے لئے میدان خالی چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ وہ بھی بیدار تھے اور عالم وجود میں الجھنا جاتے تھے، جیسا کہ ان بیداری کے خوابوں سے واضح ہوتا ہے جن میں وہ کھوئی رستی تھی۔

اس کے مذہبی جوش و حمیت کے فقدان کی توجیہ دو طریقوں سے کی جاسکتی ہے اول یہ کہ ذاتی خواہشات اور اجتماعی میلانات کے درمیان جو نزاع اور کش مکش برپا تھی، اس نے اس قوت و طاقت کے ایک جز کو فنا کر دیا تھا جس کو اگر موقع ملتا تو بجا طور پر مذہبی سمت رخ کرتا، دوم یہ کہ اس لڑکی کا فطرت سے دلچسپی رکھنا، اور تنہا سیر و تفریح کے سکون بخش لمحات سے ہم آغوش ہونا



اس کے مذہبی شعور کی تلافی کرنے اور اس کو تلاش و جستجو کرنے کے  
 قائم مقام تھا، جیسا کہ کوئی شخص اپنی کھوئی ہوئی شے تلاش کرتا ہے  
 لیکن اس کے باوجود اس کو مذہبی شعور نصیب نہ ہوا، اس پر اس  
 کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ :-

”میرے لئے یہ امر سوہان روح بنا ہوا تھا کہ میرے اندر  
 مذہبی جوش حمیت کا شعور ناپید ہے۔ کتنی مرتبہ مجھے یہ  
 دیکھ کر افسوس و ملال ہوتا تھا کہ مجھے ان مذہبی مسائل  
 سے دلچسپی نہیں ہے، اب تک ہی امر میرے دل میں  
 جھایا ہوا ہے۔“

## ذہن اور کنز وین لوجوان کے چند حالات

ذیل میں چند حالات و واقعات پیش کئے جاتے ہیں جو ان  
 لوجوانوں کے نشوونما کے فرق کو واضح کرتے ہیں جو ذہانت و  
 فراست میں متوسط افراد سے برتر اور جو متوسط افراد سے کمتر ہیں۔  
 پہلی مثال — ”الف“ نامی لوجوان کی تعلیمی حالت چودہ  
 سال میں یہ تھی کہ وہ فہم و ذکاوت میں بہت تیز اور مدرسہ کے  
 ساتھیوں میں بہت آگے تھا۔ اس کی جسمانی صحت بھی بہتر تھی۔  
 اس کے سماجی تعلقات خوشگوار تھے، ان میں نہ تو کسی قسم کی کج روی  
 تھی اور نہ کسی طرح کی پیچیدگی، اس لڑکے کی ذہانت کا تناسب



۱۵۷ تھا۔ مدرسہ میں اس کی کارگزاری سے ثابت ہوا کہ تاریخ ادب زبان اور معلومات عامہ میں فوقیت رکھتا ہے اس کے اساتذہ نے یہ رپورٹ پیش کی کہ یہ لڑکا اپنے تمام ساتھیوں میں ہر دل عزیز ہے اس کے مطالعہ و کتب بینی کی دلچسپی کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ اس نے اپنے لئے ایک خاص کتب خانہ بنایا تھا، اسی طرح اس کو افسانہ نگاری کا بے حد شوق تھا، افسانوی مقابلہ میں اس کو انعام مل چکا تھا۔ ڈاک کے ٹکٹوں کا جمع کرنا اس کا ایک مشغلہ تھا، جائزہ لیتے وقت اس کے پاس تین سو اٹھ ٹکٹ تھے، اسی طرح وہ مادر سکے جمع کیا کرتا تھا اس کے پاس اسی قسم کے پاس سکہ تھے وہ در زبشی کھیلوں کا دلدادہ اور اسی قسم کی خبروں کو دلچسپی سے بڑھتا تھا۔ کھلاڑیوں کے ناموں سے واقف ہونے اور مختلف مقابلوں کے نتائج سے باخبر ہونے کا اس کو بہت شوق تھا۔ باوجودیکہ وہ مختلف گوشوں میں فوقیت و برتری رکھتا تھا لیکن وہ تواضع پسند، خاکسار اور نرم خود واقع ہوا تھا، خلاصہ کلام یہ کہ اس کی زندگی خوشحال و سازگار تھی۔

دوسری مثال — "ب" نامی ایک چودہ سالہ لڑکی ذہانت میں اس حد تک بڑھی ہوئی تھی کہ اس کے ہنرمند کار کا تناسب ۱۶۸ تھا۔ اس کی استانی نے یہ رپورٹ دی کہ وہ نویں سال ہی سے وہ ذہین افراد میں شمار ہوتی ہے، یہ لڑکی لاطینی



دیوانی ددنوں زبانوں کی تعلیم کے لئے اپنے رجحان طبع کا مظاہرہ کر چکی ہے، اس کے تمام نتائج بہت شاندار تھے وہ ہر دل غریزہ تھی اور دوسرے بچوں کی قیادت کرتی تھی، اسی طرح وہ خوبصورت تھی کھیلوں سے اس کو معمولی دلچسپی تھی عام طور پر طمانیت بخش اور پُر سکون کھیلوں کی طرف مائل تھی غالباً اس کا سبب اس کی جسمانی لاغری ہے مگر کبھی اس نے گوشہ نشینی کے جذبہ کا اظہار نہ کیا یا ان کھیلوں سے کنارہ کش رہی جن میں شدید مقابلہ کی گنجائش ہے۔ اس کی سماجی زندگی حسب دلخواہ اور ساوہ تھی اس میں نہ کوئی پیچیدگی تھی اور نہ کسی قسم کی برگشتگی، کیونکہ یہ لڑکی اپنے والدین یا مدرسہ کے دباؤ کا شکار نہ ہوئی تھی، مدرسہ اس کے رجحانات و میلانات کو علم د آگاہی سے فیض یاب ہونے کے لئے توجہ کرتا تھا۔

تیسری مثال ————— "ج" نامی لڑکی، ڈیل ڈیل بھری ہوئی جسم جس کی ذہانت اور سمجھ اوسطاً کمتر تھی، اور مدرسہ نے یہ رپورٹ پیش کی کہ اس کا ردیہ ناخوشگوار، پیچیدہ اور برگشتہ ہے، اس میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ ایک مرتبہ اس نے دوسری لڑکی کی کاپی یہ کہہ کر استانی کے روبرو پیش کر دیا تھا کہ یہ خود اُسی کی کاپی ہے، اسی طرح ایک مرتبہ مدرسہ کی رپورٹ پر اپنے والد کی جھوٹی دستخط کر دی اور یہ دعویٰ کیا کہ اس کا باپ



اس رپورٹ سے آگاہ ہوا اور اس میں لڑکی کی ناکامی کا جو درجہ لکھا ہوا ہے اس سے مطلع ہوا، ان تمام برگشتہ امور کے علاوہ لڑکی نے ایک خاتون کے بٹوے میں سے چند روپے چرائے۔ اس کی کارگزاری مدرسہ میں بہت پیچھے تھی، علاوہ بری وہ باتوں کی شوخ زبان اور نافرمانی تھی۔

اس کا خاندان خوش حال تھا، لیکن اس کی ماں ایک غیور اور شہرت پسند عورت تھی، اس میں شک نہیں کہ اس کی لڑکی کے برے چال چلن اور تعلیم میں پیچھے رہنے کی وجہ سے اُسے بڑا صدمہ پہنچتا تھا یہ ظاہر ہے کہ لڑکی کا پیچھے رہ جانا اس کے حافظہ اور سمجھ بوجھ کی کمی کا نتیجہ تھا، اس کا کوئی تصور نہ تھا، کیونکہ اس کے خاندان والے اور اس کے مہلتیں اس حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھے، اس کی ماں دباؤ اور رعب و سختی سے اس کو کام کرنے اور کوشش کرنے کی ترغیب دیتی تھی، دوسرے بچوں پر غیرت و لاتی اور ادقات فرصت میں درس دینا کرہ میں اپنا وقت گزارنے کے لئے دوسری لڑکیوں سے ملنے چلنے سے منع کرتی تھی،

مدرسہ کی رپورٹیں وصول ہونے کے دن لڑکی کو بڑا خوف و انگہ ہوتا تھا، کیونکہ اس کی رپورٹ اس کے لئے نئی رسوائیاں لے آتی اور اس کی گھریلو زندگی کو بد مزہ کر دینے کا موجب ہوتی تھی۔ لیکن لڑکی پکوان سے اپنی دلچسپی کا اظہار کرتی تھی اور بسا اوقات



ایسے رنگ برنگ کے کھانے پکاتی تھیں کہ خاندان دلے عیش عیش  
کر جاتے تھے۔

جب اس کی حالت کا مطالعہ کیا گیا اور اس کی زندگی میں جو  
کمزوریاں تھیں ان کی اصلاح کر دی گئی تو اس کے اہل خاندان اور  
استادوں کے خوشگوار رویہ کی بدولت اس کی حالت خوشگوار ہو گئی  
کیونکہ اس کے خاندان نے یہ تسلیم کر لیا کہ فطری تعلیم میں کوتاہی کا  
سبب اس کی کوتاہی حانظہ ہے اور اس کے نصاب تعلیم میں کچھ  
ترمیمات کر دی گئیں اور اس میں بچوان اور سیون وغیرہ کا اضافہ  
کر دیا گیا۔ اسی طرح اس کی ماں نے یہ اجازت دے دی کہ وہ  
کسی کلب میں شریک ہو جائے جہاں اپنے اوقات فرصت سے  
بہرہ مند ہو اور اپنی سہیلیوں کے ساتھ ملتی جلتی رہے۔



**Tibbi Books for  
Atiba Karam**



## پانچواں باب

### نوجوانوں کے اخلاق و عادات کی اصلاح

ہمیں اکثر اوقات اُن مجرم و خطاکار نوجوانوں کے حالات کا مطالعہ بہت ہی مفید ہوتا ہے جو قانون کی گرفت میں آجاتے ہیں کیونکہ یہ مطالعہ اس صورت و کیفیت کو ہمارے روبرو واضح کر دیتا ہے جو ان بچہ فروشوں کی مجرمانہ ذہنیت کا باعث ہو گئی ہے۔ علماء نفسیات اور اطباء نے ان نوجوانوں کی کج روی و برگشتگی کے پیدا ہونے کی کیفیت اور اس سے بچنے اور اس کے علاج کی نوعیت کے بارے میں بہت سے قوانین و اصول پیش کئے ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ غلط یا تقدم ہی علاج سے بہتر ہے۔ اس کی چنداں ضرورت ہی نہیں کہ ہم اس انتظار میں بیٹھے رہیں کہ ان لڑکوں کی حالت بگڑ جائے اور وہ قانون کی گرفت میں آجائیں یا ان پر عصبی بیماریوں کے دورے پڑنے لگیں یا وہ اخلاقی برگشتگی و



آوارگی کا شکار ہو جائیں، اس طرح وہ اپنی خلافت مرضی یا تو مجرم و خطاکار ہو جائیں یا بیمار بن کر سماج پر ناقابل برداشت بوجھ ثابت ہوں، اس لئے ایسی حالت میں ہمارا فرض ہے کہ ہم ان کے ساتھ سلوک اور برتاؤ کرنے کے طریقوں سے واقف ہوں اور ان سے حکمت و دانشمندی سے پیش آئیں، کیونکہ ان کا موقف نازک اور یہ دور بہت ہی اہم ہوتا ہے، اسی لئے ہم ذیل میں ان امور پر بحث کریں گے۔

## نوجوانوں کی عقلی استعداد

ان نوجوانوں کی حالت کو سمجھنے کے لئے پہلا قدم اس بات کا اندازہ لگانا ہے کہ ان کے اندر سوسائٹی کے مطالبوں اور اس کے حدود و قوانین کا مقابلہ کرنے کی کتنی عقلی استعداد و صلاحیت ہے ایک محقق نے جب ۱۷۳۱ء جرائم پیشہ لڑکوں کا معائنہ کیا تو معلوم ہوا کہ ان کی ذہنی عمر کا اوسط ۱۴ سال ہے اور جن مجرم لڑکوں کا جائزہ لیا گیا ان میں سے ۶۰ فیصد لڑکوں کی ذہانت کا تناسب ۷۵ء اور ۱۱۰ء کے درمیان تھا، لیکن یہ خیال نہ کیا جائے کہ ذہانت کی کمزوری ہی نوجوانوں کو قانون کے شکنجہ میں جکڑے جانے اور سوسائٹی کے اصولوں کی مخالفت کرنے کا واحد سبب ہے، بلکہ ایسی بیشمار مثالیں ہیں جو اس گروہ کے شمار میں نہیں آتیں۔



## جسمانی تقاضے

جسمانی کمزوریوں اور آفتوں کو بھی جرائم کے پیدا کرنے میں کافی اثر و دخل ہے، اس پر بعض اُن تحقیقات سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جنہوں نے یہ ظاہر کیا کہ مجرم لڑکوں میں بمقابلہ غیر مجرموں کے کمزوریاں بیماریاں اور جسمانی آفتیں بہت زیادہ ہوتی ہیں۔ لیکن یہ امر بھی ہمارے پیش رہنا چاہیے کہ یہ جسمانی امراض و تقاضے ہی نوجوانوں کی برگشتگی کے تنہا ذمہ دار نہیں ہیں۔ بلکہ یہ اُن بے شمار محرکات میں سے ایک ہیں جو اس برگشتگی کا سبب ہوتے ہیں، البتہ اوقات یہ کمزوریاں اور بیماریاں انسان کی قوت ارادی کو کمزور کرنے، اور سماج کے رسم و رواج کے مطالبات کو برداشت کرنے کی طاقت کو کم کرنے کا سبب ہو جاتے ہیں، اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بلوغت کے ابتدائی سالوں میں جرائم کے واقعات بکثرت ہوتے ہیں، جب کہ نوجوان اپنے کونے محرکات کے دباؤ کے زیر اثر پاتا ہے، اس وقت اس کے اندران کے مقابلہ کی تاب سمیت اور ان کو قبول کرنے کی استعداد ضروری ہوتی ہے، جسمانی آفتوں کی تاثیر کی مثالوں میں سے ایک تیسرہ سالہ لڑکے کی مثال ہے جو آخر کے چار سالوں میں مدرسہ سے اکثر فرار ہو جاتا تھا اس کے متعلق یہ بھی دیکھا گیا کہ وہ بدخلق، گستاخ اور شریر ہے، اپنے



کسی ساتھی سے وہ کوئی ربط و ربط نہیں رکھتا۔ آخر کار ایک خاتون پر حملہ کرنے کی وجہ سے پولیس نے اس کو گرفتار کر لیا۔ جب عدالت میں اس کو پیش کیا گیا تو ایک لفظ بھی اپنی زبان سے نکالنے سے انکار کر دیا۔ عدالت کے تمام سوالات بیکار ہو گئے۔ اس کا معائنہ کرنے کے لئے اس کو ایک طبیب کے حوالے کر دیا گیا، لیکن طبیب بھی معائنہ کے لئے اس کی زبان کھولنے سے قاصر ہو گیا۔

ایک ماہر اجتماع خاتون کو لڑکے کی والدہ سے معلوم ہوا کہ اس کے منہ کے اندر حلق نہیں ہے، اسی وجہ سے لڑکے اس کو ستاتے اور تنگ کرتے تھے، جب یہ خاتون مدرسہ گئی تو لڑکے کے استانی سے پتہ چلا کہ پڑھنے میں بھی یہ کمزور تھا۔ لیکن اس نے دیکھا کہ وہ خاموش مطالعہ میں بہت آگے ہے، آخر میں اس خاتون نے اس کو اس امر پر راضی کر ہی لیا کہ وہ طبیب کو اپنے حلق کا معائنہ کرنے کی اجازت دے، جب اس خاتون نے اس سے یہ دریافت کیا کہ فلاں خاتون پر حملہ آور ہونے کی وجہ کیا تھی، تو اس نے جواب دیا کہ وہ اس کی استانی کے مشابہ معلوم ہوئی، اس کے حلق کا علاج کیا گیا، تو کامیابی کے ساتھ اس نے تعلیم کا سلسلہ جاری رکھا، اس کے بعد کسی قسم کے اخراجات کا داقہ اس سے سرزد نہ ہوا۔

جو لوگ نو بہانوں کی تربیت کے ذمہ دار ہیں ان کو پوری طرح یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ لڑکا اور لڑکی دونوں بڑی جد تک نفسیاتی



واجتماعی اسباب و محرکات کے تابع ہوا کرتے ہیں، اسی لئے ان پر نظر رکھنا ناگزیر ہے تاکہ ان دونوں کو ان سے محفوظ رکھا جائے اور ان نفسیاتی عناصر کے علاج کی کوشش کی جائے جو قابل علاج ہوں۔

## گھریلو ماحول

گھریلو ماحول اور والدین کا رویہ نوجوانوں کے نفوس میں انتہائی موثر عناصر میں سے ہے۔ ماں باپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ لڑکے اور لڑکی میں سے ہر ایک کی وہ آرزوئیں اور سرگرمیاں جو پہلے گھر کی چہار دیواری میں محدود تھیں اب ان کی جولان گاہ وسیع ہو گئی ہے اور خارجی زندگی کے مظاہر اس کے لئے جاذب نظر و توجہ ہو گئے ہیں، اب گھر کا تنگ ماحول کافی نہ ہو گا جس کے افراد خاندان کے ارکان سے بڑھ کر نہیں ہیں، جو ماں باپ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو خاندان کے تنگ دائرہ میں ہمیشہ باقی رہنے پر مجبور کرتے اور ان کے دل میں گھر کے حدود سے آگے کی دنیا کو دریافت کرنے کا جو جذبہ پایا جاتا ہے اس کو دبانے کی کوشش کرتے ہیں، وہ ان پر ظلم کرتے اور ان کو نافرمانی و بغاوت یا پوشیدہ طور پر اپنے بیرونی تعلقات کو جاری رکھنے پر آمادہ کرتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کی جائز خواہشات کو تسلیم



کریں 'اور یہ جان رکھیں کہ ان کے ذہنی و سماجی افق کا پھیلاؤ ایک  
فطری امر ہے جس سے گریز نہیں کیا جاسکتا' اس پھیلاؤ کی راہ  
میں رکاوٹ ڈالنے کی بجائے اس کو مزید بڑھانا چاہیے، کیونکہ  
یہ چیز ذہنی نشوونما میں مدد دے گی اور نفسیاتی خواہشات کی  
نگہداشت کرے گی کہ وہ جائز اور واضح راستوں سے مٹنے نہ  
پائیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں جب  
یہ دیکھتے ہیں کہ ان کے ماں باپ اور سرپرست ان کی خواہشات  
اور آرزوؤں کو مٹانے کے لئے تیار و آمادہ ہیں تو ان پر اعتماد رکھتے  
ہیں اور بجائے اس کے کہ اپنے معاملات داور کو ان سے چھپائیں  
اور دوستوں اور اجنبیوں کے دامن میں پناہ ڈھونڈیں، اپنے  
والدین کی نصیحتوں اور ان کی اچھی باتوں کو بخوشی سنتے ہیں۔

یہ امر ذہن سے ادھیل نہ ہونے پائے کہ خاندان کا اثر ترغیب  
و تہلیل کے ذریعہ بہت گہرا ہوتا ہے، بچا بچہ جو لڑکا یا لڑکی ایسے  
خاندان میں تربیت پاتے ہیں جس میں شراب نوشی، اختلاف  
اور نزاع اس حد تک عام ہے تو یہ تمام نقائص ان کے نفوس  
میں سرایت کر جاتے ہیں، بلکہ یہ غیر شعوری طور پر ہی کیوں نہ ہو  
قابل نمونہ بن جاتے ہیں، خاندان کی اقتصادی زبوں حالی و  
پریشانی بھی ایک ایسا عنصر ہے جس میں پرورش پانے والے



افراد جرائم کا شکار ہو جاتے ہیں چنانچہ جو لڑکا ایسے وقت تہی دست ہو جب کہ اس کے ساتھ کھانے پینے اور کھیل تماشا وغیرہ تفریحات پر روپیہ خرچ کرتے ہوں تو وہ ان لوازمات کو قرض بے کر پورا کرنے پر مجبور ہو جاتا یا گناہ ہے اُن خود غرض اور بدخواہ اشخاص کے روپے قبول کر لیتا ہے جو اس کے اخلاق و عادات کو بگاڑ دیتے ہیں۔ یہ لوگ چند سکوں کے بدلے اس کو جرائم کے لئے خرید لیتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہم مصر میں جن فقروں کو سڑکوں میں پڑے ہوئے دیکھتے ہیں وہ اسی طریقہ سے اپنی مجرمانہ زندگی شروع کرتے ہیں، کیونکہ ان کے نادار و مفلس خاندان تحت و افلاس کا شکار ہو جاتے ہیں اس لئے وہ حادثات کی پرواہ کئے بغیر راستوں میں بھیک مانگنے پر مجبور ہو جاتے ہیں، چنانچہ ان کا انجام باخلاقی یا جرائم پر مبنی ہوتا ہے، ہم نے چوری کے واقعات کی چارہ جونی پر اس طرح تالو پالیا ہے کہ لڑکے کو اس قدر اخراجات دئے جو اس کی ضرورت کو پورا کر دیں۔

## طلاق کا اثر

طلاق وغیرہ سے ماں باپ کے درمیان جدائی اولاد پر انتہائی طور پر اثر انداز ہوتی ہے، کیونکہ ماں باپ کے باہمی اختلافات ان



کے اعصابی جھگڑوں اور باہمی عدم تعاون کی وجہ سے بچوں سے روگردانی بچوں کی تباہی و بربادی کا موجب ہوتی ہے، چنانچہ وہ اپنے لئے زندگی میں اپنے من ملنے راستہ اختیار کر لیتے ہیں، نہ ان کو کوئی روکنے والا ہوتا ہے اور نہ ان کی خیر خواہی کرنے والا، اس طرح ان کی نفسیاتی و جسمانی حالت بگڑ جاتی ہے بالخصوص اس وقت جبکہ وہ مفلس و غریب خاندان سے تعلق رکھتے ہوں، وہ اتنے بدکردار ہو جاتے ہیں کہ جرائم کی طرف ان کا رجحان بڑھ جاتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ ایسا کام کر گزرتے ہیں جو انھیں قانون کے شکنجے میں جکڑ دے۔ قانون کے فیصلہ سے لاعلم رہتے ہیں اور اس کا اعتراف نہیں کرتے، راقم الحروف کو ایک "ع" نامی لڑکے کا حال معلوم ہوا جو متوسط حال خاندان سے تعلق رکھتا تھا، یہ خاندان نہ تو مفلس تھا اور نہ تو نگر، اس کے باپ نے ماں سے جدائی اختیار کر لی اور دوسری عورت سے شادی کر لی، حسب عادت لڑکے کے متعلق جھگڑا چلا۔ چنانچہ ماں نے اس کو باپ کے حوالے کر دیا اور خود اس سے بری الذمہ ہو گئی، اور تلاش معاش کے سلسلہ میں کسی ایک محکمہ میں معمولی ملازمت اختیار کر لی، یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ ماں اور باپ دونوں ادسط درجہ کے تعلیم یافتہ تھے، بالفاظ دیگر افلاس ہی اس لڑکے کی حالت میں مرثہ غنا صریح سے نہ تھا، لڑکا جو تقریباً بارہ سال کا ہو چکا تھا۔ اپنی سوتیلی ماں کی آغوش



میں سادات دہشتالی کو نہیں پاسکتا تھا، نیز وہ اپنے باپ کی شفقت  
 و عنایت سے بھی محروم رہا۔ چنانچہ اس نے مدرسہ کو خیر باد کہہ دیا  
 اور سڑکوں پر آدرہ گردی شروع کر دی، باپ کو اس کی پرداہ ہی  
 کب تھی کہ گھر سے اس کے غائب ہو جانے پر کڑی نگرانی کرتا اور  
 اس کو کہیں جا کر تلاش کرنے کی زحمت گوارا کرتا، لڑکے نے سینما  
 گھروں میں آمد و رفت شروع کر دی اور جو کچھ رقم اس کے ہاتھ  
 لگتی تماشہ بینی میں صرف کرنے لگا اور زیادہ رات گزرنے کے  
 بعد آرام و غذا کی تلاش میں رشتہ داروں کے گھروں کو کھٹکھٹانے  
 لگا۔ ماں کو اس کی آوارگی کا حال معلوم ہوا تو اس کے پیچھے پولیس  
 روانہ کر دی، جس نے اس کو گرفتار کر کے اس کے پاس  
 حاضر کیا، ماں نے اپنی استطاعت کے مطابق اس کو روپے  
 دیئے اور اُسے اس کے باپ کے پاس بھیج دیا، لیکن لڑکا حیران  
 سر اسیمہ رہا اور اپنے لئے کوئی ٹھکانا اس کی سمجھ میں نہ آیا یہاں  
 تک کہ مدرسہ کے ایک ماسر استاد نے مداخلت کی اور اس لڑکے  
 کی جانب، جو والدین کی جدائی کا شکار ہو کر ضائع ہو گیا ہے والدین  
 کے فرائض کے احساس کو جگایا اور اس پر نگرانی کرنے کی ترغیب  
 دلائی، آخر کار لڑکے کو کسی ایک ابتدائی مدرسہ میں دوبارہ ٹرک  
 کرایا اور اس کے ضروری اخراجات برداشت کرنے کے لئے  
 مشترکہ طور پر اس کے ماں باپ کو راضی کر لیا، مدرسہ نے لڑکے



کی عزت و توقیر کو اس کے دوسرے ساتھیوں میں محفوظ رکھنے کی خاطر اُسے ضروری کپڑے خرید کر اس کی امداد کی۔ لڑکے کی سماجی حالت کی اصلاح میں اس مدرسہ نے جو امداد کی تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس نے امتحان میں شاندار کامیابی حاصل کی اور اس کے استاد نے اس پر خصوصی توجہ رکھنی شروع کی اور اس کے معاملہ میں انفرادی اور اجتماعی طور پر دلچسپی لیا کرتا تھا، ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس لڑکے میں کسی ثانوی مدرسہ میں داخل ہو کر تعلیم جاری رکھنے اور عظیم الشان کامیابی حاصل کرنے کی استعداد پیدا ہو گئی۔

## اقتصادی موقف

اسی طرح خاندان کے اقتصادی موقف کو لڑکوں کے جرائم سے گہرا اور شدید تعلق ہے، چنانچہ جو والدین خاندان کی پرورش کے لئے اپنے روزگار میں مصروف و مجبور ہوتے ہیں وہ اپنے بچوں کی تربیت اور ان کی دیکھ بھال کرنے کے لئے زیادہ وقت نہیں پاتے بالخصوص جب کہ ماں اپنے کام سے یا کسی اور سبب سے گھر سے اکثر باہر ہا کرتی ہو، اقتصادی سبب ان قوی اسباب میں سے ہے جو مفلس خاندانوں کو عام طور سے مجرموں کا سرچشمہ اور خاص طور پر بیماریوں کی آماج گاہ بنا دیتے ہیں۔



## گنجان مکانات

گنجان مکانات امراض و آفات کی پرورش اور ان کے نشوونما میں اہم عنصر ہیں۔ کیونکہ لڑکے ایک دوسرے سے میل جول رکھتے اور ایک دوسرے کی عادات سے اثر پذیر ہوتے ہیں، یہاں ہر دلوں کو بھلوں سے علیحدہ کرنا دشوار ہوتا ہے، علاوہ بریں مکانات میں لڑکوں کا ہجوم اکثر اوقات جنسی مشکلات کا باعث ہوتا ہے جس طرح خاندانی ماحول کا مجرموں کی پیداوار میں زبردست اثر ہے اسی طرح جس قبیلہ میں خاندانی افراد زندگی گزارتے ہیں وہ بھی نوجوانوں کے اخلاق میں گہرے طور پر موثر ہے، کیونکہ یہ اپنے خاندانی ماحول میں ہمسایوں یا ابنار قبیلہ سے جدا ہو کر زندگی نہیں بسر کر سکتے۔

## مدرسہ کا اثر

جرائم کے علاج اور ان کی نشرو اشاعت کو روکنے میں مدرسہ بڑی حد تک ذمہ دار ہے مدرسہ ہی وہ مقام ہے جہاں جرائم کے ابتدائی امور کا ان کے جڑ پکڑنے سے پیشتر مشاہدہ کیا جاسکتا ہے مثلاً طالب علم کا اپنے ساتھیوں کی کتابیں چرائینا یا گھر والوں کو اطلاع کئے بغیر مدرسہ سے غائب ہو جانا وغیرہ، نیز مدرسہ لڑکوں



کو نصیحت اور رہنمائی کر سکتا اور برشتگی و کج روی کے اسباب کا جائزہ  
 لے سکتا ہے، تاکہ اگر ضرورت ہو تو لڑکے کو کسی طبیب کے سامنے  
 یا نفسیاتی معائنہ کئے لئے پیش کیا جائے، مدرسہ کو لڑکوں کی مشکلات  
 کے علاج اور ان کی برشتگیوں کو دور کرنے میں جو اہمیت ہے  
 اس پر بے شمار مثالیں دلالت کرتی ہیں، جن میں سے بعض واقعات  
 کا ہم ادھر ذکر کر چکے ہیں۔ ایک مرتبہ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک لڑکی  
 مسلسل تین مرتبہ ایک ہی جماعت میں ناکام رہی، حالانکہ اس  
 کی ذہانت کا تناسب نوے فیصد تھا۔ اس کا معائنہ کرنے کے  
 بعد معلوم ہوا کہ اس کا منہ غیر تندرست اور اس کے دانتوں میں  
 بیماری ہے، اسی طرح اس کا حلق علاج کا محتاج ہے، جب اس  
 لڑکی کا علاج کیا گیا اور اس کی صحت بہتر ہو گئی تو اس کی تعلیمی حالت  
 بھی سنور گئی اور مدرسہ سے اس کا السن اور بڑھ گیا، اسی طرح اس  
 کی سرگرمی اور معلمہ سے اس کی محبت و دلدادگی میں بھی اضافہ  
 ہو گیا، حالانکہ معلمہ اس سے پہلے اس کی بد اخلاقی اور بُرے رویہ  
 کی شکایت کیا کرتی تھی۔

ایک اور مثال ہم مصری خاندان کی پیش کرتے ہیں جس  
 سے پتہ چلے گا کہ کس طرح مدرسہ کے صدر اور اساتذہ نے  
 نرمی اور نہالشی کے ذریعہ طالب علم کی مشکلات اور الجھنوں  
 کا جائزہ لے کر ایسی چیزوں کا انکشاف کیا جنہیں منرا اور منزلش



سے دریافت کرنا ناممکن تھا، اسی طرح یہ واقعہ انفرادی حالات میں مدرسہ کی دیکھ بھال کی ضرورت کو واضح کرتا ہے،

ایک ثانوی مدرسہ کے صدر مدرس نے شاید یہ کیا کہ ایک لڑکا (جسے ہم "ع" سے موسوم کرتے ہیں) مدرسہ سے اکثر غائب رہتا تھا اس نے ایک مرتبہ اپنے ساتھی کا نقشہ جسے اس نے اپنی بیاض میں اتارا تھا، اس طرح چرایا کہ چپکے سے اُسے اس کی بیاض میں سے اڑا لیا اور اپنی بیاض میں چپا کر لیا اور دعویٰ کر بیٹھا کہ وہ خود اسی کا نقشہ ہے۔ جب صدر مدرس نے بغور معائنہ کیا تو دیکھا کہ یہ لڑکا ایک خاص ڈرامہ کھیلا کرتا ہے کیونکہ یہ واقعہ ہر ماہ کی ابتداء میں ہمیشہ رونما ہوتا ہے۔ صدر مدرس نے شاگرد سے اس کی حقیقت حال، اس کے غائب ہونے اور اس کے نقشہ چرانے کے اسباب معلوم کرنے کی کوشش کی مگر اس کو ناکامی حاصل ہوئی، کیونکہ تمام طلباء صدر مدرس کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے اور یہ منظر اس طالب علم کے لئے مرعوب کن ثابت ہوا، چنانچہ صدر مدرس مدرسہ کے طبیب کے پاس گیا اور اس سے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس طالب علم کو رنتہ رنتہ اپنی حقیقت حال کا اعتراف کرنے کے لئے آمادہ کرے۔ طبیب نفس واقعہ سے آگاہ ہو گیا، کیونکہ طالب علم کو پورا اعتماد طبیب پر حاصل ہو گیا کہ وہ اس کے غائب رہنے پر سزا نہیں دے سکتا، اس کے بعد ایک



مشکل مسئلہ رہ گیا کہ ان معلومات کی خبر صدر مدرس کو دی جائے یا نہیں، کیونکہ طالب علم کو طبیب کی ذات پر پورا بھروسہ تھا اور اس نے اس واقعہ کو پوشیدہ رکھنے کا اس سے وعدہ کیا تھا۔ آخر میں طبیب نے اس کو اس بات پر راضی کر لیا کہ صدر مدرس کو اس واقعہ کی خبر کرنے میں کوئی نقصان نہیں، پھر اس کو اس کے نتیجہ سے بھی مطمئن کر دیا، اسی طرح صدر مدرس نے ایک ایسے اجتماعی المیہ کا انکشاف کیا جو اضطرابات سے لبریز نفسی حالت پر دلالت کرتا ہے، یہ اضطرابات ایک ایسے لڑکے میں برپا تھے، جو اپنی تعلیم کو ایسے وقت میں جاری رکھنا چاہتا تھا جو کافی خوراک یا تسلی بخش لطف و عنایت سے اور اس رہنمائی سے محروم تھا جس سے وہ زندگی کی راہ نکالنے کی کیفیت سے نا آشنا ہو۔ اس کے حال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کے باپ نے اس کی ماں کے علاوہ ایک اور عورت سے شادی کر لی، اور اس لڑکے کی خبر گیری چھوڑ دی، یہ گھر سے باہر زندگی گزارتا رہا، ماہانہ پندرہ روپے اس کا باپ اسے دے دیا کرتا تھا کہ وہ ان سے اپنی رہائش، لباس اور خوراک کے اخراجات نکال لے، اب لڑکے کو سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ رہا کہ کوئی کمرہ کرایہ پر لے، چنانچہ ایک عورت کے گھر میں ایک بوسیدہ کمرہ ماہانہ دو روپیہ پر کرایہ سے لے کر بود و باش اختیار کر لی، جب وہ ہر سلی تاریخ



پر اس عورت کو کرایہ دینے سے قاصر رہ جاتا تو وہ اس کی کتابیں ضبط کر لیتی، اس سے وہ مدرسہ نہ جانے پر مجبور ہو جاتا۔

نقشہ چرانے کا سبب یہ تھا کہ مدرسہ کی طرف سے گھر میں کرنے کے لئے اس کو جو کام دیا جاتا۔ اس کو ادا کرنے سے یہ قاصر رہتا۔ کیونکہ سنگین ماحول اس کو ان فرائض کی بجا آوری کا موقع نہ دیتا تھا! اس وقت صدر مدرس نے اس لڑکے کے سرپرست سے ملاقات کی، متدرد کوششوں کے بعد وہ اپنے لڑکے کے بارے میں صدر مدرس سے مشورہ کرنے کے لئے حاضر ہوا، اور صدر مدرس نے اس کے باپ کو اس بات پر آمادہ کیا کہ اپنے لڑکے کے اخراجات میں مزید اضافہ کرے، آخر شدید رد و کد کے بعد اس کے باپ نے اس کو قبول کر لیا۔ صدر مدرس نے بھی اس لڑکے کی مختلف پہلوؤں سے مادی امداد کرنے کا وعدہ کیا۔ لیکن لڑکا آخر کار مدرسہ چھوڑنے اور تلاش معاش کے سلسلہ میں کوئی کام اختیار کر لینے پر مجبور ہو گیا حالانکہ صدر مدرس کو یقین ہو گیا تھا کہ اس لڑکے کا باپ سلسلہ تعلیم کو جاری رکھنے کے لئے کافی امداد پر آمادہ ہے، اس مثال سے ہمیں یہ واضح ہوتا ہے کہ طلباء کے انفرادی حالات اور ان کی خاص مشکلات کے ساتھ مدرسہ کا اہتمام ان کے اخلاقی گوشوں کی اصلاح اور ان کی ان مشکلات کو حل کرنے کے لئے جن کو وہ تنہا حل نہیں کر سکتے کسی طرح ان کے سامنے راستہ کھول دیتا ہے۔



مختصر طور پر یہ ان بعض اجتماعی اسباب و عوامل کا عمومی منظر تھا جو لڑجوا لڑوں کے نفوس میں انحرافات یا جرائم کی نشوونما کا باعث ہوتے ہیں، ہم ذیل میں ان نفسیاتی عوامل و محرکات پر بحث کریں گے جو آفات و امراض کی نشوونما کا سبب بنتے ہیں۔

## نفسیاتی محرکات

اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں کہ دور بلوغت اس لحاظ سے ممتاز ہے کہ اس میں فرد کے خاص شعبوں میں نشاط کار اور قوت حیات میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ اور یہ نئی قوت بعض اوقات بعض خواہشات و جذبات پر قابو پانے کی دشواری کی موجب ہو جاتی ہے، اس وقت وہ اپنی پہلی طبعی شکل میں نمودار ہو جاتے ہیں۔ جو اکثر اوقات سماج کے رسوم و رواجات اور اس کے قوانین و حدود کے منافی و مخالف ہوتے ہیں، اس صورت میں خطرات یا مشکلات سے انجان ہو کر رد گردانی کرنے سے ہمیں کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ یہ "صنط جذبات" کا موجب ہو جاتی ہے، اس لئے کہ لڑجوان کو کسی خواہش سے انجان ہو جانے پر ابھارنا اور اس کو فراموش کر دینے پر آمادہ کرنا اور قوت ارادہ کے اس کوتاہی کرنا گناہ ہے اس کو لاشعور کی دادیوں میں پناہ لینے پر براہیکشتہ کر دیتا ہے، یہاں نقصان اور ضرر کا حاصل ہونا لازمی ہے، ہمیں



طاہری اثر سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ یہ طاہری واقعہ ہمارے خارجی بسط مشاہدہ میں اس خواہش کا ظہور پذیر نہ ہونا ہے۔ کیونکہ یہ خواہش اس حالت میں پوشیدگی میں نہایت موثر ہوتی ہے اس کا ضرر لوجوان کی صحت اور اس کی وجدانی زندگی پر خطرناک ہوتا ہے، ہمارا اصول کار لوجوان کی تادیب میں رہنمائی اور خیر خواہی ہونا چاہیے نہ کہ اس کے جذبات سے سہل انگاری اور انحراف۔

## ڈاکٹر برٹ کی تحقیقات

ڈاکٹر برٹ نے جرائم پیشہ لڑکوں پر جو تحقیقات کی ہیں وہ بہترین مددگار ہیں ان سے ہم لوجوانوں نے معاملات میں بہت سی چیزوں کا استفادہ کرتے ہیں تاکہ ان کی حالت ایسی نہ ہو جائے جو اب ہو گئی ہے ڈاکٹر برٹ کے ان لوجوانوں کے اکثر افراد کا مطالعہ کیا یہ مطالعہ ان کے گھریلو حالات ان کی تاریخ حیات ان کی ماضی و حاضر کی جسمانی حالت ان کی ذہانت و فطری قوی ان کے تعلیمی صنعت و قوت کے مواقع ان کی مدرسہ کی حالت ان کے اخلاق و اوصاف اور ان احوال و ظروف پر مشتمل تھا جنہوں نے ان کو قانونی گرفت میں لے لیا تھا۔ بعض اوقات محقق موصوف نے اپنی تحقیق میں تحلیل نفسی کا بھی اضافہ کر دیا اور اپنی تحقیقات کے ذریعہ ایک اہم نتیجہ نکالا اور وہ یہ ہے کہ تقریباً



ان بد بخت نوجوانوں کے تمام حالات جن کو سماج نے ناحق مجرموں کا نام دے رکھا ہے نتیجہ میں ان کے ناخوشگوار ماحول اور بُرے حالات کا جن کی بددلت وہ اپنی خواہشات اور جذبات پر قابو پالنے میں کمزور ہو گئے۔

اس قسم کے نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد کی عمر بارہ اور پندرہ سال کے درمیان واقع ہوتی ہے، یہ یہ وقت ہے جس میں ان کی وجدانی زندگی بہت کم مستقل و پائدار ہوتی ہے۔ اور اس دور میں تغیرات اور استحالات کا سلسلہ سرلیح ہوتا ہے، چنانچہ ذاتی میلانات کا انقلاب اور ان کی قوت میں شدت اور خفگی و اجتماعی خواہشات میں حدت و شدت کا پیدا ہو جانا، نوجوان کے اخلاق و عادات کو جو بتدریج نشوونما پاتی ہیں اس نئی زندگی کے لئے غیر صالح و بے آسناک بنا دیتا ہے۔ اس لئے ان جدید میلانات و خواہشات کے مطابق اس کی تربیت ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ مشق و مزدالت اس نوجوان کی سہیت اجتماعی کا ایک فرد بننے اور اپنے حقوق و واجبات کو جاننے اور ان کا ذمہ دار ہونے سے پیشتر کے، ذہن میں ہو جانی چاہیے، لیکن ان حقوق و واجبات کا جاننا کافی نہ ہو گا جب تک اس کی تربیت اس کو اپنی ابتدائی خواہشات پر قابو پانے کا عادی نہ بنا دے اور اسے یہ نہ سکھلا دے کہ ان خواہشات کو وہ اپنی بہتری اور



سوسائٹی کی بھلائی کے لئے کس طرح کام میں لائے بجائے اس کے کہ یہ خواہشات اس کے لئے اور سوسائٹی کے لئے وبال و دش ہو جائیں، ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم اس کو کسی حالت میں بھی مجرم شمار کریں جب تک اس کی یہ صلاحیت و قدرت نا کافی ہو یا جب تک اس کی عقل اور سمجھ ان قوانین و ضعیفہ کو سمجھنے سے قاصر ہو جو حور حقیقت ان بالغ اور عاقل اشخاص کے لئے وضع کئے گئے ہیں جو اپنے فرائض و واجبات سے پوری طرح واقف ہیں اور جو اعتدال و زمانہ سے اپنی ابتدائی خواہشات اور طبعی جذبات پر قابو اور غلبہ پانے کے عادی ہو چکے ہیں۔

## انحرافی حالات کی قسمیں

انحرافی حالات کو عام طور سے دو قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے پہلی قسم کے تحت وہ حالات داخل ہوتے ہیں جن میں فرد کا ارادہ بعض ابتدائی خواہشات پر قابو پانے سے قاصر ہوتا ہے، یہ قصور و کوتاہی جذبات و خواہشات کے غیر معمولی طور پر ظہور پذیر ہونے کا نتیجہ ہوتی ہے، دوسری قسم کے تحت وہ حالات شامل ہوتے ہیں جن میں نئی قوت نشاط کو ظاہر ہونے سے روک دیا گیا ہے اور اس طرح طبعی نشوونما کسی گوشہ میں موقوف ہو گیا ہے۔



## جذبات پر قابو نہ پانے کے نتائج

جو حالات پہلی قسم سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بشمار ہیں 'چنانچہ جو نوجوان جنسی مسائل میں بھٹکتا رہتا ہے یا جو عورتوں کے روبرو ناخوشگوار رویہ اختیار کرتا ہے وہ لازمی طور پر اپنے کو خواہش جنسی پر قابو پانے سے عاجز و قاصر پاتا ہے، اس کی ایک مثال اس لڑکی کی حالت ہے جس کا جائزہ ڈاکٹر برٹ نے لیا ہے جس کی عمر تیرہ سال کی تھی، اس کو اس کے والدین اس ڈاکٹر کے پاس لائے اور کہا کہ یہ لڑکی اپنے والدین کے قابو سے باہر ہو گئی ہے یہ لڑکی ایک پاکباز خاندان سے تعلق رکھتی تھی، لیکن تلاش و تحقیق کے بعد یہ ظاہر ہوا کہ اس کے ماں باپ کی جنسی خواہشات و میلانات حد درجہ تیز ہیں، اس کی ماں نے کہا کہ لڑکی اگرچہ راست باز اور فرماں بردار ہے مگر وہ اکثر گھر سے باہر رہتی اور زیادہ رات گزرنے پر گھر آیا کرتی ہے، بسا اوقات سننے میں یہ آیا کہ وہ اپنے اوقات نوجوانوں کے ساتھ بالخصوص مشرقی نوجوانوں کے ساتھ بسر کیا کرتی ہے، باوجودیکہ اس لڑکی کی عمر تیرہ سال سے زائد نہ تھی لیکن اس کی خارجی شکل و ہیئت سے پتہ چلتا تھا کہ یہ سولہ سال سے کسی طرح کم نہیں ہے، اس کی ذہانت اوسط درجہ سے زیادہ تھی عام طور پر وہ اپنے کاموں میں اپنی قابلیت و دانائی کا مظاہرہ کرتی تھی



اس کے علاوہ گمانے بجانے میں اُسے خاص صلاحیتیں حاصل تھیں۔  
یہ لڑکی کی حالت کا خلاصہ ہے جس کو ڈاکٹر برٹ نے پیش کیا  
ہے۔ لیکن اس انحراف جنسی کے سبب کی جو تشخیص اس ڈاکٹر نے کی  
ہے، اس کا خلاصہ ان قوی جنسی میلانات کا تجاؤل ہے جو اس  
لڑکی کی برداشت سے باہر تھے، نیز ان جذبات و میلانات پر تسلط  
پانے کے لئے جو بہترین طریقے ہیں ان کو اختیار کرنے کے لئے اس  
کی کافی رہبری اور خیر خواہی نہیں کی گئی۔ اس انحراف جنسی کا جو علاج  
اس نے پیش کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ والدین کی نصیحت اور  
خیر خواہی اس کے لئے بہترین علاج ہے اس طرح کہ وہ اس کو بعض  
ذررشی کھیلوں مثلاً ٹینس یا ہاکی کی پارٹیوں میں شریک ہونے کی  
اجازت دیں۔ نیز اس کے لئے یہ روادار رکھیں کہ وہ ان مجلسوں میں  
اپنے لئے مرد دوستوں کو پیدا کرے اور علی الاعلان ان سے میل  
جول پیدا کرے اس کا یہ تعلق خفیہ اور پوشیدہ نہ ہو یا وہ ان کے  
ساتھ چوری چھپے سے گفتگو نہ کرے، اسی طرح وہ اُسے مشورہ دیں  
کہ وہ اپنی تعلیم پوری کرے اور جنسی امور کے متعلق اُسے کافی معلومات  
بہم پہنچائیں، خاندانی طبیب ان معلومات کو فراہم کر سکتا ہے،  
ظاہر ہے کہ یہ جدید ایجابی تدبیر سیاست جس کو اس کے والدین  
نے اس کے معاملہ میں اختیار کیا، اور جو تحقیق و سرزنش کے بجائے  
لطف و عنایت سے بریز رہا تھا۔ عام طور سے ایک کامیاب طریقہ



اس لئے کہ اس کے بعد اس کے والدین کی طرف سے کوئی شکایت  
سننے میں نہیں آئی۔

## بندش جذبات کے نتائج

دوسری قسم کے حالات جو جذبہ یا خواہش کے دباؤ سے پیدا  
ہوتے ہیں۔ ان کے متعلق علم النفس میں یہ امر طے شدہ ہے کہ  
جب ہم کسی طبعی میلان یا خواہش کو ظاہر ہونے سے روکتے ہیں  
تو ہم اس میلان یا خواہش کو ننا و نابود نہیں کر دیتے بلکہ اس  
کے برعکس ان میں سے ہر ایک پوشیدہ طور پر موثر و فعال رہتا  
ہے اور فرد کے معاشرہ میں بلا واسطہ طور پر اثر انداز ہوتا ہے  
اور کبھی رمز یہ طریقے سے یمند کے دوران میں خوابوں میں یاد دہانی  
کے وقت بیداری کے خوابوں میں جلوہ گر ہوا کرتا ہے۔  
اس کی مثالوں میں سے اس لڑکی کی مثال ہے جس کو ہم گزشتہ  
صفحات میں بیان کر چکے ہیں جو در بلوغت میں بڑی حد تک  
بیداری کے خوابوں میں ڈوبی ہوئی رہتی تھی۔ ان خوابوں میں  
وہ اس حد تک کھوئی ہوئی رہتی تھی کہ ان کو ایک نظام اور ترتیب  
کے ساتھ دیکھا کرتی اور اپنے لئے ان خوابوں میں کھو جانے کا  
وقت نکال لیا کرتی تھی۔ اور سمجھتی تھی کہ یہ خواب گویا ایک نئی  
زندگی کا پیغام ہیں جس میں وہ تنہائی کی گھڑیوں میں اپنے اوقات



گزارتی تھی، اس کے لئے کوئی ایسا کام یا مطالعہ نہیں تھا جو ان خوابوں کو گدلا کر دے اور اُسے عالم حقیقت کی طرف عود کرنے پر مجبور کر دے، عمر رسیدہ ہونے کے بعد وہ اپنے نفس کی حالت کا اس طرح خاکہ کھینچتی ہے کہ :-

"میں در شباب میں اپنے کو یہ خیال کرتی تھی کہ میں گویا ایک خاندان کی ماں ہوں، لیکن ان خیالی لڑکوں کو میں نے کبھی بچوں کی شکل میں نہیں دیکھا، بلکہ وہ ہمیشہ مجھے گیارہ اور پندرہ سال کی عمر کے درمیان کی لڑکیاں نظر آیا کرتی تھیں، میں ان کے متعلق یہ تصور کیا کرتی تھی کہ وہ میری امداد و اعانت کے محتاج ہیں۔ ان کی شکل و صورت میرے ذہن میں حد درجہ روشن تھی ان میں سے ایک لڑکا نہایت قوی اور ڈیل ڈول کا تھا، جس کو میں اچھی طرح پہچانتی ہوں، اور دوسرا لڑکا خیالی تھا، گویا وہ خوابوں میں ڈوبا ہوا ہے، تیسرا بد بخت تھا، پھر دو لڑکیاں تھیں، باقی رہا اس خاندان کا باپ تو میرے تخیل میں اس کی صورت پورے طور پر واضح نہ تھی، اس کی شکل لمحہ بہ لمحہ بدلتی رہتی تھی، ان خوابوں کا تسلسل انیسویں یا بیسویں سال تک ختم ہوا۔"

اس بحث سے جیسا کہ ہم پیشتر بیان کر چکے ہیں، یہ نتیجہ نکلا کہ اس لڑکی نے اثنائے شباب میں عشق و محبت سے دلچسپی نہ لی، اسی طرح اس نے اپنے گرمحوش اور فخلص دوست نہیں بنائے اس



کے اپنے بیان کے مطابق وہ اپنے وقت کا بیشتر حصہ مطالعہ میں صرف کیا کرتی تھی؛

یہ ایک مثال ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ نئی قوت نشاط کی ابھرنے کی راہ مسرود کردی گئی اور اس کو ٹھور پنڈیر ہونے کی اجازت نہیں دی گئی۔ ہم کہہ چکے ہیں کہ اس لڑکی کے بیان کے مطابق جو اس نے اپنے نفسی حالات کا خاکہ کھینچا ہے، یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جنسی میلانات صریح اور واضح شکل و صورت میں ظاہر نہیں ہوئے، لیکن اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ مطلق معدوم و نابود ہو گئے ہوں، دلیل یہ ہے کہ یہ ان بیداری کے خوابوں میں موجود ہوا کرتے تھے، جن کا وہ پابندی اور باقاعدگی کے ساتھ ڈوبا کرتی تھی، یہ خواب سوائے اس کے اور کیا ہیں کہ یہ ایک غیر معمولی طریقہ ہے ان کے ٹھور پنڈیر ہونے کا، جو ان کو بجائے دے رہنے کے ابھرنے پر امداد کرتا ہے۔

یہ ایک مثال ہے جو ہمارے مذکورہ بالا بیان کے مشابہ ہے۔ یہاں ہم مقابلہ کے طور پر دیکھیں گے، کہ پہلی مثال میں، باوجود اس میں بیداری کے خوابوں کے شدید ہونے کے، عالم خیال عالم حقیقت سے نہیں ٹکراتا، اس طرح کہ وہ شخص مجرم، یا اجتماعی مریض یا بداحوال ہو جائے، بخلاف ذیل کی مثال کے، جو ڈاکٹر برٹ کی تحقیقات کے سلسلہ میں پیش کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ



ایک لڑکی نلی مالونی Nellie Malone نامی ڈاکٹر برٹ کے پاس  
 لائی گئی۔ اس کی عمر سولہ سال کی تھی، اس وقت وہ ایک گھر میں خادمہ  
 کا کام کرتی تھی، اس پر یہ الزام لگایا گیا تھا کہ اس نے اپنی بیگم کی اکثر  
 چیزیں جن میں اہم جواہرات اور زیورات تھے، چوری کی تھیں، اس  
 کے متعلق یہ بھی کہا گیا کہ وہ اس چوری کے بارے میں بہت جھوٹ  
 بولا کرتی تھی، لیکن اس کا جھوٹ نہ صرف اس چوری پر منحصر تھا بلکہ  
 اس کی تمام گفتگو جھوٹ پر مبنی ہوتی تھی۔ تحقیق و تفتیش کے ذریعہ ڈاکٹر  
 برٹ نے ملاحظہ کیا کہ یہ لڑکی اپنے بچپن ہی سے بیداری کے خوابوں  
 میں مسلسل ڈوبی رہتی تھی۔ اس چوری کے وقت جس خواب سے وہ  
 لذت یاب ہرزہ ہی تھی اس میں اس کو ایسا دکھائی دیا کہ پرنس آف  
 ویلز ولی عہد انگلستان نے اس سے منگنی کے لئے پیش قدمی کی ہے  
 یہی سبب تھا کہ اس نے اپنی بیگم کے جواہرات کی چوری کی، کیونکہ  
 ان کو پختہ وقت وہ خیال کرتی تھی کہ اس کے منگیترنے یہ جواہرات  
 اس کو تحفہ میں دیئے ہیں۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس لڑکی کے گھر بلوادر خاندانی حالات  
 ان اسباب میں سے ایک تھے جن سے یہ ناخوشگوار واقعہ پیدا  
 ہوا، کیونکہ اس کا باپ جو اس کو اس کے بچپن میں بے حد چاہتا تھا  
 ایک دن روپوش ہو گیا، اس کے ٹھکانے کا پتہ نہ چلا، جب اس  
 نے اس کی ماں سے اپنے باپ کے روپوش ہو جانے کا سبب



دریافت کیا تو اس نے کوئی تسلی بخش جواب نہیں دیا جس کی وجہ سے اس لڑکی کے دل میں اپنی ماں کے خلاف کینہ و بغض کے جذبات بھر گئے یہاں ہم دیکھتے ہیں کہ جذبہ محبت کو ٹھیس لگتی ہے اور اس جذبہ محبت کو اس وقت بار آور ہونے سے روک دیا گیا جس میں وہ جنسی محبت کا قالب اختیار کرے، اس کے علاوہ اس لڑکی اور اس کی ماں کے درمیان عداوت کا ظہور ہو گیا اور اس نے ایک غیر مناسب ماحول میں ایک مفلوک الحال خادمہ کا کام اختیار کر لیا، ان تمام حالات نے اس لڑکی کو غیر شعوری و نامعلوم طور پر اس بات پر مجبور دیا کہ وہ عالم حقیقت سے بھاگ کر عالم خیال میں پناہ گیر ہو جائے اور اپنے نفس کے لئے میداری کے خوابوں میں ایک ایسی جنت تعمیر کرے جس میں وہ اپنی خواہشات اور اپنی تمنائوں سے بلا کسی رقیب کے بہرہ ور ہوتی رہے، گویا اس لڑکی نے جس چوری کے جرم کا ارتکاب کیا ہے وہ محض ان جذبات و انفعالات کی تکمیل کا ایک ذریعہ تھا جو اس سے ٹکراتے اور اس کے راستہ میں حائل ہو گئے تھے، یہ مثال نہایت اہم ہے کیونکہ وہ ہمیں واضح طور پر یہ بتاتی ہے کہ جذبات و میلانات کو ضبط کرنے اور ان کو دبا دینے سے کیا خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ اسی طرح اس مثال سے وہ برے اثرات مترتب ہوتے ہیں جن کو بعض اوقات برگشتہ گھریلو حالات اس بچے کے عواطف و جذبات میں پیدا کرتے ہیں۔



جوان کے آغوش میں پرورش پاتے ہیں۔

سابقہ دونوں مثالوں میں ہم نے مشاہدہ کر لیا کہ تمام مشکلات دمصاب جنسی میلانات سے پیدا ہوتے ہیں، چنانچہ پہلی مثال میں فرد کی قوت ارادی کمزور ہو گئی اور اپنے جذبات پر وہ قابو پانے سے قاصر ہو گیا، دوسری حالت میں یہ میلانات واقعاتی عالم سے ٹکرا گئے اور ٹکرا کر دب گئے اور انھوں نے ان آرزوؤں اور تمناؤں کی تکمیل کے لئے غیر طبعی گزرگاہ بنالی جن میں سرمایہ نقصان و ضرر تھا، لیکن اس کے یہ منی نہیں کہ صرف جنسی میلانات ہی ہمیشہ ہر اخلاقی برکشتگی یا مرض عصبی میں موثر محرک و سبب ہوا کرتے ہیں بلکہ ذاتی خواہشات یا "انانیٹ" بھی انسان پر غالب آجاتی ہے۔ اور اس کو قابو میں رکھنا اس کے لئے دشوار ہو جاتا ہے، یا کبھی یہ ذاتی خواہشات اپنے سے قوی تر خواہشات و اغراض سے ٹکرا جاتی ہیں اور ان کے راستہ کو مسدود کر دیتی ہیں جن میں وہ دب کے رہ جاتی ہیں، ان دونوں حالتوں میں فرد ان نقصانات کا شکار ہو جاتا ہے جو ہمارے مذکورہ بالا بیان کے مطابق سابقہ حالات کے مشابہ ہیں۔

جو مثالیں ان ذاتی خواہشات کو پورا کرنے کی کیفیت واضح کرتی ہیں ان میں سے ایک نوجوان کی مثال ہے جو ان لڑکوں میں سے تھا جن کا مطالعہ ڈاکٹر برٹ نے کیا ہے اس کا نام



سٹانلی تھا جس کی عمر بارہ سال کی تھی، وہ گھر سے اکثر فرار ہو جاتا تھا اور رات میں لمبی تان کر سونے کا عادی تھا، والد کا نوں سے میسے اندر مٹھائی چرایا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک دن اپنے چچا کی تجوری سے پچاس روپے چرائے، جب اس کی اس حرکت کا انگلستان ہوا تو اس نے کہا "میں سفر کرنا چاہتا ہوں" یہ روپے میں نے اس لئے چرائے کہ میں باہر سفر کو جاؤں "تحقیقات سے یہ ظاہر ہوا کہ وہ مدرسہ میں کمزور تھا اس کا استاد اس کے متعلق یہ خیال کرتا تھا کہ اس کا حافظہ کمزور ہے، لیکن ذہانت کے امتحانات سے معلوم ہوا کہ وہ اوسط ذہانت رکھنے والوں سے بڑھ کر ہے، یہ ایک اہم اور قابل لحاظ نکتہ ہے، کیونکہ اس قسم کا عظیم الشان فرق جو اس کی مدرسہ کی کارگزاری اور اس کی ذہانت کے درمیان ہے وہ اس امر کی دلیل ہے کہ اس لڑکے کی توانائی درسی عمل کے علاوہ کسی اور گوشہ میں خرچ ہو رہی ہے، جیسا کہ اس کا تنہا زیادہ گھومنا پھرناس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ لڑکا ایک عالم میں زندگی نہیں بسر کرتا بلکہ دو مختلف عالموں میں سکونت گزیرا ہے، تحقیق و تلاش سے ڈاکٹر برٹ نے یہ انکشاف کیا کہ یہ لڑکا بجائے اس کے کہ اپنی توجہ اور توانائی اپنے درسی کام کی طرف مصروف کرے برعکس اس کے ایک مسلسل اور دائمی خواب میں ڈوبا رہتا ہے، جس میں وہ اپنے کو آفاق نورد ہیر وادریاح خیال کرتا



ہے اور افریقہ کے عظیم الشان مکتشف سٹانلی کے طریقہ پر جو اسی  
 کے نام کے مشابہ تھا، نامعلوم و مجہول مقامات کی دریافت کرتا ہے۔  
 چونکہ جس واقعاتی عالم میں وہ زندگی بسر کرتا تھا، اس نے اس کی آزادی  
 اور جولانی کے لئے وہ موقع عطا نہ کیا جو مکتشف عظیم کو حاصل تھا،  
 اس لئے اس لڑکے نے عالم خیال کی طرف پناہ لی اور یہ تصور کر لیا  
 کہ سڑک پر پھیری کرنے والے 'شراب بیچنے والے' پولیس کے  
 آدمی، اس کے خولیش و اقارب اور اس کے اہل خاندان یہ سب  
 اس کے دشمن ہیں، جیسا کہ آفریقہ کے قبائل مکتشف سٹانلی کے  
 دشمن تھے، اس وقت اس کا یہ فریضہ تھا کہ وہ ان پر غالب  
 آئے اور ان پر تسلط و تفوق حاصل کرنے کے لئے اپنی قوت  
 و طاقت کو کام میں لائے۔

یہاں گھریلو حالات بھی ان اسباب میں سے تھے جنہوں نے  
 اس پر گزشتہ حالی تک اسے پہنچا دیا، جیسا کہ تلی مالو نی کی سابقہ حالت  
 تھی۔ چنانچہ اس کے ماں باپ مطمئن اور نارغ البال تھے اپنا  
 وقت گھریلو میں گزارتے تھے، خارجی زندگی اور اس کے حادثات  
 و خطرات کا ان کے دل و دماغ پر کبھی گزر نہ ہوتا تھا، اور اکثر اوقات  
 باپ اپنے دوسرے لڑکوں کی تعریف سٹانلی کے سامنے کیا کرتا  
 اور ان کے رویہ اور طرز کو سراہتا تھا، یہ چیز اس کے اور اپنے  
 دونوں بھائیوں کے درمیان عداوت کا موجب ہو گئی، مختصر یہ کہ



گھر اس کے لئے بالکل ناسازگار تھا ڈاکٹر برٹ نے بیان کیا ہے کہ لڑکے کو آزادی اور کھیل کا موقع اس خوشحال گھر کے علاوہ کسی اور مقام میں عطا کرنے کے لئے اس کو ایک دیہات میں روانہ کر دیا جائے تاکہ وہیں اس کی تربیت و تعلیم کی تکمیل ہو، چنانچہ اس نے پانچ سالہ نصاب تین سال سے بھی کم مدت میں ختم کر لیا اس کے بعد بحری مدرسہ میں داخل ہوا جو اس کی اس برشتگی کے علاج کا سبب بن گیا جو اس کے اخلاق و اطوار میں سرایت کر گئی تھی، یہ خوشگوار تبدیلی اس امر کا فطری نتیجہ ہے کہ مرض کو بحسن و خوبی سمجھ کر معقول علاج تجویز کیا گیا

## جرائم کا سبب

یہ ملاحظہ کیا گیا ہے کہ لڑکیوں کے اکثر جرائم کا سبب دراصل جنسی ہے۔ اگرچہ بالفعل وہ جنسی سنیت کا مظاہرہ نہ کریں گزشتہ دونوں مثالیں اس بیان پر کافی روشنی ڈالتی ہیں۔ ذہنی کمزوری جسمانی بیماری، غیر مکمل دجہانی نشوونما، صنف ارادہ، والدین کا فقدان، ان کی جہالت، ان کی باوہ نوشی، والدین میں سے کسی ایک کی وفات، یا جدائی، اور ان کا ناتربیت یافتہ ہونا، یہ تمام وہ اسباب و حالات ہیں جو جرائم کے ارتکاب میں امداد دیا کرتے ہیں، طبعی طور پر یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ ان اسباب میں سے بعض کا یا



تمام کا موجود ہونا جرائم کے ارتکاب کا سبب ہو جائے، لیکن ایسا ان اکثر حالات و اوقات میں دیکھا گیا ہے جو قانونی گرفت میں آجاتے ہیں۔

اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے توخیز و توہنال مجرم قانونی گرفت میں آجاتے ہیں، حالانکہ یہ اپنے جرم سے ناواقف ہوتے ہیں، اور جن حالات کی بدولت یہ مجرم ہوئے ہیں ان سے کنارہ کشی اختیار کرنے کی ان میں سکت نہیں ہوتی، یہ کسی وقت سزا یافتہ بھی ہوتے ہیں، ان کو ٹھیک اُسی نظر سے دیکھا جاتا ہے، جو ایک بالغ مجرم کو دیکھا جاتا ہے، لیکن اب اکثر متمدن قوموں کے نظریات ان مجرم توہنالوں کے بارے میں بدل چکے ہیں، چنانچہ ان کے لئے خاص عدالتیں بنائی گئی ہیں اور ان کا نام بھی و جوالوں کی مناسبت سے رکھا گیا ہے، ان محکموں کے عہدہ دار روشن ضمیر قاضیوں اور منصفوں کو مقرر کیا گیا ہے، جن کی غرض و غایت درحقیقت اصلاح ہے نہ کہ سزا و سزائش۔

ہم یہاں یہ کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے لڑکے لطف و عنایت کے محتاج ہیں، کیونکہ وہ ایسے مریضوں کی مانند ہیں جو علاج کے حاجت مند ہیں نہ کہ سزا و توبین کے، علاوہ برس ان کا علاج خصوصی اطباء و ماہرین کے سپرد ہونا چاہیے، اکثر ممالک میں یہ کام ماہر اور مشاق علماء نفسیات انجام دیتے ہیں۔



## ایک اہم نتیجہ

اد پر جو مثالیں مذکور ہوئیں ان سے ایک اہم نتیجہ برآمد ہوتا ہے وہ یہ کہ دور بلوغت ایک ایسا دور ہے جس میں سر لڑکے اور لڑکی کو اپنے نئے ماحول اور نئے حالات کے پیش نظر ایک خاص معاملہ اور سلوک کی ضرورت ہوتی ہے، اس معاملہ کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ نوجوان سے نرمی اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے اس کے میلانات اس کی خواہشات اور اس کے نفسیاتی مزاج کو سمجھا جائے، مثلاً وہی اسٹانلی جس کا ذکر ہم اد پر کر چکے ہیں اس کو جرائم کے دلدل سے نکالا جاسکتا تھا بشرطیکہ اس کے اندر جنگجوی اور سیر و سیاحت کا جذبہ تھا اس کو پورا کرنے کا موقعہ بہم پہنچایا جاتا۔ یہ موقع چھادینوں، دیہاتی زندگی، سیر و سیاحت اور نظام کشائی کے ذریعہ فراہم ہوتا ہے، یہ تمام اشیاء وہ ہیں جن میں ان میلانات خواہشات کی تکمیل قانون در داج کے حدود میں اس کے والدین اور معلمین کی زیر نگرانی ہوتی ہے، اس میں شک نہیں کہ اس میں اس کی تربیت اور ذہنی شائستگی علاوہ اس فائدہ کے ہے جو اسے اس اخلاقی برگشتگی سے کنارہ کشی میں حاصل ہوتا ہے جس کو ہم نے اد پر بیان کیا ہے۔

اس بیان سے ایک اور اہم فائدہ کا پتہ چلتا ہے جو نظام



کشافہ سے نوجوانوں پر مترتب ہوتا ہے یہی وہ نظام ہے جو ان ذی حس و قوتوں اور زبردست جذبات سے کام لیتا ہے جو نوجوانوں کے اندر جوش نشاط اور قوت کارکردگی کی روح پھونکتے اور ان کی تربیت دشاکستگی میں امداد دیتے ہیں۔ یہی وہ میلانات و قویٰ ہیں کہ جن کو اگر ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو بجائے خیر کے شر پر آمادہ کرے، معصوب امرار کی اطاعت پر ابھارے، کمزور کی مدد و نصرت کرنے کے بجائے اس پر ظلم کرنے اور قانون کی حمایت کی بجائے اس سے بغاوت و انحراف پر برانگیختہ کرتے ہیں۔

## خواہشات کے نفسیاتی پہلو

جذبات و میلانات میں نفسیاتی نقطہ نگاہ سے نہ تو بھلائی ہے اور نہ برائی، چنانچہ نوجوان اپنے نفس کی آواز محسوس کرتا ہے اور اس پر لبیک کہتا ہے اُسے نہیں معلوم کہ بعض قوانین بھی ہیں جو اُسے اس آواز پر لبیک کہنے سے باز رکھتے ہیں، کیونکہ اس کی یہ آمادگی سوسائٹی کے لئے نقصان اور وبال کا باعث ہے، وہ اخلاقی قوانین سے بھی واقف نہیں۔ اس کا تجربہ اتنا وسیع نہیں کہ ہر کمزور و مظلوم اور نادار و فلاکت زدہ کی حالت کو سمجھ سکے، درحقیقت معاشرے کے آداب و قواعد چند ایسے پیمانے ہیں جو کہ سماج میں وضع کر لئے



گئے ہیں، یہ ہر زمانے، ہر قوم اور ہر ماحول میں اپنے اپنے حالات و  
 ظروف کے مطابق بدلتے رہتے ہیں اس میں شک نہیں کہ ان  
 تمام حالات کا احاطہ کرنے کے لئے مطالعہ تجربہ اور قوت ارادی  
 کی ضرورت ہوتی ہے، جن سے نوجوان ایک سر محروم ہوتا ہے  
 چنانچہ جو نوجوان اپنی جنگجویی کی خواہش کو فرد کرنا چاہتا ہے اُسے  
 اس کی پروا نہیں ہوتی کہ خواہ وہ راہ حق میں جنگ کرے یا باطل  
 کی مدد کے لئے لڑے لیکن سماج ان ہی اشخاص کی قدر و منزلت  
 کرتا ہے جو حق کی راہ میں لڑتے ہیں اور ان لوگوں کی مذمت  
 کرتی ہے جو باطل کی سر بلندی کے لئے جنگ کرتے ہیں، یہ ایسی  
 حقیقت ہے جس سے ذہناں اب تک نادان واقف ہے، اس لئے  
 ہمارا فرض ہے کہ اس کو اس سے آشنا کرائیں، اور اس کی مشق  
 اس کو کرائیں، اس کے لئے سماج کے جھگڑے کی ضرورت نہیں  
 بلکہ یہ تعلیم ایک چھوٹے سے گھر میں ہو سکتی ہے جو بچپن کیوں  
 اور لکھنؤں سے خالی ہے، وہ یہاں باآسانی اس کی تعلیم پاسکتا ہے  
 اس کی لغزشوں اور کوتاہیوں کی اصلاح اور اوصاف حمیدہ  
 کے اکتساب کا اس کو موقع فراہم کیا جاسکتا ہے، اس میں کوئی  
 شبہ نہیں کہ نظام کشاف ہی اس کا بہترین ذریعہ ہے، چنانچہ  
 اس میں نوجوانوں کے اندر جو کچھ جسمانی یا روحانی قوت ہوتی ہے۔  
 اس کا آزادی کے ساتھ مظاہرہ کرنے کا موقع ملتا ہے، اسی



طرح اس میں بہادرانہ کارنامے پیش کرنے اور سیردسیاحت کے شوق  
 کو پورا کرنے کی پوری گنجائش ہے، چنانچہ تنہائی میں سونا، اور لڑکوں  
 کا خود اپنی پاس بانی انجام دینا، غیر محفوظ مقامات میں ان کا کھونا  
 اور بچے پہاڑوں پر چڑھنا، بے آب و گیاہ میدانوں اور رگیتا لڑوں  
 کو عبور کرنا یہ تمام وہ اشیاء ہیں جو مشقت رسا ہونے کے باوجود  
 میرا پالذت و مسرت بن جاتی ہیں، کیونکہ ان سے طبعی خواہشات  
 کو تسکین ہوتی ہے، اگر ان خواہشات اور میلانات کو بروئے  
 کار آنے کے لئے اس قسم کے مواقع عطا نہ کئے جائیں تو وہ دوسرے  
 راستوں کی طرف رخ کر لیتے ہیں، ہونا خوشگوار اور نامرغوب ہوتے  
 ہیں، چنانچہ میل جول کی خواہش کو اگر اس کا موقع نہ ملے کہ لڑکوں  
 اپنے ساتھیوں سے ایک گروہ کی شکل میں میل جول نہ کرے، اور  
 گروہ اور اس کے سردار کے جھنڈے تلے جمع ہونے میں کوئی  
 رکاوٹ ڈالی جائے تو یہ خواہش گاہے ایسے جھٹکوں کو تشکیل  
 دینے پر آمادہ ہو جاتی ہے جو رہنمائی کرنے، پولیس پر حملہ کرنے  
 یا دوسری جماعتوں کے افراد کے ساتھ جنگ کرنے پر تیار ہو جاتے  
 ہیں۔ اس جنگ کی غرض صرف یہ ہوتی ہے کہ اپنے لخبث و  
 جذبات و میلانات مثلاً جنگجوی، اثبات ذات اور میل  
 جول وغیرہ خواہشات کی تکمیل کی جائے۔



## یورپ امریکہ کی مثال:

یورپ اور امریکہ کی حکومتوں اور یہاں کے سماج کا موقف بدل چکا ہے، کیونکہ وہ نوجوانوں کو سزا دینے کے بجائے ان کے علاج اور چارہ جوئی کی ضرورت کو تسلیم کر چکے ہیں، چنانچہ یہاں کے محکمے نوجوانوں کو مستنبہ خانوں یا قید خانوں کے بجائے خاص مدارس میں بھیجتے ہیں، امریکہ کا موقف اس حد تک بدل چکا ہے کہ یہاں کے محکمے بعض لڑکوں کو خاص مدارس میں بھیجتے اور ان کی نگرانی کا ذمہ اپنے اوپر لیتے ہیں۔ یہ مدارس عام طور سے دوسرے مدارس سے تہ تو مختلف ہیں اور نہ کسی طرح قید خانوں کے مشابہ، ان مدارس میں سے ایک مدرسہ "بچوں کا دیہات" (قریۃ الاطفال) نامی ہے، جو شہر نیویارک امریکہ کے قرب و جوار میں ہے، یہ ایک مستقل دیہات معلوم ہوتا ہے کیونکہ اس کی زمین بہت وسیع اور کشادہ ہے، یہاں کے مکانات پختہ اور مٹر لیں بشمار ہیں، ایک خاص قابل ذکر بات یہ کہ اس مدرسہ میں کہیں سے کوئی دردازہ نہیں، جو لڑکا بھی یہاں سے بھاگنا چاہے آسانی سے بھاگ سکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ بہت سے لڑکوں کو قید خانوں سے نکال کر یہاں رکھا گیا ہے اور یہاں پر دودبائش اختیار کرنے کی ذمہ داری یہاں کے سہولتوں پر



عائد کردی گئی ہے، بجائے اس کے ان کو مقفل گھروں میں رہنے پر  
مجبور کیا جائے اور بیدار نگہبانوں کو مقرر کیا جائے۔

اس مدرسہ کا سارا نظام داخلی ہے۔ یعنی یہاں لڑکے رستے  
پہیں اور یہیں تعلیم پاتے ہیں، لیکن ان کو اپنے خاندان والوں  
اور رشتہ داروں میں اپنی ضروریات پوری کرنے کی اجازت  
بھی دی جاتی ہے، اس کے باوجود یہ مدرسہ کسی طرح قید خانوں  
کے مشابہ نہیں ہے۔

بچے مستقل گھروں میں بود و باش اختیار کرتے ہیں، جو دیہات  
کے ارد گرد پھیلے ہوئے ہیں، ایک گھر میں تقریباً پندرہ لڑکوں  
کی گنجائش ہے جو "ماں" "باپ" کی نگرانی میں زندگی بسر کرتے  
ہیں، لڑکے گھر میں کام، پاکی، صفائی، دسترخوان پھنسنے اور دوسرے  
کاموں کو انجام دیتے ہیں، ان ہی میں سے ان کا ایک قائد  
منتخب کر لیا جاتا ہے جو ان کی نیا بت کرتا ہے۔

اکثر نوجوان مزدوروں کی جگہ بیشتر کام مثلاً بخاری، زرگری  
اور آلات کی درستی وغیرہ انجام دیتے ہیں اور ان کے کام کی جو  
اجرت انہیں ملتی ہے اس کو جمع کرتے رہتے ہیں، اس میں ان  
کو آئندہ اپنا پسینہ ٹپکا کر اپنی معاش پیدا کرنے کی مشق ہو جاتی

ہے۔  
اس مدرسہ میں جو نظریہ کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ تربیت، تعلیم



اور چارہ جوئی تہیہ و سرز لش کی نسبت نہایت کامیاب طریقے  
ہیں اور جو شخص سماج کے اصول و تدابیر کی پاسداری کرتے سے  
قاصر ہو وہ بیمار ہے اور سہرا پانے کے لیے اسے شرف و شفقت  
کا زیادہ مستحق ہے۔

## ایک اہم مشورہ

جو والدین اور سرپرست لڑکوں اور لڑکیوں کی تربیت انجام  
دیتے ہیں۔ ہم ان کو ایک اہم مشورہ دیتے ہیں 'وہ یہ ہے کہ اپنے  
بچوں کی سطح پر پہنچ جائیں اور ان خواہشات و محرکات کو سمجھنے  
کی کوشش کریں جو ان کے اندر جوش زن ہیں، اور ان کو ان  
خواہشات کی تسکین کا اس طرح موقع فراہم کریں کہ جس سے  
سوسائٹی خوش ہو اور ان کی موجودہ اور آئندہ زندگی میں وہ مفید  
ہو ان کا فرض ہے کہ ان کے ذاتی و اجتماعی خواہشات و میلانات  
میں سدراہ نہ ہوں ان کی تربیت جبر و اکراہ، اہانت و رسوائی  
اور جور و استبداد کے ذریعہ کرنے کی کوشش نہ کریں کیونکہ یہ  
طریقے ان کی ذاتی خواہشات و جذبات سے ٹکراتے ہیں۔ اسی  
طرح گھروں کی چار دیواری میں ان کو مقید کر دینے سے ان کے  
سماجی میلانات کبھی ٹھنڈے نہیں پڑتے، کیونکہ وہ آزادی کے  
طلبگار ہیں، ہماری مراد یہاں آزادی مطلق سے نہیں بلکہ اس منظم مفید



آزادی سے ہے جس میں نوجوان اپنی ذاتی خواہشات سے، جب کہ وہ یہ محسوس کرتا ہو کہ اس کا کوئی رقیب و نگران نہیں ہے اور اپنے سماجی میلانات سے اس وقت سیراب ہوتا ہے جب کہ وہ اپنے ساتھیوں میں مل بیٹھتا اور ان کے ساتھ خوشگوار زندگی بسر کرتا ہے۔

## سماجی تعلقات کی قدر و قیمت

سماجی تعلقات اور باہمی دوستی دیگانگی کی جو قدر و قیمت نوجوان کے دل میں ہے اس کو واضح کرنے کے لئے مثال کے طور پر ہم ایک نوجوان کی یادداشت کے چند اقتباسات ذیل میں پیش کرتے ہیں جن کو اس نے اس وقت تحریر کیا تھا جب کہ وہ سولہ سال کا تھا جس وقت وہ دراجولیت میں پہنچا اور اس کی اولاد اس کی طرح سولہ سال کی ہوئی تو اپنی طرف سے اپنے ایک لڑکے کو یہ خط لکھا۔

”عزیز کی جاک

یہ خط تمہیں اس لئے لکھ رہا ہوں تاکہ تم جو بھول چکے ہو، اس کو یاد دلاؤں شاید تم اب میری طرح کسی لڑکے یا لڑکی کے باپ ہو چکے ہو اس وقت میں اپنے دوست کا رل کے ساتھ وقت گزارنے کے بعد گھر لوٹا ہوں، وہ میرے



ساتھ میرے گھر تک آیا، اور میں بھی اس کے ساتھ اس  
 کے گھر تک گیا، اکثر ہم میں سے ہر ایک دوسرے کو اسی  
 طریقہ پر ساتھ پہنچایا کرتا ہے، اس لئے تم اپنے بیٹے کو یہ طرز  
 اختیار کرنے سے منع مت کرو، ہاں، کبھی وہ غبی ہوگا۔  
 اور اس کے مدد سے کام ناخوشگوار ہوگا، تمہیں یہ گمان  
 ہونے لگے گا کہ اس کا اس طرح گھومنا اس کے لئے نقصان  
 کا باعث ہوگا، لیکن تمہارا یہ خیال غلط ہے، کیونکہ اس  
 کا اس طرح تفریح کرنا ضروری ہے اور وہ اس سے بہرہ  
 یاب ہوگا، اس لئے کہ دوستی کے بغیر کوئی چارہ نہیں...  
 دیکھو! تم اس خط کو پڑھ کر اپنے دل میں اپنے  
 عہد شباب کو یاد کرو اور اپنے دل و دماغ میں ان  
 نقوش کو اُجاگر کرو جب کہ تم پہلے پال کے ساتھ پھر  
 پیٹر و کارل کے ساتھ گھوما پھرتے تھے، کیا تمہیں یہ  
 یاد ہے؟ پھر تم وہ راتیں یاد کرو، ہاں وہی سہانی اور  
 سندر راتیں جب کہ ہم سیر و تفریح کیا کرتے تھے تو ہمارے  
 دلوں میں مسرت و محبت کی موجیں لہرایا کرتی تھیں، اب  
 ایسی راتیں سرگزشت میں واپس نہ آئیں گی، اس لئے تم اپنے  
 لڑکے اور لڑکی کو موقع دو کہ وہ اس قسم کی تفریبات سے  
 لطف اٹھایا کریں، آج میں اپنے مخلص دوست کارل



کے ساتھ تفریح کرنے کے لئے گیا، اور ہمارے درمیان  
یہ گفتگو چھڑی کہ مستقبل میں اگر ہم اپنے بچوں کو سپرد تفریح  
سے باز رکھیں جیسا کہ اکثر والدین منع کیا کرتے ہیں تو اس  
سے کیا خطرات برآمد ہوں گے.....

شخصی خواہشات اور سماجی میلانات کے درمیان ہم آہنگی پیدا  
کر دینا کوئی سہل اور آسان کام نہیں ہے، کیونکہ کسی شخص کی ذاتی -  
خواہشات کی تسکین گا ہے دوسرے شخص کی ذاتی خواہشات کی مخالفت  
ہو جاتی ہے، ایک شخص کو دوسرے فرد کے حقوق پر دست درازی  
سے روکنے کے لئے اخلاقی نظریات اور پسند و نفاق کا رگڑ نہیں ہیں  
بالخصوص ان نوجوانوں کے درمیان جو اپنے ہر فعل کو درست سمجھتے ہیں  
خواہ وہ کتنے ہی تجا و زلفند واقع ہوں۔

دور بلوغت میں نوجوانوں کی تربیت کے لئے جو نظامات ایجاد  
کئے گئے ہیں ان میں بہترین اور نادر نظام وہ ہے جو ایک چھوٹی  
سی سوسائٹی کا آئینہ دار ہے جس کے افراد خود حکومت و عدالت  
کے امور انجام دینے والے ہوتے ہیں۔ وہی قانون وضع کرتے اور  
اس کو نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس حالت میں قانون  
سے بغاوت و انحراف کرنے والا شخص قانون ساز کے خلاف  
باغی قرار پاتا ہے، لیکن جب ان کو ایسے قانون کا احترام کرنے  
پر مجبور کیا جائے جو ان کے لئے وضع نہ کیا گیا ہو۔ بلکہ اس کو



کسی رئیس نے جو ان سے سن رسیدہ ہے، وضع کیا ہوا خواہ وہ کتنا ہی درست کیون نہ ہو اس کی خلاف ورزی میں جو سزا ان میں سے کسی کو دی جاتی ہے اس کو وہ اپنے تمام کی سزا شمار کرتے ہیں اور خلاف ورزی کرنے والے کو شہید سمجھتے ہیں یہ انتہا پسند شخص اپنے جرم میں اور پختہ ہو جاتا اور اپنے کو زیادہ غالب دزبردست سمجھنے لگتا اور یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ بہادر ہے اور اس کی جماعت اس کی تائید کرنے والی ہے اس سے اس کی شجاعت و بہادری میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

## ہومر لین کا نظریہ

اس قسم کی مثالوں میں سے وہ چھوٹی سی سوسائٹی ہے جس کو مسٹر ہومر لین (Homer Lane) نے انگلستان میں نوخیز مجرموں سے تشکیل دی ہے۔ جہاں وہ خود اپنے درمیان فیصلے صادر کیا کرتے ہیں جس وقت نوخیز مجرم اس سوسائٹی میں آتا ہے جو انگلستان کے ایک خوبصورت باغ میں زندگی بسر کر رہی ہے تو اپنے کو وہ آزاد پاتا ہے اس سوسائٹی کے افراد اس باغ میں اپنا کام کرتے اور اپنا پسینہ پکا کر روزی حاصل کرتے ہیں ان کو وہی اجرت دی جاتی ہے جو دوسرے مزدوروں کو ملا کرتی ہے یہ افراد اپنی سوسائٹی کو ترقی دینے اور ان کی نگرانی کے ذمہ دار ہیں جب کوئی فرد کام



چھوڑ بیٹھتا ہے تو وہ دوسرے پر بوجھ بن جاتا ہے، سب کی نظروں میں حقیر بن جاتا ہے ان کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ قوانین وضع کریں ان کو نافذ کرانے اور ان کی نگرانی کا کام بھی وہی انجام دیں۔

مسٹر ہومر لین نے جس نظریہ پر اس نظام کی بنیاد رکھی ہے وہ یہ ہے کہ اگر مجرموں کو آزادی عطا کی جائے اور ان کو اپنے کاموں کا ذمہ دار ٹھہرایا جائے تو وہ اپنے سرکش جذبات اور قوی خواہشات پر قابو پانے کے عادی ہو جائیں گے اور رفتہ رفتہ ان کو وہ مواقع فراہم ہو سکتے ہیں جو ان کی تربیت کے لئے رائیگاں ہو گئے تھے۔



**Tibbi Books for  
Atiba Karam**



## چھٹا باب

# نوجوان کی نفسی آزادی

## نفسی آزادی کا مفہوم

عربی زبان میں "نظام" کا لفظ عام طور پر بچہ کی دودھ چھڑائی پر بولا جاتا ہے، لیکن ہم یہاں اس کو حجازی معنوں میں استعمال کرتے ہیں تاکہ بالغ لڑکے کو اس کی نفسیاتی بندھنوں سے آزاد کرایا جائے اور ان قیود میں تخفیف کی جائے جن سے وہ دور طفولیت میں بندھا ہوا تھا۔ اس میں شک نہیں کہ جو گھریلو حالات بچہ کو گھیرے ہوئے تھے وہ اس وقت اس کے لئے غیر صالح اور ناموافق ہو جاتے ہیں۔ جب کہ وہ در بلوغت کو پہنچ جائے اسی طرح اس دور میں اس کے ساتھ والدین کا جو سلوک اور برتاؤ ہوتا



اُسے تبدیل ہو جانا چاہیے اور اس کی اُس عقلیت کے ہم آہنگ  
 ہونا ضروری ہے جو اب بغیر پذیر ہو چکی ہے، دور بلوغت میں ایک  
 ایسا واقعہ ظہور پذیر ہوتا ہے جو ہر انسان کو اس فاندانی ماحول کو  
 چھوڑنے پر آمادہ کرتا ہے جس میں وہ نشوونما پایا ہوا ہے تاکہ وہ  
 اُن ردالبط سے چھٹکارا پائے جن میں وہ مقید ہو جاتا ہے اور ایک  
 آزاد فرد بن جائے۔ انہی قیود و حدود سے آزادی حاصل کرنے کے  
 لئے نوجوان پر "فطام" (آزادی نفسی) کا اطلاق کیا جاتا ہے۔  
 اس لئے کہ اس دور میں اور بچہ کی دودھ چھڑائی کے درمیان کچھ  
 مشابہت پائی جاتی ہے۔

## جذبات میں نشیب و فراز کے اسباب

دور بلوغت کے اس واقعہ کے ساتھ کبھی جذبات و الفعالات  
 میں شدت ہوتی ہے اور کبھی انحطاط واقع ہو جاتا ہے جیسا کہ یہ  
 حالت اُس وقت رونما ہوتی ہے جب کہ ہم کسی عادت کو ترک  
 کرنے کی کوشش کرتے ہیں جو انسانی طبیعت میں جڑ بکڑی ہوئی ہے اور  
 انسان اس عادت کا غلام ہو چکا ہے، یہی حال بچہ کی دودھ چھڑائی  
 میں بھی وقوع پذیر ہوتا ہے، کیونکہ طفولیت و شباب کی ان دونوں  
 حالتوں میں ہم دیکھتے ہیں کہ بچہ اور جوان میں سے ہر ایک ایسی عادت  
 کا خوگر ہو جاتا ہے جو اس کے نفس میں جاگزیں ہو گئی ہیں اور وہ جس



ماحول میں زندگی بسر کر رہا ہے، اس سے اپنے کو موافق دہم آئنگ بنانے کے لئے ان عادتوں سے امداد لیا کرتا ہے، یہاں اُسے کسی قسم کی مزاحمت، اختلاف یا تضاد نہیں نظر آئے گا جب تک کہ ماحول اور سماج اپنے حال پر بلا کسی تغیر و تبدل کے باقی ہے، اور جب تک اس کی نفسیات اور اس کی عقلیت، جو ان عادات سے سیراب و بریز ہیں، اپنے حال پر باقی ہیں اور ان میں کسی قسم کا کوئی تغیر نہیں ہوا ہے۔ لیکن جب اس کی نفسیات اور اس کی عقلیت یہ دونوں بدل جائیں اور ایک نئے ماحول اور نئی فضا کے طلب گار ہو جائیں تو قدیم عادات و اطوار سے فرد کو چھپکارا پانا ضروری ہو جاتا ہے، لیکن یہ کوئی آسان اور سہل کام نہیں ہے، اس لئے کہ عادات جب نفس انسانی میں جڑ پکڑ لیتی ہیں تو اس سے رہائی پانا دشوار ہو جاتا ہے اس عادت کو زائل کرنے کی وہ شخص جتنی کوشش کرے گا اتنا ہی اس کا نفس اس کو قبول کرنے پر آمادہ ہو گا، یہی وجہ ہے کہ جذبات و انفعالات میں اتار یا چڑھاؤ اور شدت یا انحطاط واقع ہو جاتا ہے۔

## والدین کی عادات کا اثر بچوں پر

یوں بھی یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہو جاتا ہے کہ ماں باپ کی عادات کو والدین جو ان کے ماحول کو اس کے خصوصی حالات کے مد نظر تبدیل



پذیر ہو جانا ضروری ہے، کیونکہ یہ لوگ عادی ہو چکے ہیں کہ اس کے ساتھ خاص انداز میں گفتگو کریں اور اس سے خصوصی برتاؤ کریں جو ایک حد تک اس دور کے لئے موافق و سازگار تھا جس میں وہ رہ چکا تھا لیکن اب یہ دور گزر چکا ہے اس لئے لڑکے کے والدین اور اس کے خولش و اقارب وغیرہ ان تمام کی عادتوں کو سنئے حالات و مقتضیات کے مطابق بدل جانا چاہیے، ورنہ وہ اس کے طبعی نفسیاتی نشو و نما میں سد راہ ہو جائیں گے، یہ ایک ایسا فعل ہے جو اکثر اوقات پیش آکر رہتا ہے، یعنی یہ تمام لوگ بیشتر اوقات نوجوان کے عظیم الشان نفسیاتی آلام و مصائب کا مشہدہ ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ دور بلوغت کی اس حقیقت سے اور نیز دیگر حقائق و واقعات سے نا بلرد و جاہل ہوتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نوجوان کی نفسی آزادی کا دور بہت سے نفسیاتی آلام و مصائب کو ساتھ لاتا ہے، جیسا کہ وہ اپنے بچپن میں دودھ چھڑائی کے وقت ان سے دوچار ہو چکا ہے۔

## نوجوان اور ان کے والدین کے درمیان کشمکش کے اسباب

بعض علماء و ماہرین تربیت کی تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ نوجوانان امدان کے والدین کے درمیان جو نزاع اور کشمکش برپا رہتی ہے وہ نوجوانوں کی زندگی میں بیشتر عمیق نفسیاتی مشکلات و آلام کا سبب



ہی جاتی ہے، بعض تحقیقات نے ثابت کر دیا ہے کہ نزاع و اختلاف کا پہلا سبب یہ ہے کہ نوجوان اور والدین کے مابین مختلف مسائل میں اختلاف ہو جاتا ہے، مثلاً نوجوانوں کی شخصی وضع قطع ان کے لباس اور ان کے آداب وغیرہ کے باب میں والدین کی جو رائے ہے اس کو وہ لازمی طور سے تسلیم کر لیں، یہ اختلاف دور بلوغت کے اوائل میں اس طرح شروع ہوتا ہے کہ نوجوان آبائی رسوم و رواجات کے خلاف علم لباوت ملہ کر کرتے اور بیجا اطاعت و فرمان برداری سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔

نوجوانوں اور ان کے ماں باپ کے درمیان نزاع و کش مکش پیدا کرنے والے اسباب میں سے یہ ہے کہ والدین اپنے لڑکوں کو شام میں گھر لوٹنے کے جو اوقات مقرر کر دیتے ہیں، لڑکے ان کی خلاف ورزی کر کے دیر سے گھر واپس آتے ہیں، حالانکہ ماں باپ اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کی شخصیت میں اکثر اوقات کوئی مناسب فرق اور تمیزی نہیں پاتے اور ان کو گھر میں مقید رہنے پر مجبور کرتے ہیں حالانکہ یہ وقت وہ ہے کہ جس میں وہ استقلال و آزادی کے طلب گار ہوتے ہیں، اسی طرح جب نوجوانوں کو بیک وقت آزادی کا مل عطا کی جاتی ہے تو وہ اپنے جذبہ آزادی میں حد اعتدال سے تجاوز کر جاتے ہیں، لیکن وہ اپنی نا تجربہ کاری اور ان اجتماعی و مادی خطرات و نقصانات سے ناواقف ہوتے ہیں جن



کے وہ شکار ہو جاتے ہیں۔

نوجوان جن نفسیاتی مصائب و آلام سے دوچار ہوتے ہیں۔ وہ زیادہ تر ان کے غیر طبعی نشوونما اور ان کے اخلاقی انحراف و گشتگی کا سبب بن جاتے ہیں اس کے ساتھ ان کی زندگی میں بہت بڑا خلا واقع ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ نوجوان کی نفسی آزادی کا مسئلہ زندگی کے ان اہم مسائل میں سے ہے جن سے تمام والدین اور مربیوں کو واقف ہونا ضروری ہے۔

نوجوانوں کی نفسی آزادی کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ خاندانی گھر سے نکل جائیں اور اپنے رشتہ داروں اور اپنے وطن سے دور ہو جائیں، کیونکہ اکثر نوجوان اس نفسی آزادی کے دور سے گزر چکے ہیں اور وہ اپنے خاندان کے ساتھ ایک ہی فضا میں زندگی بسر کر چکے ہیں، اسی طرح ایسے بے شمار افراد ہیں جو اپنے خاندانی حلقہ سے کئی سوں دور رہ کر بھی خاندانی قیود و حدود سے آزادی حاصل نہیں کر سکے، کیونکہ ان کے نفوس ان بندھنوں اور زنجیروں سے رہائی حاصل نہ کر سکے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے، اور اس اندھا دھند تالبداری کے جوئے کو اپنے کندھوں سے دور نہیں کر سکے جس کو وہ اپنے اوپر لازم گردان چکے تھے، یہ لوگ خواہ کتنی ہی دوری اختیار کر لیں، اپنے گروپش دالوں سے اس لطف و عنایت اور شفقت کی توقع رکھتے ہیں جن کو وہ اپنے خاندان



سے حاصل کیا کرتے تھے۔

اسی طرح ہم نفسی آزادی کے یہ معنی مراد نہیں لیتے کہ نوجوان اپنے والدین کی فرماں برداری سے دست بردار ہو جائے، ان کے سامنے ان کی گستاخی کرنے ان سے سرکشی کا سلوک کرے، ان کا احترام نہ کرے، یا ان سے ادب سے پیش نہ آئے، اس لئے کہ یہ نقائص اکثر ان اشخاص میں نہایت بری شکل میں پیش آتے ہیں جنہوں نے تربیت نفسی حاصل نہیں کی ہے اور جو خاندانی و نفسیاتی قیود میں جکڑے ہوئے ہیں اہے شک ان کے افعال و حرکات بالکل غلط ہیں ان کے افعال و جذبات کے مشابہ ہوتے ہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ جن نفسیاتی بندھنوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں ان سے رہائی حاصل کر لیں۔

ہم جس افعال و جذباتی کے مدعی ہیں، وہ نفسیاتی آزادی ہے، نہ کہ جسمانی جذباتی، نفسی آزادی سے مراد یہ ہے کہ نوجوان اپنے جذبات و افعال کو اپنے والدین کے نفسیاتی غلبہ و تسلط سے آزاد کرائے، تاکہ یہ غلبہ اس کے طبعی نشوونما کی راہ میں حائل نہ ہو اور اس سے وہ راستہ اختیار کرنے سے باز نہ رکھے جس کو وہ ایک بالغ عاقل فرد کی طرح زندگی میں اپنے لئے پسند کرے گا۔

مذکورہ بالا امور کی روشنی میں یہ ضروری ہے کہ لڑکا بیسیوں سال



کر پہنچنے تک اپنے خاندانی بندھنوں سے آزاد ہو چکا ہے، اسی طرح بچپن کی عادات جن زہخروں میں جکڑی ہوئی ہیں ان کو توڑ دینا چاہیے اور نوجوان کے دل میں استقلال، عزت نفس، خود اعتمادی، زندگی کے حادثات کا مقابلہ کرنے کی قوت و عزیمت اور والدین کی حمایت و شفقت کا سہارا نہ ڈھونڈنے کا جذبہ وغیرہ یہ تمام علامات ظاہر ہو جائیں۔ جب اس قسم کے آثار و مناسبات نمایاں نہ ہوں تو ہمیں یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ اس فرد کی نفسی آزادی بالکل خام اور نامکمل ہے اور اس کا طبعی نشوونما مکمل نہیں ہوا ہے جو ہر فرد کے لئے ضروری ہے۔

## نفسی آزادی کے فقدان کی علامات:

ایک محقق نے نوجوانوں کی نفسی آزادی کی مدت کو معلوم کرنے کے امتحان کا طریقہ وضع کیا ہے، اس کو آزمانے اور منطبق کرنے کے بعد یہ ظاہر کر دیا ہے کہ نفسی آزادی کے فقدان کی علامات یہ ہیں: نوجوان دوسروں سے مشورہ و اعانت بکثرت طلب کرتا رہے گا، کیونکہ وہ اپنے اوپر بھروسہ کرنے سے قاصر ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے ماں باپ ہمیشہ اس کو نصیحت، مشورہ اور اعانت دینے سے کوئی دریغ نہیں کرتے تھے، اس لئے اس



کے اندر زندگی کی فسطحات کا آزاد کی استقلال کے ساتھ مقابلہ کرنے کی طاقت پیدا نہیں ہوئی۔ اسی طرح یہ نوجوان اپنے استاد سے کلمات و ارشادات کے معانی کے متعلق اکثر مرتبہ دریافت کرتا رہے گا۔ اور بجائے اپنے اوپر اعتماد اور بھروسہ کرنے کے استاد سے مطلب و مدد کی تشریح کا زیادہ تر خواہشمند رہے گا، نفسی آزادی کے فقدان کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ نوجوان اپنے خاندانی حلقہ کی طرف پناہ لینے کا زیادہ متمنی رہے گا۔ جب کہ وہ اس سے جدائی پر مجبور ہو جائے گا ہے یہ جذبہ و میلان اس درجہ شدید ہوگا کہ اس کی بھوک مر جائے گی اور مینڈ اس کی آنکھوں میں حرام ہو جائے گی اس قسم کا شخص کبھی اپنے روستا، یا استادوں کا بھروسہ اور اعتماد حاصل کرنے سے قاصر رہے گا اس لئے کہ وہ ان سے شفقت اور مروت کا امیدوار ہوگا جیسا کہ وہ اپنے والدین سے حاصل کیا کرتا تھا، ہم یہاں ایک ایسے نوجوان کا حال بیان کرتے ہیں جس کی نفسی آزادی پائے تکمیل تک نہ پہنچی تھی اس نوجوان کا تعلق نوجوانوں کے ایک لشکر سے تھا اس کی عمر ۱۹ سال کی تھی اس کے ساتھیوں اور عہدہ داروں نے اس میں مشاہدہ کیا کہ اُسے بے تکلف سوالات کے ذریعہ تفصیلی حالات معلوم کرنے کا شوق ہے، ابتداء میں تو اس چیز کو اس کے مبتدی اور نا تجربہ کار ہونے پر محمول کیا گیا لیکن



گزر گئے اور اس کے سوالات کی بوچھاڑ بجائے کم ہونے کے تیز  
 ہونے لگی، اور وہ سادہ سے سادہ اور معمولی سے معمولی کام کو بھی  
 فوجی کمانڈروں کے مشورہ کے بغیر پورا نہ کر سکا، چنانچہ سب لوگ  
 اس کے مستعد اور بار بار کے سوالات سے اور زچ کرتے رہنے  
 سے بیزار اور تنگ آ گئے، اس وقت سمجھوں نے یہ ملاحظہ کرنا شروع  
 کر دیا کہ اس کا رویہ برابر بچوں کے سے رویہ کے مشابہ ہے، اس  
 سے کوئی ایسی علامت ظاہر نہیں ہوتی جس سے یہ پتہ چلے کہ اسے  
 کسی کام کو پورا کرنے کا شوق ہے، اس سے گفتگو کرنے کے بعد ظاہر  
 ہوا کہ اس کا سبب اس کے نشوونما کا نقص ہے، اس لئے کہ  
 اس کے ماں باپ اس کے نفس پر بُری طرح مسلط تھے، انھوں  
 نے اس کے لئے اس کی زندگی کی تمام تفصیلات معین کر دی تھیں  
 اور اس کے لئے تجربہ حاصل کرنے، اور ذمہ داری کے بوجھ کو  
 سنبھالنے کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی، خواہ وہ اس کے درس و  
 مذاکرہ میں ہو یا اس کے درست احباب کے انتخاب اور ان  
 کے ساتھ تفریح کو جانے کے اوقات میں، اس کی ماں اس  
 میں بھی اس کے کپڑے خریدنے کے لئے اس کے ساتھ جایا  
 کرتی تھی، اس لئے اس وقت اگر یہ نوجوان شش و پنج میں مبتلا  
 ہو جائے، اپنی طرف سے الٹ پھیر نہ کر سکے تو کوئی تعجب خیز امر  
 نہیں، جب کہ وہ اپنے کو اس لشکر میں پائے اور مستعد و اموری



تکمیل اس کے ذمہ ہو جائے اور ان میں تصرف کرنے کا اس کو اختیار دیا گیا ہو۔ اور جن کی ذمہ داری اسی کے سرعائد ہوتی ہو۔

نفسی آزادی کے فقدان کی مثالوں میں ایک لڑکی کی مثال ہے جس کے والدین مرچکے تھے اس کی بہن نے اس کی تربیت کا بوجھ اپنے اوپر لیا، اس کی بہن اس پر بہت مہربان تھی اور حد درجہ اس کے ساتھ شفقت اور محبت سے پیش آیا کرتی تھی، یہاں تک کہ اس نے اس کو اپنے اوپر اعتماد کرنے کی کوشش باقی نہ چھوڑی تھی، بلکہ وہ خود اس کے پینے اور پھینے اور اس کے کھانے پینے کی نگرانی کیا کرتی تھی، پھر جب وہ بڑی ہوئی تو اس کی بہن اس کے دوستوں اور اس کی سہیلیوں سے تعلقات کی خبر گیری رکھتی تھی، یہاں تک کہ جب اس کی شادی ہو گئی تو وہ اپنی بڑی بہن کی اعتماد و اعانت پر اعتماد رکھنے لگی اور اسی سے مشورہ اور رہنمائی طلب کرتی رہی، اس لئے کہ وہ آزادی فکر اور اپنی بہن سے نفسی جدائی سے عاجز و قاصر تھی، آخر کار وہ ایک قریب کے شہر میں منتقل ہو گئی اور یہیں اس نے اپنا ازدواجی مسکن بنا لیا۔ دونوں بہنیں روزانہ ٹیلیفون کے ذریعہ باہمی گفتگو کیا کرتیں اور ہفتہ میں دوبار ملاقات کرتی تھیں، آخر لزبت یہاں تک پہنچی کہ اس کی بڑی بہن کی بار بار کی دخل اندازی اور اس کے کامل نفسیاتی طبعی نشوونما کے فقدان کی وجہ سے چھوٹی بہن کی ازدواجی



## نوجوانوں کی مشکلات میں تمدن کا اثر

یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں جس قدر تہذیب، شائستگی اور تمدن میں ترقی اور زیادتی ہو گئی اسی قدر وہ مشکلات جن سے نوجوان دوچار ہوتے ہیں اور زیادہ پیچیدہ دشوار گزار اور ناقابل حل ہوتے جائیں گے۔ چنانچہ انسانی سوسائٹی کے ابتدائی ادوار میں زندگی کی مشکلات مقررہ اور محدود تھیں، ان میں زیادہ مزاحمت اور دشواری پیش نہیں آتی تھی، ان مشکلات میں اہم جنگ اور شکار تھے، یہ دو چیزیں ایسی تھیں کہ نوجوان ان کو محض دو ریلوے پر پہنچتے ہی سیکھ لیا کرتا تھا، لیکن تمدن کی ترقی کے ساتھ انسانی حاجتیں اور ضرورتیں بھی زیادہ ہو گئیں، علوم و فنون میں بھی ہتھیار ترقیاں ہوئیں، اور یہ نفس انسانی پر ایسے غالب آ گئے کہ زندگی کی ضروریات کا اہم جز بن گئے، اس طریقہ سے زندگی کی ضروریات بھی بڑھ گئیں، ان کو حاصل کرنے کے لئے وقت و مزاحمت میں بھی اضافہ ہو گیا، اس طرح نوجوان جن مشکلات سے دوچار ہوتے ہیں وہ بے شمار اور ناقابل حل ہو گئیں اور طبعی طور پر یہ امر اس بات کا مقتضی ہے کہ ان کو مضبوط اور پائدار تربیت کے تیز ہتھیار سے آراستہ کیا جائے، یہ تربیت نہ صرف جسمانی



حیثیت سے ہو بلکہ اُسے نفسیاتی اور اخلاقی پہلو سے بھی ہونا چاہیے  
یہ تربیت صالح اور سازگار نہیں ہو سکتی تاوقتیکہ نوجوان کو کارگاہ  
حیات میں گھسنے کے لئے تیار نہ کیا جائے، اور یہ تیار کی اُسی وقت  
ہو سکتی ہے جب اس کو خود اعتمادی، استقلال فکر اور مشکلات  
کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنے کا عادی اور خوگر بنا دیا جائے  
چنانچہ ہر ماں اور باپ نوجوان کو اپنی آغوش میں ضرورت سے  
زیادہ باقی رکھنا چاہتے ہیں اور اس طرح اُسے اس کے احاسات  
و تاثرات کی آزادی سے باز رکھتے ہیں اس بنا پر وہ اس کے  
ساتھ بہت بڑا جرم کرتے اور اس کے طبعی نشوونما کو ناقص  
کر دیتے اور اُسے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے سے عاجز و دوندہ  
بنا دیتے ہیں۔ جب کہ وہ اس آغوش سے باہر قدم دھرتا ہے۔

## ماں باپ کی ایک غلطی

اکثر والدین اپنی ذاتی محبت کے جذبہ اور اپنے لڑکے کی مصلحت  
پر اپنی ذاتی مصلحت کو ترجیح دینے کی وجہ سے اس غلطی کا شکار  
ہو جاتے ہیں، لیکن انھیں اس کا علم نہیں کہ وہ جس محبت و شفقت  
کو اس بے چارہ نوجوان پر خرچ کر رہے ہیں۔ وہ محض عارضی طور  
پر محسوس کرنے والی ایک چیز ہے جس میں نوجوان وقتی لذت محسوس  
کرتا ہے یہاں تک کہ جب وہ اٹھنے اور آگے بڑھنے کا ارادہ کرتا ہے۔



تو اس کی طاقت نہیں رکھتا اور اس بے حس اور مدہوش کرنے والے  
 رویہ ہی کا طلب گار رہے گا تاکہ وہ زندگی کے حادثات کا مقابلہ کرنے  
 سے فرار ہو جائے یہ مثال اس نوجوان پر پورے طور پر صادق آتی ہے  
 کیونکہ جب وہ اس شفقت و محبت کا عادی ہو گیا اور میٹھے بول سے  
 محفوظ ہونے لگا تو ان سے مزید حظ اٹھانے کی کوشش کی اور اُسے  
 یہ گمان ہو گیا کہ ساری زندگی اسی طرح شیریں ولذت افزا ہے جب  
 حادثات کے تلخ گھونٹ اُسے پیئے پڑے تو ان کے مقابلہ کی تاب  
 وہ نہ لاسکا اور اس کے اندر ان پر قابو پانے کی قوت نہ رہی بلکہ وہ  
 بوکھلا سا گیا اور شکوہ کرنے اور آلسوہانے لگا اور اپنے والدین کی  
 آغوش کی طرف رجوع ہونے کی تمنا کرنے لگا تاکہ وہ اُسے زندگی  
 کی تلخیوں سے محفوظ کریں۔ یہ نوجوان جوان آفات و عوارض کا شکار  
 ہو گیا ہے، نفسی مریض ہے، اس کے مرض کے ذمہ دار اس کے والدین  
 اور وہ لوگ ہیں جو اس کی تربیت کے نگراں کار تھے، بالخصوص یہ  
 ذمہ داری دور طفولیت سے ان پر عائد ہوتی ہے جب کہ بچہ کے  
 اندر بآسانی مطیع و فرمانبردار بننے بہت جلد دوسرے قالب میں ڈھل  
 جانے اور کم رکاوٹ پیدا کرنے کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔

## والدین کے فرائض

یہاں تارین یہ سوال کر سکتے ہیں کہ وہ کونسا طریقہ کار ہے جس کے



ذریعہ والدین اور سرپرست ان خطرناک عواقب و نتائج سے محفوظ ہو سکتے ہیں جن کا ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ سب سے پہلے ان نفسیاتی حقائق سے واقفیت حاصل کریں جو اس دور میں نوجوان کے نشوونما سے متعلق ہیں اور ہوشیاری اور دانائی کے ساتھ ان تمام عوارض و علامات کی جانچ پڑتال کرتے رہیں جو ان کے رطکوں اور لڑکیوں پر ظاہر ہوا کرتی ہیں اور ان پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کا اندازہ لگانے کی کوشش کریں۔

والدین کو جن بنیادی امور اور ادلین حقائق سے آشنا ہونے کی ضرورت ہے وہ یہ ہیں کہ بچہ کا نشوونما تدریجی ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ جن عادات میں مبتلا ہے اگر کافی عرصہ ان کو گزر چکا ہے تو اس کے اندر وہ راسخ ہو جائیں گی اگر والدین اس حقیقت حال سے باخبر نہ ہوں گے تو ایک دقت ایسا آئے گا کہ اس میں اپنے بچہ کے بارے میں ان کا معاملہ ہو سلوک اور ان کے آراء و خیالات اس کے لئے ناسازگار ہو جائیں گے البتہ اصلاح اس صورت میں ممکن ہے کہ وہ اس کی شخصیت اور اس کے ذاتی آراء و خیالات کو بدلنے کے ساتھ ساتھ اپنے موقف میں اور اپنے نظریات و رجحانات میں تبدیلی پیدا کرتے جائیں اگر وہ یہ رویہ اختیار نہ کریں گے تو اس کے نفسیاتی



نشود نما اور اپنے کو فاندانی قیود و حدود سے آزاد کرنے کی راہ میں  
سنگ گراں بن کر حائل ہو جائیں گے۔

لیکن والدین کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ باوجودیکہ نوجوان نفسیاتی  
اور فکری آزادی کے ضرورت مند ہیں، مگر ان کو یہ آزادی و  
استقلال بیک وقت عطا نہ کی جانی چاہیے بلکہ اسے ان کے عقلی  
و نفسی نشود نما کے مطابق تدریجی ہونی چاہیے نیز یہ استقلال و  
حریت ابتداء میں نگرانی کے تحت ہونا ضروری ہے؛ یہاں تک  
کہ جب لڑکے اور لڑکی کو آزادی پر قدرت اور نفس پر اعتماد پیدا  
ہو جائے تو بہ قدر استطاعت اس کی ذمہ داری ان پر عائد  
کی جائے۔

یہ حریت و استقلال بہت سے مسائل پر مشتمل ہے، جن میں  
سے مثال کے طور پر لڑکے یا لڑکی کو جو رقم دی جاتی ہے یا وہ جو  
کچھ کماتے ہیں اس کے خرچ کرنے کی آزادی ہے، یہ آزادی  
بتدریج اور رفتہ رفتہ دی جانی ضروری ہے۔ اس آزادی میں اضافہ  
کیا جائے گا، جیسے جیسے والدین کو اس کا یقین ہو جائے کہ نوجوان  
کو جب مطلق اختیار دیا جائے گا تو وہ اس کا برا استعمال نہ  
کے گا، بولف کو امریکہ میں ایک یہودی لڑکی سے ملنے کا  
اتفاق ہوا، جس کو اس کے والدین اس کی محنت و مشقت کی  
کمائی میں سے بلا اجازت روپیہ خرچ کرنے کی اجازت نہیں



دیتے تھے، حالانکہ اس کی عمر بیس سال کی تھی، جو کچھ وہ کماتی تھی اس کا باپ اس کو بنک میں جمع کر دیا کرتا تھا اور استادیز اپنے ساتھ محفوظ رکھتا تھا، اور رٹ کی کو روزانہ کے خرچ سے زیادہ نہیں دیتا تھا۔ جو حقوڑی سی مٹھائی خریدنے کے لئے کافی تھا، جیسا کہ وہ اپنے بچپن میں خرچ کیا کرتی تھی۔ باوجودیکہ رٹ کی اپنے والدین کے دباؤ اور اس کے ساتھ بچوں کا سامنا معاملہ کرنے کی اکثر شکایت کرتی تھی لیکن اس کا رویہ کھلم کھلا اس امر کی دلیل تھی کہ وہ اب تک نفسی آزادی کے درجہ تک نہیں پہنچی ہے، یعنی اسے فکری اور نفسیاتی استقلال حاصل نہیں ہوا ہے، کیونکہ اسے اپنی ذات پر کم بھروسہ تھا، اس کی قوت ارادی کمزور تھی اور زندگی کے مسائل میں صحیح راستہ اختیار کرنے میں وہ زیادہ پیچ و اضطراب میں مبتلا ہوتی تھی۔

جن امور میں لڑ جوان آزادی کے محتاج ہیں، ان میں سے دوستوں اور ساتھیوں کا انتخاب ہے، یہ امر لڑنہاؤں کی نسبت بہت اہم ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ لڑکے جن دوستوں کا انتخاب کرتے ہیں ان کے حسن انتخاب پر والدین کو پورا بھروسہ ہو، جن اشخاص پر ان کو اعتماد نہ ہو ان سے میل جول کی اجازت دینے میں کوئی فائدہ نہیں۔

ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ بہت کم والدین اور سرپرست



ایسے ہیں جو مذکورہ بالا حقیقت کو جانتے ہوں، اگر اس سے آشنا  
 بھی ہو جائیں تو ان میں سے بہت کم ایسے ہیں جو اس کو بردے  
 کار لانے کی کوشش کرتے ہوں، اس کی وجہ یا تو اس کے فردری  
 دوا جی ہونے سے نا بلد ہیں یا یہ کہ ان کو اس راستہ کا علم نہیں ہے۔  
 جس پر چلنا ضروری ہے ہمیں حیرت و تعجب نہ ہونا چاہیے، کیونکہ  
 ہمیں معلوم ہے کہ بعض والدین دور بلوغت میں لڑکوں کے پہننے  
 کی چیزوں میں ان کے تیز رفتار جسمانی نشو و نما کے لحاظ سے جو  
 کثرت سے تغیر و تبدل ہوتا ہے، اس سے بیزار ہو جاتے اور  
 اکتا جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ دیکھنے والے کو یہ خیال ہوتا ہے  
 کہ یہ والدین نہیں جانتے کہ لڑکے کے لئے نشو و نما پانا ناگزیر امر  
 ہے۔ گویا وہ اس کو جان بوجھ کر بھی اس نشو و نما کی راہ میں حائل  
 ہونے کی کوشش کرتے ہیں، اکثر اوقات انسان یہ دیکھتا ہے  
 کہ باپ اپنے لڑکے کے پاؤں کو جوتے میں زبردستی داخل  
 کرنے کی کوشش کرتا ہے، حالانکہ وہی پاؤں اس تیزی کے ساتھ  
 بڑھ گیا ہے کہ بچہ اپنے لڑکے کو یہ جوتا پرانا کرنے کا موقع ہی نہ  
 ملا، جب جسمانی نشو و نما کے مسئلہ میں لڑکے کے بالمقابل والدین  
 کا یہ موقف ہے تو نفسیاتی نشو و نما کے مقابلہ میں ان کا جو موقف  
 ہو گا کیا ہم اس سے تعجب کریں گے؟ والدین عادی ہو گئے ہیں  
 کہ اپنے لڑکوں کو ایک خاص حجم اور ناپ کے جوتے اور کپڑے پہنائیں اور



ان کو اچھبنا سا لگتا ہے جب کہ ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ حجم اور ناپ ان کے ناموافق ہو جاتا ہے، یہ اچھبنا پن رسم درداج کا نتیجہ ہے، کیونکہ ماں باپ اس امر کے عادی ہو چکے ہیں کہ یہ کپڑے ایک خاص اندازہ اور خاص قیمت پر خریدیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ اندازہ ٹھیک نہیں ہوا ہے تو ابتداء حیران رہ جاتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ اپنی اولاد پر دباؤ ڈالیں اور ان کی مرضی کے خلاف ان کو آمادہ کر لیں، جب وہ اپنے موقف کی حقیقت کو سمجھ جاتے ہیں تو اس عادت کو بدلنے کی سعی کرتے ہیں جو راسخ ہو چکی ہے اور اس میں رد و بدل دشوار ہو چکا ہوتا ہے یہی حال نفسیاتی مسائل کا بھی ہے، چنانچہ ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ والدین اپنے بڑھتے والے لڑکے یا لڑکی کے مقابلہ میں جو موقف اور عادات اختیار کرتے ہیں ان میں تبدیلی دشوار ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ عادی ہو چکے ہیں کہ اپنی اولاد کو اپنی جہالت، کمزوری اور ماحول سے نادانیت کی بنا پر اپنی اولاد کو تمسخر آمیز یا حکمانہ انداز میں مخاطب کریں، جب وہ اپنے اس لہجہ سے ان کو ناراض دیکھتے ہیں تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہیں رہتی اور وہ کوشش اس امر کی کرتے ہیں کہ اپنے جہل کی لہجہ کریں اور ان پر جہل و نادانی کا جو دھبہ لگایا گیا ہے اس سے اپنی واقفیت کو ثابت کریں اور بعض والدین تو اس تہمت



یانا راضگی پر بے ادبی اور گستاخی کا الزام عائد کرنے مراد دینے کی  
کوشش کرتے ہیں۔ لیکن ان کو خبر نہیں کہ زمانہ اور وقت بدل  
چکا ہے اور آج کا لڑکا کل کا بچہ نہیں رہا ہے۔ اور یہ واقعہ طبعی  
نشوونما کا نتیجہ ہے جس کی رفتار دہمی اور سست نہ کی جانی  
چاہیے۔

## بچپن کی عادت اور ان سے ہائی کے طریقے

نوجوان کی تربیت کی بنیاد عام طور سے طفولیت کے درمیان ہی  
رکھی جاتی ہے، کیونکہ اس دور (عہد طفلی) میں خصوصی عادات بننی  
شروع ہو جاتی ہیں، اگرچہ اس وقت خود اعتمادی اور مشکلات کا  
مقابلہ کرنے کا عادی ہو جائے تو یہ خصائل اس کے ساتھ دور غفلان  
شباب میں جاری رہتے ہیں اور اُسے اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے  
کے قابل بنا دیتے ہیں، جب کہ وہ بڑا ہو کر اپنے خاندان اور رشتہ  
داروں سے جدائی اختیار کرتا ہے، اگر والدین اُسے اپنی ملک سمجھ  
کر اس کے ساتھ حد درجہ پیار اور لاڈ سے پیش آئیں اور انتہائی  
شفقت و محبت کا مظاہرہ کریں تو لڑکا بعد میں ان سے جدا ہوتے  
وقت بڑی دشواریوں کا سامنا کرے گا، اکثر افراد تربیت کے  
مختلف ہونے کی وجہ سے اس پر غلبہ پانے کی قدرت میں مختلف  
ہو کرتے ہیں، چنانچہ یہ دیکھا گیا ہے کہ اکثر والدین اپنے لڑکوں



کے لئے ان کے بڑے ہونے کے بعد تک بچپن اور پیار کے الفاظ استعمال کرتے ہیں، ان کو اپنی ذاتی ضروریات ادا کرتے مثلاً منہ دھونے اور تنہا سونے کی زحمت نہیں دیتے، مدرسہ جانے سے پیشتر ان کو بوسہ دیتے ہیں، الغرض اسی قسم کی دیگر محبت کی علامات کا مظاہرہ کرتے ہیں جو اگر زیادہ مدت تک جاری رہیں تو ان کا انجام اس مرد صغیر کے لئے دردناک ہوگا۔

بعض لوگ ہم سے یہ پوچھتے ہیں کہ لڑکے کو خود اعتمادی کا عادی کس طرح بنایا جاسکتا ہے جب کہ وہ پیارا اور ماز سے پرورش پاتا ہے اور اُسے زندگی کے نشیب و فراز سے کچھ واقفیت نہیں ہوتی ہمارے پاس اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ لڑکے کو اپنے ماں باپ کی دستگیری اور ان کی شفقت و محبت سے محروم کر دیں، بلکہ سہارا مقصد صرف اتنا ہے کہ ہم اس کی امداد سے باز رکھیں جب کہ اس کے اندر اتنی استطاعت ہے کہ اس امداد و اعانت سے وہ بے نیاز ہو جائے، مثال کے طور پر اگر وہ اپنی انگلیوں سے ردی ٹی بکڑ سکتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے ہاتھ سے ردی اُسے کھلائیں، جیسا کہ بعض مائیں کیا کرتی ہیں، جب وہ دودھ کی پیالی تھام سکتا ہے تو اس کی کوئی ضرورت نہیں کہ ہم اس کے منہ میں مصنوعی چوسنی سے دودھ پلائیں اور جب وہ اپنے پاؤں کے بل چل سکتا ہو تو یہ ضروری ہے



کہ ہم اُسے اٹھانے کے لئے نوکر دلوں کو زحمت نہ دیں۔ اس میں  
 شک نہیں کہ شروع میں وہ ناراض ہوگا، چلائے گا اور خواہش  
 کرے گا کہ اب بھی اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کیا جائے جبکہ  
 بچپن میں اس کے ساتھ کیا جاتا تھا، لیکن جب اس کی خواہش  
 قبول نہ ہوگی اور اُسے چلنے پر مجبور کیا جائے گا تو وہ اپنے کو  
 اٹھانے کا مطالبہ نہ کرے گا جب تک کہ اس کے پاؤں  
 تندرست ہیں، اس قسم کے لاڈ اور پیار کی بہت سی مثالیں ہیں  
 جو قارئین پر پوشیدہ نہیں ہیں، چنانچہ وہ لازماً دیکھ چکے ہیں  
 کہ ماں گھر سے باہر نہیں نکل سکتی جب تک کہ اس کے ساتھ اس  
 کا لڑکا بھی نہ ہو، حالانکہ وہ چھ یا سات سال کا ہو چکا ہو یا  
 کیونکہ جب وہ اپنی ماں کو اسے چھوڑ کر باہر نکلتی ہوئی دیکھتا ہو  
 تو اس کے ساتھ چلنے کے لئے پیچ پیچ کر رہتا ہے، ماں ہمیشہ اس  
 کی پیچ پکار پر صبر نہیں کر سکتی، ایک دن بھی ایسا ہرگز نہیں آتا جس  
 میں بلا اس کے وہ باہر نکل سکے۔ اس لئے کہ یہ عادت جب  
 جڑ پکڑ لیتی ہے تو اس سے چھٹکارا پانا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس  
 قسم کی عادات کا عنصر گاہے بچپن کے دوران میں ظاہر نہیں ہوتا  
 لیکن ان ماؤں کو یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ لڑکے آئندہ کثیر مشکلات  
 سے دوچار ہوں گے جب کہ وہ دور بلوغت اور دور عنفوان  
 شباب کو عبور کریں گے، کیونکہ ان کے ساتھ جو طریقہ کار اختیار



کیا جا رہا ہے وہ ان کو خود اعتمادی کا عادی نہ بنائے گا جب کہ حالات ذائقہ ان کو اس پر مجبور کر دیں کیونکہ جو حالات خود اعتمادی کے محتاج ہوتے ہیں ان سے لڑکے طفولیت کے دوران میں بہت کم دوچار ہوتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ والدین ہر حال میں ان کے نزدیک ہوتے ہیں ان کی ہر ضرورت پوری کرتے اور ان کی ہر طرح دستگیری کرتے ہیں لیکن کیا یہ ممکنات میں سے ہے کہ والدین زندگی بھر بچہ کے ساتھ ساتھ رہیں اور ان تمام مشکلات و حادثات کو دور کرنے میں جن سے وہ کارزار حیات میں دوچار ہوتا ہے اس کے ساتھ شریک ہوتے ہیں؟ اس کا جواب طبعی طور پر نفی میں دیا جائے گا چنانچہ جو لڑکا سات سال کی عمر کو پہنچ چکا ہے اور وہ اپنے کپڑے پہننے یا اپنے ہاتھوں غذا کھانے کی سکت نہیں رکھتا یا جو بچہ رات میں تنہا سونے سے گھبراتا ہے اس میں شک نہیں کہ اس کی تربیت ناقص اور اس کا نفسیاتی نشوونما نامتتام ہے اور یہ ضروری ہے کہ یہ نقص د کمزوری عنفوان شباب کے بعد کے دور میں اپنے عواقب و نتائج برآمد کرے۔

بچپن کی عادات اور نازیبرداریوں سے رہائی دلانا ان بچوں میں زیادہ دشوار ہو جاتا ہے جو والدین کے اکلوتے ہیں اس قسم کے بچوں کی ناقص تربیت کا سب سے بڑا سبب اور محرک



عام طور پر ماں ہے، کیوں کہ ماں اپنے بچہ پر بہت زیادہ مشفق و مہربان ہوتی اور بہت کم اس کی جدائی کو برداشت کرتی ہے، یہ کیفیت اس وقت تک بھی جاری رہتی ہے جب کہ وہ نشوونما پا کر بچپن کے زمانے کو ترک کر دیتا اور ماں کی امداد کا محتاج نہیں رہتا ہے، لیکن باپ شاذ و نادر ہی اس ناقص تربیت کا سبب ہوتا ہے، اس لئے کہ مردوں کے اخلاق میں کچھ شدت ہوتی ہے۔ اب ہم مذکورہ بالا بیان کی توجیہ و تعلیل نفسیاتی نقطہ نظر سے کرنے کی کوشش کریں گے۔

یہ معلوم ہے کہ ماں کا سب سے اہم کام بچوں کو زندگی کے میدان میں پیش کرنا اور ان کی تربیت کرنا ہے اور وہ اس کو محسوس کرتی ہے، خواہ وہ اس کو واضح شکل میں جانتی ہو یا محض اپنے جذبہ کی بنا پر بلا اس کے سبب کو جانے ہوئے احساس کرتی ہو، دنیا میں یہی اس کا طبعی فریضہ ہے، یہ بھی ظاہر ہے کہ بعض مائیں اپنے اس فطری فریضہ کی دیکھ بھال اور حفاظت میں جس طویل مدت تک وہ عاجزی ہے اس کی طرف مائل ہوتی ہیں، اس لحاظ سے وہ جب اپنے طبعی کام کو اور زندگی کے مقصد کو سمجھ لیتی ہیں تو اس کو چھوڑنا ان کے لئے دشوار ہو جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اپنے بچوں کی نگہداشت زیادہ مدت تک انجام دینے پر مائل ہو جاتی ہیں، اس کی وجہ ایک تو فطری جذبہ ہے اور



دد سزده کمزوری ہے 'جواپنے ان بچوں کی جدائی کو برداشت  
 کرنے سے پیدا ہوتی ہے 'جن کو انھوں نے اپنے پرٹ میں  
 اٹھائے رکھا اور جن کی تربیت اور پرورش کے لئے کئی راتیں  
 مثل اپنے فنکار کے جاگیں جواپنے فنی پیش کش کی پیداوار میں  
 دقت اور محنت صرف کرتا ہے 'اس کے بعد اس کے لئے یہ  
 امر گراں ہے کہ اپنے فنی شہکار کو سستے داموں فروخت کر دے  
 یہی واقعہ بالکلیمہ ماں کے لئے پیش آتا ہے 'چنانچہ وہ اپنے بچوں  
 کو اپنے سینہ سے لگائے رکھتی ہے اور ان کو اپنے سے دور  
 مقامات پر بھیجنے سے انکار کر دیتی ہے 'خواہ وہ ان نتائج و عواقب  
 سے واقف ہو 'جوا اس رویہ سے مترتب ہوتے ہیں 'یا ان سے  
 نا آشنا ہو یہ حالت اس کے چھوٹے بچوں میں اور بھی شدید  
 ہو جاتی ہے 'یہ مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اکثر مائیں اپنی کمسن لڑکی  
 کی شادی سے 'اس کی جدائی سے گھبرا کر انکار کر بیٹھتی ہیں یا یہ شرط  
 پیش کرتی ہیں کہ وہ شادی کے بعد اپنے ساتھ ہی رہے گی۔  
 ہم روزمرہ کی زندگی میں اس نفسیاتی کمزوری کی بے شمار  
 مثالیں پاتے ہیں جو ماں کے اس موقف سے وقوع پذیر ہوتی  
 ہے۔ کیونکہ انتہائی حالات میں لڑکوں کے اخلاق میں زبردست  
 تغیر رونما ہو جاتا ہے 'اور یہ تغیر نفسیاتی نقطہ نظر سے اُن کے  
 نشوونما کو نامکمل بنا دیتا یا ان کو برگشتہ کر دیتا ہے 'اس قسم کی



مثالوں میں سے ایک اُنیس سالہ لڑکے کی مثال ہے جو اپنے  
 خاندان اور رشتہ داروں کا بہت چہیتا اور لاڈلہ تھا، یہاں تک  
 کہ وہ اپنی تعلیم چھوڑ بیٹھا، اس کی حالت کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ  
 اپنے بچپن میں رسم درداج کے مطابق اپنے شہر کے ابتدائی مدرسہ  
 میں داخل ہوا کامیابی کے ساتھ اپنی تعلیم جاری رکھی یہاں تک  
 کہ اس نے اس مدرسہ میں اپنی تعلیم ختم کی جب وہ چودہ سال  
 کا ہوا تو اس کے باپ نے اُسے ایک دوسرے شہر کے ایک  
 اور مدرسہ میں جو پہلے سے زیادہ ترقی یافتہ تھا روانہ کیا تاکہ اُسے  
 بعد میں جامعہ میں شریک کر دے، لیکن وہ اپنے خاندان سے  
 دور دوستیوں سے زیادہ نہ ٹہر سکا، اس دوران میں وہ بہت رویا  
 کرتا، کھانا پینا بھی اس نے چھوڑ دیا تھا، تعلیم میں بھی وہ دلچسپی  
 نہ سکا، اپنی پوری قوت سے اصرار کیا کہ اُسے اپنے خاندان  
 میں واپس بھیج دیا جائے۔ جب اس کی ماں کو یہ واقعہ معلوم  
 ہوا تو اس نے اس کو واپس بلانے کا مصمم ارادہ کر لیا، پھر  
 اُسے اپنے ہی شہر کے ایک مدرسہ میں داخل کرادیا، جہاں سے  
 اس نے سند حاصل کی، ماں اس معاملہ میں باپ کے خلاف  
 تھی جس کی رائے یہ تھی کہ لڑکے کو دوسرے مدرسہ میں تعلیم  
 جاری رکھنے پر مجبور کیا جائے اور اس کی پیچ پکار کی طرف کوئی  
 توجہ نہ دی جائے، دوبارہ وہی مشکل لوٹ آئی جب کہ اس نے



اپنے شہر میں اپنی تعلیم ختم کر لی اور اپنے گھر سے دور ایک جامعہ میں بھیج دیا گیا اس وقت وہ اٹھارہ سال کی عمر کا تھا اس کی حالت خراب اور صحت بگڑ گئی یہاں تک کہ اس کا وزن اچانک دس پونڈ تک گھٹ گیا اُسے اپنے ساتھیوں سے ملنے جلنے میں کوئی لطف نہ آتا تھا مذاکرہ کی بھی اس کے اندر طاقت نہ رہی اور وہ اپنا بیشتر وقت آہ دزاری میں گزارنے لگا اکثر مرتبہ اس نے اپنے گھر والوں کے پاس اپنے ہاتھ کی کمزوری کی وجہ سے بد مصیبت کی شکایت کی اس سے بڑھ کر یہ کہ اس نے اپنے قلب کے کمزور ہونے کی شکایت شروع کر دی اور بہت جلد اس پر مرض کے عوارض و علامات ظاہر ہو گئیں یہاں تک طبیب اُسے اس کے گھر والوں کے پاس بھیجنے پر مجبور ہو گیا۔ جہاں اس کی ماں نے حرب عادت شفقت و محبت سے اس کی تیمارداری کی۔ اس کی آسائش و آرام اور اس کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے وہی اہتمام و دلچسپی سے کام کیا جیسا کہ اس کا مظاہرہ وہ اس کے بچپن کے زمانے میں کیا کرتی تھی، ماں نے یہ خبر گرم کر دی کہ لڑکا کمزور جسم ہے، جامعہ تعلیم کی مشقوں کو برداشت کرنے کے قابل نہیں، لیکن طبیب نے یہ شہادت پیش کی کہ لڑکے کی صحت بہت اچھی ہے، چنانچہ اس کے باپ نے اُسے دوبارہ جامعہ روانہ کرنے پر زور دیا لیکن وہ



اس مرتبہ سہل انکار ہو گیا اور اُسے اپنے شہر کے ایک قریبی جامہ  
 میں بھج دیا دوبارہ وہی شکایت لوٹ آئی چنانچہ وہ اپنے  
 گھر کو خط میں سونے کے بستر کی برائی اور اساتذہ کی سخت گیری  
 کا شکوہ تحریر کیا کرتا آخر کار وہ شدید جاڑا بخار میں مبتلا ہو  
 گیا اس وقت اس کی عمر بیس سال کی تھی اس کے باپ نے  
 دیکھا کہ اب یہ مسئلہ ناقابل حل ہو گیا ہے اور نوجوان کا مستقبل  
 خطرہ میں ہے تو اس کو ایک نفسیاتی طبیب کے سامنے پیش  
 کیا، نفسیاتی امتحان نے یہ ثابت کیا کہ یہ لڑکا بہت ذہین  
 ہے۔ اور جامہ میں ذہانت کے اعتبار سے اکثر لڑکوں پر  
 فوقیت رکھتا ہے، اس کے معنی یہ ہوئے طبعی طور پر جامہ  
 تعلیم کو جاری رکھنے پر اس کو جو قدرت حاصل نہیں ہے وہ  
 اس کی کن زندگی کا نتیجہ نہیں ہے جب طبیب نے لڑکے  
 کے ساتھ گھروالوں کے معاملہ کی تلاش و جستجو کی تو ظاہر  
 ہوا کہ اس کی ماں و در رضاعت ہی سے اس پر حد درجہ ہرمان  
 و مشفق ہے، اکثر اوقات وہ اس کے بازو بیٹھ کر اُسے رساے  
 اور افسانے پڑھ کر سنایا کرتی، بجائے اس کے کہ وہ خود اُسے  
 پڑھنے کا موقعہ دے، اسی طرح وہ اس کی زندگی کے ہر لمحہ میں  
 اس سے شدید لگاؤ رکھتی تھی عجیب و غریب بات یہ ہے  
 کہ وہ ہمیشہ حتیٰ کہ انیسویں سال میں بھی اُسے بستر پر ملا کر



اڑھایا کرتی تھی، اس وقت وہ پیار کے الفاظ سے اس کو  
پکارا کرتی جن کو وہ اس کے بچپن کے زمانے میں استعمال کرتی  
تھی۔ اس کے لئے خاص کھانا پکاتی تھی جو اس کے مزاج کے  
موافق ہوتا مختصر یہ کہ یہ لڑکا اس آخر کی لمحہ میں بھی جس میں  
وہ اپنے خاندانی ماحول کو چھوڑنے پر مجبور تھا، نازوں کا پلا  
تھا اور اپنی ماں کی امداد اعانت اور اس کی انتہائی شفقت  
پر اُسے پورا بھروسہ تھا، قابل ذکر امر یہ کہ جس وقت یہ لڑکا  
اپنی حالت کا معائنہ کرانے کے لئے طبیب کے پاس گیا اپنی  
ہاتھوں میں مٹھائی لئے ہوئے تھا جیسا کہ بچوں کی عادت  
ہے، اور نہایت سادگی اور بھولے پن سے اس نے طبیب  
کو بھی کچھ مٹھائی پیش کی، اس عمر میں بھی وہ ایک حبہ کمانے  
کے قابل نہیں ہوا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ اس کی ماں  
ہمیشہ اس کو روزانہ کا خرچ دیا کرتی تھی، جسی لحاظ سے وہ  
صنف نازک کے افراد سے بے پروا تھا، ان سے خوف  
کھاتا اور جن مجلسوں میں مردوں اور عورتوں کا جھگڑا رہتا۔  
ان میں جانا نا پسند کرتا تھا۔ اُسے اپنے اد پر بہت کلم  
بھروسہ تھا اس کا ہمیشہ یہ عقیدہ رہتا کہ اس کی صحت بگڑی  
ہوئی ہے اور بالخصوص اُسے صنف قلب کی شکایت ہے۔  
طبیب نے مشورہ دیا کہ اس لڑکے کو اس کے وطن سے



دور کسی شہر میں بھیج دیا جائے اور وہ محنت مزدوری کر کے کچھ روپے  
 کمائے، بہتر یہ ہے کہ وہ کوئی دستکاری کا پیشہ کرے تاکہ نوجوان  
 کو جو اپنی قلبی کمزوری کا خیال و احساس ہے وہ غلط ہو جائے اور  
 اس کے بعد کسی جامعہ کو روانہ کر دیا جائے جہاں مخلوط تعلیم ہوتی  
 ہو اور یہیں وہ اپنی تعلیم کی تکمیل کرے، ماں کو یہ تمام مطالبے نہایت  
 ناگوار ثابت ہوئے اور وہ ان کی تکمیل میں سست راہ ہو گئی، لیکن  
 باپ ان مطالبات کو پورا کرنے پر مصر رہا، نتیجہ خوشگوار نکلا، کیونکہ  
 نوجوان کو اس کے خاندان اور رشتہ داروں سے جو بے انتہا  
 محبت تھی اس پر وہ قابو پا گیا اور آخر الامر وہ کامیاب ہو گیا،  
 ایک اور مثال یہ ہے کہ ایک سترہ سالہ لڑکی تھی جس کو  
 اس کے ماں باپ سے اور گھر سے بے انتہا محبت تھی، جب  
 کبھی وہ اپنے گھر سے جدا ہونے پر مجبور ہو جاتی اکثر اوقات اُسے  
 خودکشی کا خیال پیدا ہو جاتا، یہ لڑکی ذہین اور خوبصورت تھی، لیکن  
 اُسے اپنے گھر سے جدا ہو جانا ناقابل برداشت تھا، اکثر مرتبہ  
 اُسے یہ خیال ہوتا تھا، جیسا کہ خود اس کا بیان ہے کہ خودکشی  
 اس کی ناخوشگوار زندگی سے نجات دینے کا بہترین وسیلہ ہے۔  
 اس کی زندگی کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ وہ اور اس کی ایک بہن  
 دونوں اپنی ماں کی آغوش میں زندگی بسر کر رہی تھیں، ایک  
 رات بھی وہ گھر سے جدا نہ ہوئیں یہاں تک کہ سولہ سال کی



عمر میں اُسے دوسرے شہر کے مدرسہ میں جانے کا وقت آ گیا  
 اس کے والدین کو بے حد خواہش تھی کہ اُسے اس مدرسہ  
 میں روانہ کر دیا جائے کیونکہ اس مدرسہ کی بنیاد خاندان کے  
 ایک فرد نے رکھی تھی باوجودِ یہ کہ اس لڑکی کی صحت اس  
 وقت ہمیشہ بہتر حالت میں تھی، لیکن یہاں پہنچنے کے بعد بیمار  
 کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا، اس کا پورا وقت رونے میں گزرتا  
 تھا۔ اور وہ دردِ سینہ کی شکایت کیا کرتی تھی، جب اُسے اپنے  
 باپ کے گھر روانہ کر دیا گیا تو مرغن کے تمام عوارض و علامات  
 کا فور ہو گئیں لیکن جوں ہی یہ گھر سے جدا ہوتی آہ و نزاری اور  
 بیماری عود کر آتی، یہاں تک کہ اطباء نے اس کی عمل جراحی کا  
 ارادہ کر لیا، لیکن بہت جلد علامات و در ہو گئیں اور مرض زائل  
 ہو گیا، جب کہ وہ اپنے باپ کے گھر رجوع ہو گئی۔ اب  
 عملی جراحی کی کوئی ضرورت باقی نہ رہی، دوبارہ وہ مدرسہ واپس  
 ہوئی، پھر وہی آہ و بکا شروع کر دیا۔ دنیا اس کی نظروں میں  
 تاریک ہو گئی، وہ نہ تو مذاکرہ کر سکتی تھی اور نہ دوسری  
 لڑکیوں سے میل جول رکھتی، اس کو اپنے اوپر بھر دسہ نہ ہونے  
 کا خیال پیدا ہو گیا، اور یہ کہ وہ زندگی کے کسی شعبہ کے لئے  
 کار آمد نہیں ہے، اور اس تلخی حیات سے نجات پانے کا طبعی  
 راستہ صرف خودکشی ہے۔ اس لڑکی کی عصبی حالت نہایت



شدید ہو گئی یہاں تک کہ اس کو اپنے شہر لوٹنا ناگزیر ہو گیا اور یہ کہ وہ اپنے ہی شہر کے مدرسہ میں شریک ہو جائے ان عوارض و امراض پر قابو پانا اس طرح ممکن ہوا کہ بتدریج نہ کہ یک دم اس کو اس کے خاندان سے دور رکھا جائے ' مثلاً یہ کہ اپنے خاندان کو ایک یا دو ہفتوں کے لئے چھوڑ کر اپنے چچا کے گھر میں ٹھہری رہی ' وہ خود اس امر سے طبعاً واقف تھی کہ اس کی یہ جدائی ایک یا دو ہفتوں سے بڑھ کر نہیں ہوگی ' پھر اس کے بعد اس کو ایک یا دو ہفتوں کی مدت کے لئے دوسرے گھر میں اپنے دوستوں کے ساتھ رہنے کے لئے بھیج دیا گیا ' پھر ایک ہوٹل میں زندگی بسر کرنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ جہاں وہ نہ تو کسی دوست سے آشنا ہو یا رشتہ دار سے واقف ' اس طرح رفتہ رفتہ اس کی مدت سکونت اپنے ماں باپ کے گھر سے دور ہونے میں طویل ہوتی گئی یہاں تک کہ اس کے بعد اس میں اتنی قوت و سکت پیدا ہو گئی کہ اپنے والدین کی جدائی کو کم از کم تین یا چار ماہ کی مدت کے لئے برداشت کرے۔ اس کے ماں باپ نے اس غلطی کو محسوس کر لیا جس کا ارتکاب اس کے بچپن میں کر چکے تھے ' کیونکہ وہ انہی سولہ سال کی عمر تک بھی ان کے ساتھ ایک ہی کمرہ اور ایک ہی بستر پر سویا کرتی تھی ' ابتداء میں تو یہ فنل معمولی سا دکھائی دیتا ہے۔



لیکن اس کے معنی یہ ہوں گے کہ ایک خاص عادت کی تشکیل ہو جائے جس کی جڑیں فرد اور اس کی زندگی میں گہری ہو جاتی ہیں، یہاں تک کہ جب اس سے چھپکارا پانے کا ارادہ کرے تو اپنے روبرو عصبی مشکلات کا ایک وسیع سلسلہ پائے، جس میں اس کے جذبات و انفعالات ایک خوفناک کردار ادا کرتے ہیں جو عام طور سے فرد کی مصلحت کے خلاف ہوتے ہیں، یہی واقعہ بالکل اس لڑکی کو بھی پیش آیا جب کہ اس نے اس عادت کی زنجیروں کو بیک وقت توڑ دینا چاہا۔

ایسی مثالیں بکثرت ہیں، روزانہ ہمارے گرد و پیش جو واقعات رونما ہوا کرتے ہیں۔ اگر ہم ان میں غائرانہ نگاہ ڈالیں تو ناز پرورد نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی ہشمار مثالیں ہمیں نظر آئیں گی جن کی نفسی آزادی تشنہ تکمیل ہو گی۔ یہاں ہم یہ ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ اس مسئلہ کا انحصار صرف ہمارے مذکورہ بالا جواب و نتائج ہی پر نہیں ہے بلکہ یہ عوارض و آفات لڑکے اور لڑکی کے مستقبل کی تعمیر میں با ان کی شادی کی راہ میں عامل ہو جاتے ہیں۔

ہم نے اوپر جو مثالیں بیان کی ہیں، دقت نظر سے مطالعہ کرنے والا ان کو اکثر مشاہدہ کر سکتا ہے، لیکن یہاں ایک اور مثال ہے جو ہماری گزشتہ مثالوں سے زیادہ شدید ہے۔



اگرچہ وہ کمیا ب ہے، مثلاً ایک نوجوان کے ناز و انداز کا یہ عالم ہے کہ اس کے ساتھ بیس سال کی عمر تک بھی لڑکی کا معاملہ کیا جاتا ہے۔ صرف اسی امر پر انحصار نہیں بلکہ اس کو لڑکی کے نام سے بھی پکارا جاتا ہے، یہ نام بیس سال کی عمر تک لولا جاتا تھا، اس کا سبب یہ ہے کہ اس کی ماں اس کے پیدا ہونے سے پیشتر لڑکی کی دلدادہ تھی اور اسی کی اُسے امید تھی، لیکن جب لڑکا پیدا ہوا تو اس سے لڑکیوں کا سا سلوک کرنے پر اصرار کرتی رہی، اس کا نام بھی لڑکی کا سا رکھ دیا۔

واقعہ یہ ہے کہ اس قسم کی مثالیں شان و نادر اور کمیا ب ہیں، لیکن ہم اس کے وجود کا انکار نہیں کر سکتے، اور نہ اس کا انکار کر سکتے ہیں کہ یہ مثال ہمارے مذکورہ بالا نظریہ کی تائید کرتی ہے۔ کہ ماں کا تعلق اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ حد درجہ شدید ہوا کرتا ہے جن کی حفاظت و نگہداشت زندگی میں اس کا طبعی عمل ہے۔

## والدین بچوں کی مجرت کی بنیاد

بعض محققین نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی ہے کہ لڑکے کا تعلق اپنی ماں سے اور ماں کا تعلق جو اپنے لڑکے سے ہوتا ہے، اس کی حسی اساس ہے، بعض علماء نفس کا نظریہ یہ ہے کہ



جو لڑکا اپنے خاندانی دائرہ کی طرف مائل ہوتا ہے اُسے اس کے ساتھ محبت ہوتی ہے 'اگرچہ ان کا دعویٰ ہے کہ یہ محبت غیر شعوری طریقہ سے ہوتی ہے' اسی طرح جو لڑکی اپنے گھر کی طرف واپس ہونے پر مائل ہوتی ہے وہ اپنے باپ سے ایسی ہی محبت رکھتی ہے جیسی کہ اُسے کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ محبت ہوتی ہے۔ مگر اکثر علمائے نفسیات اس نظریہ کو قبول نہیں کر سکتے بلکہ وہ یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ جو لڑکا اور لڑکی نفسی قیود سے غیر آزاد ہیں 'جب وہ والدین سے محبت کرتے ہیں تو ان کی یہ محبت جنسی نہیں ہوتی بلکہ یہ محبت ایسی ہی ہے جیسی کہ ایک جانور اپنے کھلانے پلانے والے سے کیا کرتا ہے 'یہ محبت بچپن کی ان عادتوں کے تسلسل کا نتیجہ ہے جو فرد کو خود اعتمادی سے محروم کر دیتی ہیں 'اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ یہ محبت دشمنی والدین ہی پر منحصر نہیں ہے بلکہ اس کا سلسلہ مادیات تک دراز ہو جاتا ہے 'چنانچہ لڑکا یا لڑکی اپنے اس بستر سے مالوس ہو جاتے ہیں جس پر وہ سویا کرتے تھے اور اپنی اس کرسی سے انہیں رکھتے ہیں جس پر وہ بیٹھا کرتے تھے اور اپنے اس گھر سے محبت رکھتے ہیں جس میں وہ زندگی بسر کیا کرتے تھے۔ اسی طرح ان مادی ضرورتوں کے مشابہ کوئی شے دیکھنے سے حافظہ میں تحریک پیدا ہو جاتی ہے 'معلوم ہوتا ہے کہ جن



مادی اشیاء کی طرف فرد عام طور سے دالبستگی دالسن رکھتا ہے ان  
 میں سے اہم وہ اشیاء ہیں جو اس کی خواہشات کو سیراب  
 کرتی ہیں اور اس کی راحت و آسائش کے سامان فراہم کرتی ہیں  
 مثلاً غذا، لباس، اور مسکن، لیکن ان اشیاء کو جنہی مسائل سے  
 کوئی تعلق نہیں ہوتا، جو چیز ان مادی اشیاء پر منطبق ہوتی ہے  
 وہ والدین پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ وہ دونوں اس کے لئے  
 اسباب عیش و راحت فراہم کرتے ہیں اور اس کی خواہشات  
 کو پوری کرنے میں مدد دیتے ہیں، بالخصوص ماں، کیونکہ وہ پیدائش  
 کے وقت ہی اسے غذا، راحت و آسائش کا سرچشمہ ہے  
 چنانچہ اس کا مہربان دل بغیر خوار کے لئے اس کی زندگی کی  
 تمام ضروریات کو فراہم کرتا ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ ماں  
 اور اس کے لڑکوں کے درمیان تعلق بہت زیادہ گہرا اور  
 مضبوط ہوتا ہے ماں کا یہ علاقہ صرف لڑکوں کے ساتھ منحصر  
 نہیں ہوتا بلکہ لڑکیاں بھی اپنی ماں کی محبت میں گرفتار ہو جاتی  
 ہیں، یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اطباء جن انحرافی حالات کو  
 پاتے ہیں اور جو نفسی آزادی کے فقدان سے پیدا ہوتے ہیں  
 ان میں سے بیشتر حالات ماں اور لڑکی کے درمیان گہرا  
 تعلق ہوتا ہے اس سے پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تعلق بچپن کے زمانے  
 سے لڑکی کی طویل زندگی تک جب کہ وہ بڑی ہو کر باشعور ہو جاتی



ہے جاری رہتا ہے۔

خلاصہ بیان یہ ہے کہ اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ہم لڑکے یا لڑکی اور ان کے والدین کے درمیان کسی قسم کی جنسی محبت کے وجود کو تسلیم کریں جب تک کہ ہم ہمارے سامنے جو حقائق بکھرے پڑے ہیں ان کی تشریح دلوجیہ کر سکتے ہیں کہ یہ محبت اس قسم کی ہے جیسی کہ ایک زندہ مخلوق کے درمیان اور اس کو کھلانے پلانے والے کے مابین ہوا کرتی ہے، چنانچہ ہم اکثر یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ گھریلو جانور ہمیشہ اپنے آقا کے گھر لوٹ آتا کرتے ہیں خواہ وہ اس سے کتنی ہی دور ہو جائیں، کیونکہ وہ اس کے پاس واپس آنے کے عادی ہو گئے ہیں اور یہ عادت ان کے تاثرات و جذبات کے ساتھ کھل مل گئی ہیں، ایسی حالت میں یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ بلی یا کتا اپنے آقا کے ساتھ جو محبت رکھتے ہیں وہ جنسی محبت ہے

## نفسی آزادی کے فقدان کی دیگر علامات

انسان کو اپنی زندگی میں اکثر ایسے استخاوص سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو نفسی آزادی کے درجہ پر نہیں پہنچے ہیں، اس قسم کے استخاوص کی چند مخصوص علامتیں اور نشا نیاں ہیں۔ جن کے ذریعہ یہ معلوم کر لیا جاتا ہے کہ ان کو اتنا موقع ہاتھ نہ آیا



کہ وہ طبعی رعادی اشخاص کی طرح ہو جائیں، یا بالفاظ دیگر ان کی  
 نفسی آزادی پائے تکمیل تک پہنچ جائے چنانچہ ان کے متعلق  
 یہ مشاہدہ کیا جاتا ہے کہ جب یہ کسی محکمہ میں ملازم ہو جاتے  
 ہیں، تو اپنے عہدہ داروں کی خاص غنائتوں کے منتظر رہتے ہیں  
 اور جن محکموں میں تشریف لے جاتے ہیں، فتنہ و فساد کی  
 جڑ بن جاتے ہیں اور صدر محکمہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ  
 وہ ان سے روادار کی اور لطف و کرم سے پیش آئے جیسا کہ  
 ان کے والدین ان سے سلوک کیا کرتے تھے، جب اس قسم  
 کی شفقت و عنایت ان کو سیر نہیں ہوتی تو ان کے جذبات  
 بھڑک اٹھتے ہیں اور اپنے عہدہ دار کی شکایتیں اور عیب  
 جوئیاں بکثرت کرنے لگتے ہیں اور اپنے آپ کو بد قسمت اور  
 فلک زدہ شمار کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ یہ رویہ ان  
 کے کام کی نامرادی کا موجب ہو جاتا ہے، اور ان کو معطل  
 اور بیکار کر دیتا ہے اس کا تمام تر سبب ان کی نفسی آزادی  
 کا فقدان ہے۔ کیونکہ وہ اپنے ہر عہدہ دار اور اپنے ہر  
 حاکم بالا دست کو ماں باپ کا آئینہ دار سمجھتے ہیں، اور اس  
 سے اس امر کے خواہش مند و منتظر رہتے ہیں کہ جس طرح ان کے  
 والدین ان کے ساتھ جو سلوک کیا کرتے تھے وہی سلوک یہ  
 بھی کرے گا۔



یہ امر انسان جن اعمال کے ذریعہ اپنی روزی کماتا ہے ان کی ناکامی پر موقوف و منحصر نہیں ہے بلکہ اس کے خوفناک نتائج کبھی بھی پر بھی اثر انداز ہو جاتے ہیں چنانچہ جس لڑکے یا لڑکی کی نفسی آزادی مکمل نہیں ہوئی اور انھوں نے اُس مضبوط و محکم نفسیاتی تعلق سے رہائی نہیں پائی جو اپنے والدین سے تھا اور جو ان کو کٹاں کٹاں کھینچ لے جاتا تھا وہ اپنی شادی کے بعد بھی ایک دوسرے سے یہ توقع رکھیں گے کہ ان کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو شادی سے پیشتر والدین ان کے ساتھ کیا کرتے تھے، چنانچہ شوہر اپنی بیوی سے یہ توقع رکھے گا کہ باپ یا ماں کی قائم مقام بن جائے اگر والدین اس پر مہربان تھے تو وہ اپنی بیوی سے یہ خواہش کرے گا کہ اس کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرے خواہ ان دونوں کے حالات یکے ہی نازک و پیچیدہ کیوں نہ ہو جائیں وہ بیوی سے نرمی، محبت اور مردت کا معاملہ کرنے کا مطالبہ کرے گا اس کے برعکس اگر اس کے ماں باپ گزشتہ دور میں سخت گیر اور دبدبہ والے تھے تو شادی کے بعد وہ اپنی بیوی سے یہ امید رکھے گا کہ وہ تمام ذمہ داریوں کو اپنے سر اٹھالے، تمام کاروبار میں اپنی مرضی کے مطابق تصرف کرے اور بغیر مشورہ کے ہر چیز پر جاوی ہو جائے اگر یہ چیز پوری نہ ہو تو دونوں کے درمیان غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے اور ان دونوں کی زندگی تلخیوں اور کامیوں



کا مجموعہ بن جاتی ہے۔

شادی کے بعد نفسی آزادی کے فقدان کی جو علامات رونما ہوتی ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ مرد اپنے ماں باپ کے گھر کو چھوڑنے سے انکار کر بیٹھتا ہے اس طرح وہ اپنی شریکہ حیات کی زندگی تنگ اور محدود بنادیتا ہے، کیونکہ وہ اس گھر میں اپنی پوری آزادی سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتی کبھی مرد اپنے ماں باپ کے گھر کو چھوڑنے پر تو آمادہ ہو جاتا ہے لیکن وہ جس شہر یا بستی میں ہیں اس کو چھوڑنے سے انکار کر دیتا ہے، یا کبھی وہ اپنے والدین سے دور رہنے پر تو راضی تو ہوتا ہے مگر زیادہ عرصہ تک ان سے جدا رہنے سے انکار کر دیتا ہے، ہم میں سے ہر شخص اس قسم کے حالات سے واقف ہے جہاں والدین شادی کے وقت یہ شرط کرتے ہیں کہ شادی کے بعد ان کا لڑکا یا لڑکی ان کے ساتھ زندگی گزاریں گے۔ یا کبھی ایسا ہوتا ہے کہ لڑکا یا لڑکی خود اپنے ماں باپ کے گھر کو چھوڑنے سے انکار کر بیٹھتے ہیں اس قسم کی جو دشواریاں ازدواجی زندگی کو خوشگوار بنانے کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں وہ اکثر اوقات شوہر کو اپنے اقتصادی یا سماجی اعمال میں کامیابی حاصل کرنے سے باز رکھتی ہیں جب تک کہ اس کی بیوی اسے خاص شہر یا خاص گھر میں زندگی گزارنے کا پابند کرتی ہے۔ حالانکہ یہ تحدید ان



مادی مصالح و ضروریات کے ہم آہنگ نہیں ہوتی جو نوحہ  
شوہر کے لئے آسائش و کشائش کے اسباب مہیا  
کرتی ہیں۔

اس نفسیاتی واقعہ کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ لڑکا  
یا لڑکی اس شخص کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے جو اس سے  
عمر میں کہیں زیادہ ہے، چنانچہ لڑکا ایسی بیوی پسند کرتا ہے  
جس کا سن اس سے بہت بڑھا ہوا ہے، یا لڑکی اپنے لئے  
ایسا شوہر انتخاب کرتی ہے جس کی اور اپنی عمر میں زمین آسمان  
کا فرق ہوتا ہے، ان حالات کی توجیہ و تشریح یہ ہے کہ لڑکا  
اور لڑکی ان میں دونوں میں سے ہر ایک کو اپنے شریک حیات  
کے انتخاب کا اختیار ہے، لیکن وہ ہر دو اپنے شریک حیات  
کو باپ یا ماں کی حیثیت سے انتخاب کرتے ہیں تاکہ ان  
کی آسائش و راحت کا خیال رکھے اور ان پر ہر طرح کا بوجھ  
پائے۔ ایک ایسے شریک حیات کی طرح نہیں جو ان کے  
ساتھ برابر کا معاملہ کرے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں کہ  
اس قسم کے افراد اپنی ازدواجی زندگی میں خوشحال نہیں ہو سکتے  
ہیں اس امر واقعہ سے انکار نہیں کہ انسانی طبیعت میں  
چند ایسے میلانات و جذبات ہیں جو کسی دوسرے شخص سے  
مہربانی اور لطف و کرم سے پیش آنے کو اچھا سمجھتا ہے۔ یہ



حالت مخصوص اوقات مثلاً مصائب و حادثات یا کمزوری کے اوقات میں روئنا ہوتی ہے، جہاں فرد کے لئے یہ ناممکن ہے کہ تنہا جدوجہد اور مقابلہ کرے، مصداق اس ضرب المثل کے کہ "تالی ایک ہاتھ سے نہیں بچتی۔ اس قسم کی حالت نزع انسانی کے تمام افراد میں خواہ وہ نفسی آزادی میں مکمل ہوں یا غیر مکمل ایک مشہور و معروف فطری واقعہ ہے۔

نفسی آزادی سے مقصود یہ نہیں ہے کہ والدین اور لڑکوں کے درمیان جو تعلق ہے اس کو پورے طور پر منقطع کر لیا جائے بلکہ اس کا مقصد نفسی حیثیت سے آزاد و غیر آزاد شخص کے درمیان فرق کیا جائے کیونکہ پہلا شخص محدود اوقات اور مقررہ اشخاص سے امداد و اعانت اور لطف و عنایت کا خواہشمند ہوتا ہے بخلاف اس کے دوسرا شخص ہر وقت اور ہر جگہ لطف و عنایت کا منتظر رہتا ہے اور ہر اس شخص سے اس کا طلبگار ہوتا ہے جس کے قبضہ میں زمام اقتدار ہو، یہ اس کی نظر میں باپ کے قائم مقام ہو جاتا ہے اور وہ بغیر کسی ظاہری سبب کے اس امر کا امیدوار رہتا ہے کہ یہ شخص بہ نفس نفیس اس کی راحت و آسائش اور محبت کا مظاہرہ کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کا موقف اس کے مقابلہ میں دہی ہوتا ہے جو ایک بچہ کا باپ کے مقابلہ میں ہوا کرتا ہے۔ جب کہ باپ اس کی



کوئی خواہش پوری کرنے سے انکار کر بیٹھے،

## نفسی آزادی کی ضرورت و اہمیت کے اسباب

یہاں بجا طور پر یہ سوال کیا جاسکتا ہے کہ وہ کیا اسباب ہیں جن کی بدولت نوجوان لڑکے اور لڑکی کی نفسی آزادی ناگزیر اور ضروری قرار دی جاتی ہے، کیوں نہیں اس کے بجائے آسان سے آسان طریقے اختیار کر کے ان پر عمل درآمد کر لیا جائے، آسان طریقہ یہی ہو سکتا ہے کہ ان دونوں کو ن کی مرضی کے مطابق عمل کرنے کے لئے چھوڑ دیا جائے تاکہ وہ اپنی زندگی بھر اپنے والدین پر بھروسہ رکھیں، ان کو خواتمادی پر کسی نہ کسی قسم کا جبر کیا جائے اور نہ اس مضبوط اور متحکم تعلق کی لڑکی کو جدا کرنے کی کوشش کی جائے جو ان دونوں کو ماں باپ سے باندھے ہوئے ہے، اس کا جواب کوئی دشوار امر نہیں ہے، کیوں کہ ماں باپ اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے لئے تا ابد تو زندہ نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ جدید اعداد و شمار کی روش سے پتہ چلتا ہے کہ جن افراد کی عمر ۳۵ سال کو پہنچ چکی ہے ان میں سے اکثر کے ماں باپ اس عمر سے پہلے ہی نشانہ اجل ہو چکے ہوتے ہیں، جب فرد خود اعتمادی کا عادی نہ ہو بلکہ اس امر کا خوگر ہو گیا ہو کہ اپنے والدین



کی امداد کے بغیر زندگی کا راستہ پیدا کرے، تودہ اپنی زندگی کے  
 روشن اور تابناک زمانے میں بھی اپنے کوتاہا جہد و جہد کے  
 مسائل سے غالی پائے گا۔ جسے کوئی شخص بغیر متحیّار کے میدان  
 جنگ کا رخ کرے، ہم اس قسم کے نوجوان لڑکے یا لڑکی کی  
 بری حالت کا تصور کر سکتے ہیں جب کہ ہم یہ خیال کریں کہ ان  
 میں سے کوئی ایک ۳۵ سال کی عمر میں یعنی اس دور میں جب  
 کہ اس کی ذمہ داری سخت ہو جاتی ہے، اپنے کوتاہا محسوس  
 کرے اور سماج اس سے اس کی توقع رکھے کہ وہ ایک کار  
 گزار اور بار آور فرد بن جائے، یہاں ایک اور سبب بھی ہے  
 اور وہ یہ کہ نوجوان کو اس کے والدین کی مضبوط زنجیروں میں  
 جکڑ دینا اس کی ترقی و پیش قدمی کی راہ میں حائل ہو جانے کا  
 باعث ہو جاتا ہے، چنانچہ ہمیں معلوم ہے کہ دنیا بڑی تیز کا  
 سے انقلاب و تغیر کے دور سے گزر رہی ہے، اور اس امر کی  
 توقع ہے کہ ہر دور میں اپنے سابقہ دور سے انقلاب میں سبقت  
 لے جائے گا۔ جب موجودہ نسل کو بے جا یا بندلیوں اور قیود  
 میں محدود کر دیا جائے اور اس کا رشتہ سابقہ نسل سے مضبوط  
 مستحکم کر دیا جائے، اس کی روحانی، عقلی اور اخلاقی نفوذ و اقتدار  
 پر قبضہ کر لیا جائے، تو اس کے افکار و خیالات سابقہ نسل کے  
 افکار و آراء کے مشابہ ہو جائیں گے، وہ قدیم رسم و رواج کی



بندھنوں سے رہائی پانے سے عاجز اور نئی دنیا کے نئے خیالات  
 میں غور و فکر کرنے اور ترقی کی راہوں پر گامزن ہونے سے دراندہ  
 و قاصر ہو جائے گا۔ یہ چیز انسانی ترقی و پیش قدمی میں سد راہ  
 ہو جائے گی ہم میں سے ہر شخص واقف ہے کہ والدین مثال  
 کے طور پر جدید وضع قطع اور فیشن پرستی کے کتنے مخالف ہیں  
 اور ان کو قدیم روایات و رسوم کی نگہداشت و حفاظت کی  
 جو خواہش و آرزو ہے۔ اس کے سلسلہ میں ان کے ان  
 لڑکوں اور لڑکیوں کے ساتھ کس قدر سنگامہ آرائی کرنی پڑتی  
 ہے جو نئے فیشن کی پیروی میں اپنے لباس کو حاصل کرنے  
 کی خواہش کرتی ہیں اسی طرح ہم میں سے ہر شخص کو اس کا علم  
 ہے کہ والدین اپنے لڑکوں کے بارے میں خطرات سے  
 بالخصوص ان خطرات و حادثات سے گھبراتے ہیں جو موجودہ  
 دور کے ایجادات سے متعلق ہیں، مثلاً سیکل، موٹر، ہوائی جہاز  
 یا سمندر کی جہاز کی سواری، کتنے ماں باپ اپنے لڑکے کی  
 پیش قدمی میں محض اس خوف سے سد راہ ہو گئے کہ وہ ان  
 سے جدا ہو جائے گا اور سمندری سفر کرنے کو روک دیا مبادا  
 وہ غرق ہو جائے، اس میں کوئی شک نہیں کہ نوجوان فطرۃً  
 اپنی پوری قوت کے ساتھ قدیم رسم و رواج کی پابندی کے  
 مخالف ہے، اور نئی چیزوں کو قبول کرنے اور نئی تحقیقات



کو اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ ان میں جو کچھ خطرات گھیرے ہوئے ہوتے ہیں ان کی اس کو کچھ پرداہ نہیں ہوتی، یہ ہے لہذا جو ان کا مسلک و مشرب اور اللہ نے جو قالون وضع کیا ہے اس میں ذرہ بھر تبدیلی کی گنجائش نہیں ہوتی، جو نوجوان اپنے والدین کی اس زندگی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرتا ہے، جس کو وہ جوانی کے عالم میں بسر کیا کرتے تھے، تو لا محالہ وہ ایسی زندگی مینا کام و نامراد ہو جائے گا، کیونکہ زمانہ تغیر پذیر اور انقلاب پسند ہے نسل انسانی بھی تغیر و انقلاب کی آغوش میں پرورش پاتی ہے اور جو انسان گزشتہ صدی میں زندگی کا سزاوار تھا، وہ موجودہ صدی میں زندگی کی صلاحیت نہیں رکھتا، کیونکہ اس نے اس کے قابل تیاری نہیں کی، اور بڑی عمر میں اس کے اندر اتنی لچک پیدا نہ ہوئی جو اپنے آپ کو حالات کے مطابق ڈھال سکے۔

## نفسی آزادی اور اس کا اثر نوجوان کی کامیابی پر

ادب پر کی تصریحات سے یہ امر روشن ہو گیا کہ تمام حیاتیاتی اجتماعی اور تربیتی اسباب و عوامل کا اس پر اتفاق ہے کہ کامیابی اسی نوجوان کے حصہ میں آتی ہے جس کی نفسی آزادی پائے تکمیل کو پہنچ چکی ہو اور نامی و نامرادی اس شخص کا حصہ ہے جس کی نفسی



آزادی نامکمل ہو، ہم اس تمام بیان کا خلاصہ اس طرح کر سکتے ہیں کہ لڑجوان کی نفسی آزادی کی راہ میں کامیابی حاصل کرنے کے جو اسباب ہیں، ان میں سے اہم یہ ہے کہ لڑجوان کو ایسی سیڑھی میں مشکلات کا مقابلہ کرنے پر قادر بنایا جائے جس میں وہ جس لطف و عنایت کا تمام افراد جماعت سے متوقع و منتظر ہے اُس سے وہ کبھی محروم ہو جاتا ہے۔

مگر ہمارے پاس چند انسانی جذبات اور فطری میلانات ایسے بھی ہیں جو نفسی آزادی کے پیدا ہونے کے فیصلہ دہ دار ہیں۔ اور جو ہم ہمارے سر ہے یعنی لڑجوان کی تربیت اور اس کو آئندہ زندگی کے لئے سرادار و قابل بنانے اور اس کو تیار کرنے کی جو ذمہ داری ہم پر عائد ہوتی ہے اس میں یہ ہماری امداد و تسکیر کرتے ہیں، چنانچہ انسانی طبیعت لڑجوان کے دل میں یہ جذبہ پیدا کر دیتی ہے کہ وہ پدری دھاندلی لغو و اقامت دار سے رہائی حاصل کرے، یہ میلان درجہ بلوغت کے دوران میں زیادہ قوی و شدید ہو جاتا ہے جیسا کہ ہم گزشتہ صفحات میں بیان کر چکے ہیں، ہماری جو ذمہ داری ہے وہ بحیثیت سرپرست و مربی کے ہے۔ جس کا خلاصہ درحقیقت یہ ہے کہ ہم ان جذبات و میلانات کے ظہور پذیر ہونے میں حائل نہ ہوں، اور اس کی کرکشی نہ کریں کہ ابھرنے والے فرد پر کسی قسم کا دباؤ ڈالا جائے۔



اور جب کبھی وہ خاندانی دائرہ سے بھل گئے کا ارادہ کرے اس کو  
 گھیر کر مقید کر دیا جائے یہاں ہمارا یہ مقصد نہیں کہ ہم لڑکے یا  
 لڑکی کو محض اس بنا پر کہ وہ دور بلوغت کو پہنچ چکے ہیں والدین  
 کے پنچہ اقتدار سے رہائی پانے کے لئے مکمل آزادی عطا  
 کر دیں کیونکہ اس دور میں ان کے پاس کافی تجربہ و دوراندیشی  
 نہیں ہوتی کہ تنہا زندگی کی راہ تلاش کر لیں اسی طرح ان کے  
 عقلی و جسمانی قویٰ اس وقت کمال نشوونما کے درجہ پر  
 نہیں پہنچتے جو بختگی اور بصیرت کے ساتھ ان کے امور کے اُلٹ  
 پھیر کرنے کی ضمانت دے سکے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ اس  
 نوجوان کے دل میں اس وقت یہ شعور و احساس گہرا ہو جائے  
 لگتا ہے کہ وہ مستقل ایک فرد ہے اور اس کی بھی ایک شخصیت  
 ہے اور ایک ذات ہے جو اس کے ماں باپ اور ان کی  
 ذات سے جداگانہ ہے اس قسم کا شعور عہد طفولیت میں موجود نہ  
 تھا۔ جب کہ بچہ کی تمام تر توجہ اور دلچسپی مادی خواہشات کھانے  
 پینے پہننے کی تکمیل کی طرف لگی ہوتی تھی، لیکن اب نوجوان کی  
 خواہشات اس سے کہیں زیادہ متجاوز اور مستعد ہو گئی ہیں،  
 اور بسا اوقات وہ اپنی عزت و احترام کی حفاظت یا اپنے  
 موقف و مرکز یا اپنی حریت اور حقوق کی نگہداشت کے سلسلہ  
 میں یا بالفاظ دیگر اپنی شخصیت و ذات کے تحفظ کی راہ میں



ان تمام چیزوں سے زیادہ ارتقائی خواہشات کو ترجیح دے گا۔  
 یہ میلانات یہ خواہشات اور یہ رجحانات بذات خود لڑکوں  
 اور لڑکیوں میں دور بلوغت اور اس کے بعد واضح شکل و صورت  
 میں نمایاں ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ بہ نسبت لڑکوں کے لڑکیوں  
 میں بلحاظ شدت و قوت کم ہیں، اگر کسی فرد کے اندر یہ ناقص  
 ہو یا ہم نے ان کو ابھرنے سے رک دیا اور ان کے ظہور پذیر  
 ہونے میں رکاوٹ پیدا کر دی تو فرد دونوں حالتوں میں آفت  
 رسیدہ، منحرف اور برگشتہ ہو جائے گا، کیونکہ اس کا نفسیاتی  
 نشوونما غیر مکمل و نا پختہ ہے۔

ان ذاتی خواہشات کا ظہور عام طور سے ذہنی نشوونما اور  
 خواہشات جنسی کے نشوونما کے ساتھ ملحق ہوتا ہے، ان جذبات  
 و میلانات کو انسان کے اپنے پیشہ، اپنی بیوی، اپنے مذہب اور  
 اپنی ذاتی فکر و نظر کے اختیار کرنے میں بہت بڑا دخل ہے،  
 اس بنا پر جن میلانات کا ہم نے تذکرہ کیا ہے، وہ طاقتور  
 اور مضبوط نہیں ہو سکتے جب تک کہ انسان جنسی و ذہنی دونوں  
 پہلوؤں سے کامل نشوونما یافتہ نہ ہو، اگر وہ ان میں غیر پختہ  
 ہوتا ہے تو اس وقت ہم دیکھتے ہیں کہ لڑکا ان خواہشات و  
 جذبات سے برسرِ پیکار اور ان سے کشمکش میں مبتلا رہتا ہے،  
 بعض خواہشات اُسے اپنے والدین کی صف کی طرف کھینچتی ہیں۔



اور ان کی امداد وہ عادتیں کرتی ہیں جو والدین کی طرف سے  
 اس کے اندر گھس گئے ہوئے ہیں، اور بعض جذبات اُسے ان  
 ذہنی یا نفسیاتی قیود و حدود سے رہائی اور آزادی پانے کی  
 تحریک و ترغیب دیتے ہیں جن سے وہ بڑھا ہوا تھا۔  
 دوبارہ ہم اس کا اظہار کرتے ہیں کہ ان قیود سے رہائی پانے  
 کے معنی یہ نہیں ہیں کہ لڑ جوان والدین کی اطاعت و فرمانبرداری  
 کے دائرہ سے باہر نکل جائے اور ان کی دشمنی پر کمر لبتے ہو جائے  
 یا جس مکان میں وہ زندگی بسر کر رہے ہیں ان کو چھوڑ کر کہیں  
 اور جگہ منتقل ہو جائے، بلکہ اس سے مقصد یہ ہے ان دوزوں  
 کے ذہن، فکر و ردحالی غلبہ و اقتدار سے آزادی حاصل کی  
 جائے۔ بالفاظ دیگر ہم جن قیود کو اپنا مرکز نظر ٹھہرا رہے ہیں وہ  
 نفسیاتی بندھنیں ہیں، نہ کہ روزمرہ کے قیود، چنانچہ اگر فاندانی  
 دائرہ فرد کی زندگی کے قابل و سزاوار ہے تو لڑ جوان کو اس  
 کے اندر ہمیشہ باقی رہنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے، لیکن اگر  
 وہ اس کے لئے ہمیشہ باقی رہنے میں کوئی امر مانع نہیں ہے  
 لیکن اگر وہ اس کے لئے غیر صالح ہو تو وہ اس کو دور کرنے  
 یا اس سے بہتر ماحول ایجاد کرنے کی کوشش کر سکتا ہے اور  
 اس جدوجہد کے لئے اُسے ان آراء و نظریات کی پیروی  
 کا پابند رہنے کی ضرورت نہیں جو اس کے لئے پیش کئے



جاتے ہیں۔ یا اگر ضرورت اس امر کی داعی ہو کہ اُسے اپنا  
خاندانی دائرہ چھوڑنا پڑے، تو اس کو ترک کرنے میں وہ  
عاجز نہ رہے۔

جن والدین کو اپنے لڑکوں کے متعلق یہ خوف دامن گیر  
ہو کہ وہ غیر منظم زندگی گزارنے پر آمادہ کر دیے جائیں گے۔  
تو بہترین ضمانت اس سے نجات دلانے کی یہ ہے کہ والدین  
ان کی کوششوں اور توانائیوں کو مختلف اور گونا گوں امور  
پر تقسیم کرنے کا عادی و خوگر بنادیں، اس طرح کہ ان کی نظر و  
فکر زندگی کی جولان گاہ میں محدود اور ان کی عقلیت و ذہنیت  
تنگ نہ ہو جائے، نیز وہ ان کو زندگی کے میدان میں آستہ آستہ  
لانے کی کوشش کریں، دقت واحد میں ان کو دفعتاً گھسیٹ نہ  
لائیں کہ زندگی کے حادثات کے پہلے حملہ ہی میں شکست خوردہ  
ہو کر رہ جائیں، اس میں شک نہیں کہ یہ کام والدین کے علم و تجربہ  
اور حکمت و دانائی کا طلب گار ہے اور بالخصوص موجودہ دور  
میں اس کی ضرورت اور بھی سخت ہے کیونکہ اس میں زندگی  
کی مشکلات اور پیچیدگیاں متعدد دبے شمار اور ناقابل حل ہو  
کے رہ گئی ہیں۔



# نفس ترین لٹریچر

ردیف	آز	اسلامی-سیاسی	آز	ردیف	ہندوستان کی سیاسی تحفیں
۲	۱۲	حضرت امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی	۸	۱۲	تشریحات پاکستان
۲	۱۴	سچی باتیں	۳	۱۴	معاشیات پاکستان
۱	۱۰	اسلام کا نظام حیات	۴	۴	ہمارا پاکستان
۰	۱۲	حکومت الہیہ	۲	۱۲	پاکستان مخالفین کی نظریں
۱	۰	تاریخ اسلام کے حیرت انگیز لمحات	۳	۱۲	قائدین کے خطوط جناح کے نام
۲	۵	اسلامی نظریہ اجتماع	۲	۱۲	گاندھی جناح مراسلت
۰	۱۲	اسلام کا نظام عدالت و سیاست	۲	۱۲	مقالات جمال الدین فغانی
۲	۱۴	اسلام اور سود	۳	۸	مقام جمال الدین افغانی
۳	۴	تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ	۳	۱۲	تصورات پاکستان
۲	۱۴	تاجدار دو عالم	۲	۱۲	ناتسیت
۲	۱۲	داستان کر بلا	۲	۱۲	ادب - تاریخ - تنقید - فلسفہ
۳	۲	ذکر جمیل (نعتیہ کلام)	۱	۸	فلسفہ عجم
۳	۶	عالمگیر اسلامی تصورات	۳	۴	تصورات اقبال
۲	۱۴	مکاتیب امام غزالی	۳	۰	قائد ملت نواب بہادر یار جنگ مرحوم
۲	۸	ہندوستان میں اقلیتوں کا مسئلہ	۳	۱۲	سیر افغانستان



ردیف	آئینہ	کتابوں کی دیکھ بھال	ردیف	آئینہ	فکر و رنگت
۳	۴	افسانے - ناول - ڈرامے	۲	۸	فلسفیوں کے خواب
۲	۱۲	نکتہ چیں ہی غم دل	۲	۱۲	فلسفہ امن
۲	۱۲	کچھ غم جاناں کچھ غم دوراں	۲	۱۲	جہان آرزو
۲	۱۲	چالیس کروڑ بھکاری	۲	۱۲	کرنل لارنس
۲	۱۲	تکونادیس	۱	۴	کوہ نور کی سرگزشت
۲	۱۲	بھوکا ہے بنگال	۳	۸	نئے ادبی رجحانات
۲	۱۲	آج کل کے رومان	۲	۸	نثر ریاض خیر آبادی
۲	۱۲	کک	۲	۱۰	جگر مراد آبادی
۲	۴	غبار	۳	۱۲	سہیل کی سرگزشت
۳	۰	مظلوم دوشیزہ	۲	۱۰	زہریلے آنسو
۳	۶	طوفان			نفیات
۱	۱۲	عشرت	۳	۰	شعور ولا شعور
۱	۱۲	مستقبل کے سوداگر	۳	۴	قوت ارادی
۴	۴	چاندنی	۳	۰	نوجوانوں کی جنسی مشکلات
		ملنے کا پتہ			

# نفیس کیڈمی

بلاس اسٹریٹ کراچی ۱



Tibbi Books for  
Atiba Karam